مکمل مدلل

مسائل سفر

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرات مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق وتائید کے ساتھ

مؤلف

مولانا محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

الناشر

مکتبۃ الحسن

33۔حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 042-7241355 موبائل 0300-4339689

042-7518002 فیکس 042-7241355



نام کتاب .... مسائل سفر

مصنف .... مولانا محمد رفعت قاسمی

باہتمام .... عبدالقدیر

تعداد 1100

قیمت .... 90 روپے



الناشر

مکتبۃ الحسن

33 حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون 042-7241355 موبائل 0300-4339899

042-7016002 فیکس 042-7241355

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

راقم الحروف اپنی اس کتاب "مکمل ومدلل مسائل سفر" کو رئیس المبلغین حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے نام منسوب کرتا ہے جنہوں نے باقاعدہ تبلیغی جماعت کا سلسلہ قائم فرما کر ملک وبیرون ملک عالمی اجتماعات کی بنیاد ڈالی اور انکی نقل وحرکت تیز ہوئی اور دعوت الی اللہ کی راہ سے اسلام کا پیغام حق دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچا دیا اور پہنچ رہا ہے۔ یا اللہ! اپنی رحمت کاملہ سے حضرت مولانا مرحوم کی قبر کو اپنے نور سے معمور فرما (آمین)

بندہ عاجز خاکسار
محمد رفعت قاسمی خادم التدریس
دارالعلوم دیوبند مورخہ ۲۳ صفر ۱۴۱۴ھ

عرض مؤلف

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

احقر نے جس دینی خدمت کا آغاز کیا تھا، الحمدللہ اس کی تعداد دس ہوگئی: (تِلْکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ ط) اور اب یہ "مکمل و مدلل مسائل سفر" پیش ہے جس میں آداب سفر، سفر کی اقسام، وطن کی تعریف واقسام، مسافر کہاں سے مانا جائے گا، ریل گاڑی، ہوائی جہاز و بحری جہاز، کشتی، بس، ٹرک، کار، گھوڑا و بیل گاڑی میں سفر سے متعلق مسائل، نیز سفر میں پانی دستیاب نہ ہونے پر تیمم اور موزوں سے متعلق ضروری مسائل، سفر میں دن چھوٹا ہو یا بڑا ہو جانے پر نماز وروزے اور حج سے متعلق مسائل، سفر میں امامت و نماز قصر سے متعلق مسائل، غرض یہ کہ روانگی سے لے کر واپسی تک تمام ضروری (تقریباً چھ سو) مسائل کا مجموعہ ہے۔

اور یہ سب رب العالمین کی خصوصی توفیق اور دارالعلوم دیوبند کا فیض ہے ورنہ دوسرے مشاغل کے ساتھ ایسے اہم کام کا انجام پانا تصور سے بالاتر تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کا کرم یہ کہ بغیر کسی اشتہاری مہم کے احقر کی یہ کاوش ملک و بیرون ملک عوام وخواص میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی اور پسند کی جارہی ہے۔

یقیناً یہ علمی اور دینی خدمت مرتب کے لیے تو باعث صد افتخار ہے ہی اور ارباب دارالعلوم دیوبند کو بھی خوشی ہوگی کہ اس کے ایک ادنیٰ درجہ کے خادم سے یہ بیش بہا خدمت انجام پارہی ہے اور اس سے مسلمانوں کو اندازہ ہوگا کہ دارالعلوم کے فرزندوں نے زندگی کے شعبہ جات میں کیا کیا اہم کردار ادا کیا ہے اور مخلوق خدا کی رہنمائی کا فریضہ کس کس طرح انجام دیا ہے۔

یا اللہ! محض اپنے فضل وکرم سے اس کاوش کو بھی قبول فرما کر مؤلف کے لیے زاد آخرت بنا آمین! ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ط اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝﴾

احقر محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ خادم التدریس دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

مؤرخہ ۲۳ صفر ۱۴۱۴ھ

تصدیق

جامع شریعت وطریقت فقیہ الامت سیّدی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہ، چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہٗ وتعالیٰ

الحمدللہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

لمابعد! اس دور میں سفر تقریباً ہر انسان کے لیے امر لابدّی ہے، جو لوگ آزاد زندگی گزارتے ہیں، مسائل شرعیہ کا ان کو اہتمام نہیں وہ تو ہزارہا سہولیات کے باوجود گھر پر رہتے ہوئے بھی حکم شریعت پر عمل نہیں کرتے، لیکن جن حضرات کو شریعت کا اہتمام ہے اور وہ اپنی زندگی شریعت کے دائرہ میں گزارنا چاہتے ہیں ان کو قدم قدم پر تحقیق مسائل کی ضرورت پیش آتی ہے خصوصاً نماز کے مسائل کہ ریل، ہوائی جہاز، موٹر وغیرہ پر کس طرح نماز صحیح ادا ہوگی اور کس طرح پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی، کتنی مسافت پر قصر کا حکم ہوگا کتنی پر نہیں وغیرہ ذلک۔ ایسے حضرات کے لیے کتابوں کا ذخیرہ ساتھ لے جانا دشوار اور ہر جگہ صحیح مسائل بتانے والے افراد کا ملنا اس سے زیادہ دشوار۔ اللہ پاک جزائے خیر دے مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند کو کہ انہوں نے زیر کتاب ''مسائل سفر'' میں بہت سے وہ مسائل جو سفر میں پیش آتے ہیں ان کو جمع فرمادیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کے ان کمالات علمیہ وفقہیہ سے خواص وعوام کو زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور مؤلف کے لیے دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمود غفرلہٗ۔ ۱/۱۴۱۵ ۲ ج ن

ارشادِ گرامی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب دامت برکاتہم

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الحمدللّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علی سید الانبیاء
والمرسلین محمد صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم وعلیٰ
من تابعوھم باحسان الیٰ یوم الدین وبعد

حضرت مولانا حافظ قاری محمد رفعت صاحب سلمہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند کی یہ کتاب پہلی کاوش نہیں ہے بلکہ عزیزم سلمہٗ کی اس سے قبل تقریباً دس کتابیں اسی انداز کی شائع ہوکر مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب ''مسائل سفر'' بھی عندالعوام والخواص مقبولیت حاصل کرے گی اور مثل سابق سب کے لیے نافع ومفید بھی ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اسی قسم کے نافع ومفید رسالوں کے تالیف کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائیں۔ فقط والسلام

کتبہ
العبد نظام الدین
۱۱ صفر المظفر ۱۴۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب مرتب فتاویٰ دارالعلوم ومفتی دارالعلوم دیوبند

اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ مسلمانوں میں دینی جذبات زندہ وتابندہ ہیں اور ہر کام کرنے سے پہلے وہ معلوم کرتے ہیں کہ یہ کام جائز ہے یا جائز نہیں؟ جائز ہے تو کس طرح ادا کرنا اس کی ذمہ داری ہے اس لیے علماء کا فرض ہوتا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ضروری احکام ومسائل مرتب ومدوّن کر کے ان کی طرف سے ملت کے سامنے پیش کیے جائیں، پھر احکام ومسائل جو بھی پیش ہوں وہ مکمل ومدلل ہوں اور فقہ وفتاویٰ کی کتابوں سے باضابطہ حوالہ جات نقل کیے گئے ہوں تا کہ پورے اطمینان کے ساتھ عمل کر سکیں۔

الحمدللہ دارالعلوم دیوبند جو ایشیا کی سب سے بڑی مرکزی دینی درسگاہ ہے، اس سے وابستہ علماء واساتذہ اس طرح کی خدمات انجام دینے میں پیش پیش رہے ہیں اور ملت کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اس وقت خاکسار کے سامنے مولانا محمد رفعت صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند کی نئی کتاب مسائل سفر (مکمل ومدلل) ہے، میں نے اس کا جستہ جستہ مطالعہ کیا بلکہ کہنا چاہیے اس کتاب سے مستفید ہوا، ماشاء اللہ ہر پہلو سے یہ کتاب عمدہ اور دلچسپ ودلپذیر ہے اور سفر کے تمام پیش آمدہ مسائل پر حاوی ہے۔ پڑھ کر مؤلف کے لیے دل سے دعائیں نکلیں، ان شاء اللہ امت کے لیے یہ کتاب بہترین ہدیہ ثابت ہوگی اور خواص وعوام اسے پڑھ کر راہ یاب ہوں گے اور دلی مسرت محسوس کریں گے۔

مؤلف موصوف کے اس سے پہلے بھی بہت سارے مجموعہ مسائل شائع ہو کر اہل علم میں مقبول عام ہو چکے ہیں ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ علمی دینی خدمت قبول فرمائے اور آئندہ بھی اس طرح کی خدمات کی توفیق عطا فرماتا رہے، خاکسار اپنی طرف سے اس گراں مایہ خدمت پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔

طالب دعا: محمد ظفیر الدین غفرلہٗ مفتی دارالعلوم دیوبند

مؤرخہ ۱۱ صفر ۱۴۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ ج اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَکُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ [پارہ نمبر۵ سورۃ النساء رکوع ۱۱]

''اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ کم کرو نماز میں سے، اگر تم کو ڈر ہے کہ ستائیں گے تم کو کافر۔''

نماز قصر کا ثبوت

تشریح: اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قصر کی نماز کا حکم شرع میں خوف کی حالت میں ہے۔ اگرچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ (نماز قصر) امن کی حالت میں بھی مشروع ہے لیکن صحیح حدیثوں اور اجماع سے یہ امر ثابت ہے۔ منجملہ ایسی احادیث کے وہ حدیث ہے جو یعلیٰؓ بن اُمیہ سے مروی ہے:

قلت لعمر، مالنا قصر وقدامنا؟ فقال سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال: صَدَقَۃٌ تَصَدَّقَ اللّٰہُ بِھَا عَلَیْکُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَہٗ. ﴿رواہ مسلم﴾

''یعنی یعلیٰ بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ امن کی حالت میں ہمارے لیے قصر کا کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے عرض کیا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ (قصر) ایک صدقہ (عنایت) ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے تو اس صدقہ کو قبول کرو۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

صحبت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فکان لایزید فی السفر علی رکعتین وابوبکر وعمر وعثمان کذالک ﴿متفق علیہ﴾

''یعنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سفر رہا ہوں، حضور نے کبھی (سفر میں) دو رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھیں۔ حضرت ابوبکر وعمر وعثمان (رضی اللہ عنہم) بھی ایسا ہی کرتے تھے۔''

اس پر سب متفق ہیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اہل مکہ کے ساتھ بحیثیت امام کے چار رکعت والی نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر دیا پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

اتموا صلاتکم فانا قدم سفر

''یعنی تم لوگ اپنی اپنی نمازیں پوری کرو میں مسافر ہوں۔''

نیز واضح ہو کہ قصر کے شرعی حکم ہونے میں اُمت کا اجماع ہے۔

﴿معارف القرآن صفحہ ۵۳۱، جلد ۲ و کتاب الفقہ صفحہ ۷۵۸، جلد اول﴾

نماز قصر اور ائمہ کا مسلک

مسافر جب اپنے گاؤں یا شہر کی آبادی سے نکل جائے تو اس پر قصر واجب ہے، پوری چار رکعت والی فرض نماز کی دو رکعتیں ہی پڑھنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص سفر کی حالت میں جبکہ اس پر قصر واجب ہے پوری چار رکعت پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور دو واجب کو چھوڑنے والا ہوگا، یعنی ایک واجب تو قصر کا ترک (چھوڑنا) ہوگا اور دوسرے قعدۂ اخیر کے بعد فوراً سلام پھیرنا، کیونکہ مسافر کے حق میں پہلا قعدہ ہی آخری ہوتا ہے، اس کے بعد اسے فوراً سلام پھیر دینا چاہیے تھا اور اس نے نہیں پھیرا بلکہ کھڑا ہو گیا، اس طرح اس نے دوسرے واجب کو ترک کیا یعنی چھوڑ دیا۔

اس موقع پر اتنی بات بھی جاننا چاہیے کہ قصر کے جواز میں کسی بھی عالم اور کسی بھی امام کا اختلاف نہیں ہے، صرف اتنی بات ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو قصر واجب ہے، لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قصر اولیٰ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر قصر نہیں کرے گا تو وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک کی رُو سے گنہگار ہوگا، مگر حضرت امام شافعیؒ کا مسلک اُسے گنہگار قرار نہیں دے گا بلکہ خلاف اولیٰ اور افضل چیز کو ترک کرنے والا کہلائے گا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد ۲﴾

آیت قصر میں خوف کے قید کی وضاحت

مذکور بالا آیات قران ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ...... ﴾ کا بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حالت سفر میں قصر کی اجازت اُسی وقت دی ہوگی جب کافروں کے ستانے اور ان کے پریشان کرنے کا خطرہ ہو، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آیت میں خوف کی قید عادت اور اغلب کے اعتبار سے لگائی گئی ہے کہ سفر میں اکثر مسافروں کو خوف ہوتا ہے خصوصاً اس زمانے میں جب کہ کافر ہروقت اور ہر موقع پر درپے آزار ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَه" فرما کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ حالت سفر میں قصر نماز پڑھنے کا حکم صرف خوف کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ یہ آسانی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان تمام بندوں پر ہے جو حالت سفر میں ہوتے ہیں۔ یہ ایک احسان ہے جس سے ہر مسافر فیض یاب ہوسکتا ہے خواہ کسی قسم کا کوئی خوف ہو یا نہ ہو۔

نیز "فَاقْبَلُوْا" میں حکم وجوب کے لیے ہوسکتا ہے یعنی ہر شرعی مسافر کے لیے قصر کرنا واجب اور ضروری ہے چنانچہ اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ حالت سفر میں قصر واجب ہے اور قصر نہ کرنا یعنی پوری نماز پڑھنا غیر پسندیدہ ہے۔ (باعث گناہ ہے)۔

﴿مظاہر حق جدید، ص ۲۲۳، جلد ۲﴾

قصر کی دلیل ہر حال میں ہے

سوال: کیا ہر سفر میں باوجود اَمن واَمان کے بھی ضرور نماز قصر ہی پڑھنا واجب ہے، اس کی دلیل وجوب تحریر فرمائیں۔

جواب: دلیل وجوب یہ حدیث شریف مسلم کی ہے کہ یعلیٰ ابن اُمیہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے نماز قصر کرو اگر تم کو کفار کے فتنہ کا خوف ہو پس اب لوگ مامون ہیں وہ خوف نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے بھی یہ شبہ پیش آیا تھا، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسے قبول کرو۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۹۰، جلد ۴، بحوالہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: سفر میں خوف نہ ہو تو بھی قصر نماز پڑھی جائے گی؟ ﴿معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد ۲﴾

قصر خدائی حکم ہے

وعن ابن عباس قال فرض اللّٰہ الصّلاۃ علی لسان نبیکم صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی الحضر اربعا وفی السفر رکعتین.

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ جل شانہ، نے تمہارے نبی کریم ﷺ کی زبانی حضر میں چار رکعت فرض کی ہیں اور سفر میں دو رکعت۔''

﴿صحیح مسلم﴾

وعن ابن عمر قال سن رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَاۃَ السفر رکعتین وَھُمَا تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے سفر کی نماز کے لیے دو رکعتیں مقرر کی ہیں اور وہ ناقص نہیں ہیں پوری ہیں۔''

سفر کی حالت میں قصر نماز پڑھنا قرآن کریم سے ثابت ہے، لہٰذا حدیث شریف کے الفاظ آنحضرت ﷺ نے ایسے اپنے قول وفعل سے واضح کیے ہیں اور ''وَھُمَا تَمَامٌ غَیْرُ قَصْرٍ'' کہ وہ ناقص نہیں پوری ہیں، کا مطلب یہ ہے کہ سفر کی نماز کے لیے شروع یہی دو رکعتیں ہیں نہ یہ کہ پہلے چار رکعتیں شروع تھیں پھر بعد میں دو رکعتیں کم کر دی گئی ہیں، ایسا نہیں۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۳۱، جلد ۲﴾

نماز قصر کی رعایت کب تک ہے؟

سوال: کیا نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لیے تھی جب کہ لوگ پیدل سفر کیا کرتے تھے یا اب بھی باقی ہے؟

جواب: نماز قصر کی رعایت صرف پہلے وقتوں کے لیے مخصوص نہیں تھی، بلکہ قیامت تک کے لیے ہے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۷۹، جلد ۲﴾

مسئلہ: جو شخص مسافت شرعی میں قصر نہ کرے تو گنہگار ہوتا ہے؟۔

﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد ۴، بحوالہ ہدایہ صفحہ ۱۲۸، جلد اول﴾

سفر شرعی میں نماز پوری پڑھنا ممنوع ہے، قصر ہی کا حکم اور جو حکم شریعت کا ہے اسی کی پیروی کرنی چاہیے۔ ﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۴۵۹، جلد ۴، بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۳۵، جلد اول﴾

مسئلہ: بعض لوگوں کو پوری نماز کی جگہ قصر پڑھنے میں دل میں گناہ کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ قصر بھی شریعت کا حکم ہے جس کی تعمیل پر گناہ نہیں ہوتا بلکہ ثواب ہوتا ہے۔ ﴿معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد ۲﴾

آنحضرت ﷺ کی قصر نماز

عَنْ انس انَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلّٰی بِظُّھرِ بِالْمَدِیْنَۃِ اَرْبَعًا وَصَلَّی الْعَصْرَ بِذِی الْحُلَیْفَۃِ رَکْعَتَیْنِ. ﴿متفق علیہ﴾

''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھیں۔'' ﴿بخاری و مسلم﴾

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ کے سفر کا حال بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حج کے لیے مکہ کے سفر کا ارادہ فرمایا تو مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھی پھر جب مدینہ سے نکلے اور ذوالحلیفہ پہنچے تو وہاں قصر فرمایا اور عصر کی نماز دو رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ جب مسافر شرعی اپنے شہر یا گاؤں کے مکانات سے باہر نکل جائے تو قصر کی نماز پڑھے۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۲۱، جلد اول﴾

مسئلہ: جناب رسول اللہ ﷺ کا بوقت سفر یا غزوات (جنگ) میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت پڑھنا بسبب قصر کے ہے؟

سفر شرعی میں چار رکعت کی جگہ دو رکعت فرض ہوتی ہے اور یہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۹۱ ج ۴، بحوالہ قرآن کریم پارہ نمبر ۵ و مشکوٰۃ شریف، باب الصلوٰۃ السفر، صفحہ ۱۱۹، جلد اول و نصب الرایۃ، صفحہ ۱۸۹، جلد اول، والدر المختار، صفحہ ۱۱۸، جلد اول﴾

غیر مقلدین کا تین میل پر قصر کیوں؟

سوال: حنفیہ کے نزدیک اڑتالیس میل پر مسافر دوگانہ پڑھتا ہے اور غیر مقلدین تین میل پر دوگانہ پڑھتے ہیں اور ثبوت میں حضرت انسؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے تین میل پر دوگانہ پڑھا ہے۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

جواب: تین منزل (جس کے ۴۸ میل ہوتے ہیں) کی مسافت کا ارادہ ہو تو شہر سے باہر نکلتے ہی قصر شروع ہو جاتا ہے اور یہی تاویل ہے اس حدیث شریف کی جس میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ شریف سے باہر تین میل پر قصر کیا یعنی ارادہ آپ ﷺ کا دور کا تھا مگر تین میل پر مدینہ سے نکل کر وقت نماز کا ہوا تو آپ ﷺ نے قصر نماز پڑھی۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۸، جلد ۴، بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل﴾

خدا کی دی ہوئی رعایتوں سے فائدہ اٹھانا چاہیے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کیا جانا بھی اسی طرح پسند ہے جس طرح اپنے پورے احکام کی بجا آوری پسند ہے۔

تشریح: ایک صاحب جلال و جبروت اور قادر و مختار کل بادشاہ کے سامنے ایک غلام کی خوبی یہ ہے کہ اس میں اپنے عجز و انکسار اور ضعف و ناتوانی کا اعتراف کمال درجہ کا ہو۔ جب کبھی شہنشاہ مطلق اس کی کمزوری و عاجزی کے پیش نظر اس کے فرائض میں کوئی تخفیف اور سہولت دے تو شکریئے کے ساتھ اس کو نیازمندانہ قبول کرے، یہی شان بندگی ہے اور یہی موقع شناسی اور اپنے مالک کے جذبہ ہمدردی کی قدردانی ہے ایسے وقت میں بہادری دکھانا اور یہ کہنا کہ "نہیں حضور مجھے مہلت نہیں چاہیے میں تو پورا پورا کام کر سکتا ہوں" اپنی حیثیت سے اونچا دعویٰ ہے جو غرور و پندار پر مبنی ہے اور جس پر اگر عتاب نازل ہو جائے تو کچھ بے جا نہیں، غلام کی کامیابی بہت زیادہ محنت کرنے میں نہیں بلکہ اس کا کمال وقت کو پہچاننا اور اشارہ چشم و ابرو کو سمجھنا ہے۔ اس لیے جس وقت جو رخصت ملے اس کو قبول کر لینا ہی کمال بندگی اور معراج اطاعت ہے۔ ﴿الترغیب والترہیب، صفحہ ۲۰۸، جلد ۲﴾

قصر اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ سفر شرعی میں قصر نماز واجب ہے، قصداً پوری نماز پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ یہ حدود اللہ سے تجاوز ہے۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

''جو شخص خدائی ضابطوں سے باہر نکل جائے (خلاف ورزی کرے) تو ایسے لوگ اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔''

اور ''فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا'' میں یہ داخل نہیں کیونکہ یہ حکم شارع علیہ السلام کے خلاف کرنا نہیں ہے بلکہ وہ شر ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۰، جلد۴، بحوالہ ردالمحتار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد۱، سورۃ بقرہ پارہ ۲﴾

آرام دہ سفر میں قصر کا حکم

مسئلہ: قصر کرنا مسافر کو لازم ہے کہ ریل کا سفر آرام دہ ہے، پوری نماز پڑھنا درست نہیں۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۱، جلد۴، بحوالہ غنیہ، صفحہ ۴۹۹﴾

پوری نماز پڑھنے کی منت ماننا

سوال: مسافر نے منت مانی کہ سفر میں دو چار روز قصداً پوری نماز پڑھا کروں گا تو منت کے دنوں کی نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟

جواب: مسافر کو قصر کرنا یہ منت اس کی لغو ہے یہ معصیت ہے اور خلاف شرع ہے قصداً پوری نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا اور مقیم کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۱۰۸، جلد اوّل﴾

سفر کا مقصد

کسی مسلمان سے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ملاقات کے لیے جانا بھی بڑی فضیلت کا عمل ہے اور اللہ کے لیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس ملاقات کا مقصد کوئی دنیاوی مفاد حاصل کرنا نہ ہو، بلکہ یا تو اس لیے اس سے ملاقات کی جائے کہ وہ نیک آدمی ہے یا کوئی عالم ہے اور اس کی صحبت سے اپنی اصلاح مقصود ہو یا اس لیے ملاقات کی جائے کہ اس کا دل خوش ہو، (مرنے جینے میں) اور مسلمان کا دل خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، اس صورت میں بھی یہ ملاقات اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سمجھی جائے گی اور انشاء اللہ اس پر اجر ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے یا اپنے کسی بھائی کے پاس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ملاقات کو جائے، اس کو (غیبی) منادی پکار کے کہتا ہے کہ تو بھی مبارک، تیرا چلنا بھی مبارک اور تو نے جنت کی ایک منزل میں ٹھکانا بنالیا۔" ﴿ترمذی﴾

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان سے ثواب کی نیت سے ملنے سے بھی نامہ اعمال میں نیکیوں کا بہت اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ حکم ان ہی لوگوں سے ملاقات کرنے کا ہے جن کی ملاقات سے اپنا کوئی دینی نقصان نہ ہو، اس کے برخلاف اگر یہ اندیشہ ہو کہ اس ملاقات کے نتیجہ میں کسی گناہ میں مبتلا ہونا پڑے گا یا اس کی بری صحبت سے اپنے اوپر برا اثر پڑے گا، یا غیبت وغیرہ کرنی یا سنی پڑے گی، یا بے فائدہ باتوں سے بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا تو ایسی ملاقات اور صحبت سے بچنا ہی بہتر ہے۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۹۲﴾

سفر کی قسمیں

عادۃً سفر دو قسم کے ہو سکتے ہیں۔ اوّل خالص دین کے لیے، دوم دنیا کے لیے۔ اوّل کی مثال سفر حج، سفر جہاد، سفر طلب علم کے لیے، سفر علماء وصلحاء کی زیارت کے لیے، سفر اپنے دینی بھائی کی زیارت کے لیے خواہ رشتہ دار ہو یا نہ، وغیرہ ذالک۔ ان میں جس درجہ کا مقصد ہے، اسی درجہ میں سفر فرض یا واجب یا مستحب ہوتا ہے، بہرحال ان میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے۔

دوسرا سفر دنیا کے واسطے جیسے تجارت (بزنس) کے لیے یا کسب معاش (روزی کی تلاش) کی کسی دوسری صورت کے لیے یا محض تفریح طبع کے لیے۔ یہ بھی ایک حد تک فرض، واجب اور مستحب ہوتے ہیں اور ضرورت سے زائد، مباح اور جائز لیکن عقلمند کے لیے مناسب ہے کہ اس سفر میں نیت دین کی رکھے کیونکہ تمام دنیا کے کاروبار دین کی نیت کرنے سے عبادت بن جاتے ہیں مثلاً تجارت کے لیے نکلے تو یہ نیت کرے کہ جن لوگوں کا نان ونفقہ (خرچ) اللہ تعالیٰ نے میرے ذمہ واجب کیا ہے وہ ادا کروں گا اور اس سے جو بچے گا اس میں اپنے مفلس بھائیوں کی امداد یا دوسری مذہبی ضرورتوں میں صرف کروں گا، سال پورا ہوتے پر زکوۃ، صدقۃ الفطر ادا کروں گا اور سفر حج کے لیے اگر رقم جمع ہو گئی تو حج کروں گا اور قربانی کروں گا۔

﴿آداب سفر، صفحہ ۹﴾

جائز و ناجائز سفر کا حکم

سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، مثلاً کوئی شخص چوری کی غرض سے یا کسی کے قتل کرنے کے ارادے سے یا کوئی غلام اپنے مالک کی بلا اجازت یا کوئی لڑکا اپنے والدین کی خلاف مرضی سفر کرے تو ہر حال میں ان کو قصر کرنا چاہیے جبکہ شرعی سفر ہو۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک مسافر شرعی پر قصر واجب ہوا ہے اگرچہ کوئی شخص (سفر میں) فعل حرام کا مرتکب ہوا ہو، ہاں اس فعل حرام کے ارتکاب کا گناہ ہوگا، لیکن قصر واجب ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۳ ۷، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۸، جلد ۳، کتاب الصلوٰۃ﴾

سفر کون سے دن کرے؟

حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ تبوک کے لیے جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ اس کو پسند فرماتے تھے کہ جہاد کے سفر کیا ابتداء جمعرات کے دن سے کریں۔ ﴿بخاری﴾

آنحضرت ﷺ جہاد کے سفر میں جمعرات ہی کے دن روانہ ہونا کیوں پسند فرماتے تھے؟

اس میں کئی احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ چونکہ بندوں کے نیک اعمال جمعرات ہی کے دن سے اللہ تعالیٰ تک اٹھائے جاتے ہیں اس لیے آنحضرت ﷺ یہ چاہا کرتے تھے کہ جہاد کا عمل آج ہی اللہ تعالیٰ تک اٹھایا جائے کہ وہ افضل اعمال ہے اور دوسرے یہ کہ "خمیس" لشکر کو بھی کہتے ہیں اور (جمعرات کا دن بھی یوم الخمیس کہلاتا ہے) لہٰذا آپ ﷺ جمعرات کے دن سفر جہاد کی ابتداء کر کے یہ فال نیک لیتے تھے کہ جس لشکر کے مقابلہ پر جا رہے ہیں اس پر فتح حاصل ہوگی۔

بہرکیف اس سلسلے میں سنت نبویؐ کے مطابق جو چیز ہے وہ یہی ہے کہ جب جہاد کے لیے سفر اختیار کیا جائے تو جمعرات کے دن روانگی عمل میں لائی جائے، لیکن اصل مدار استخارہ اور تفویض اور توکل پر ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۴، جلد ۳﴾

مسئلہ: پنجشنبہ (جمعرات) اور شنبہ (ہفتہ) کی صبح کو اکثر رسول اللہ ﷺ سفر فرمایا کرتے تھے۔

﴿ارکان دین، صفحہ ۱۳۰۶، بحوالہ احیاء العلوم﴾

(ف۔ ن) سفر کے یہ مستحب تو یہ ایام ہیں لیکن یہ کوئی ضروری اور فرض نہیں ہے بلکہ جب موقع اور سہولت ہو تو سفر کر لیا جائے لیکن آداب سفر وغیرہ کا خیال رکھا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ۔

کیا جمعہ کے دن سفر کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کرنا بہتر نہیں مگر جائز ہے اور اذان کے بعد نماز جمعہ سے پہلے سفر کرنا حرام ہے۔ (اگر جمعہ نکلنے کا اندیشہ ہو)۔
﴿کنز صفحہ ۴۲۵، جلد ۲، و فتاویٰ عالمگیر، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

سفر کرنے کا مستحب طریقہ

مسئلہ: جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز (نفل) گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے، اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ ﴿درمختار وغیرہ﴾

نبی ﷺ نے فرمایا کہ کوئی اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ ﴿طبرانی﴾

نبی ﷺ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لیتے تھے۔ ﴿صحیح مسلم﴾

مسافر کو بھی یہ مستحب ہے کہ اثناء سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لے۔
﴿شامی علم الفقہ، صفحہ ۳۰۶، جلد ۲، و کتاب الفقہ، صفحہ ۵۳۰، جلد اول﴾

رات کے وقت سفر کرنا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم رات کے وقت چلنا اپنے لیے ضروری سمجھو کیونکہ رات کے وقت زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔ ﴿ابوداؤد﴾

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی سفر کے لیے گھر سے نکلو تو محض دن کے وقت چلنے پر

قناعت نہ کرو بلکہ تھوڑا (اگر پیدل یا اونٹ وغیرہ پر سفر کرو تو) رات کے وقت بھی (اگر امن ہو تو) چلا کرو کیونکہ رات میں سفر آسانی کے ساتھ طے ہوتا ہے اور اس خیال سے مسافر کی ہمت میں سفر میں کوئی بار نہیں ہوتا کہ ابھی میں نے بہت تھوڑا فاصلہ طے کیا ہے جب کہ حقیقت میں وہ کافی فاصلہ طے کر چکا ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اوّل تو رات کے وقت چلنے کے علاوہ کوئی شغل نہیں ہوتا، دوسرے فاصلے کی علامت ونشانات پر نظر نہیں پڑتی اور یہ چیزیں راستہ پر نظر میں سفر کو بھاری کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اسی مفہوم کو زمین کے لپیٹ دیئے جانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اس سے یہ واضح ہوا کہ یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ دن کے وقت بالکل چلو ہی مت، چنانچہ دوسری احادیث میں یہ حکم بیان فرمایا گیا ہے کہ اپنا سفر دن کے ابتدائی حصہ اور آخری حصہ میں طے (کرنے کی کوشش) کرو اور کچھ حصہ رات کے وقت بھی چلو۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۱، جلد ۳﴾

(مطلب یہ کہ رات میں بھی سفر کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ مسافر اپنی سہولت دیکھے، شریعت نے کوئی خاص دن و وقت مقررہ ضروری نہیں کیا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

اُمت کے حق میں صبح کے وقت کے لیے دُعا

حضرت صخرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا (یوں دُعا دی) ''اے اللہ! میری اُمت کے لیے دن کے ابتدائی حصہ میں برکت عطا فرما، یعنی اگر میری اُمت کے لوگ دن کے ابتدائی حصہ (صبح) میں طلب علم میں مشغول ہوں یا اپنے ذریعہ معاش میں منہمک ہوں اور یا سفر وغیرہ کریں تو اس میں انہیں برکت حاصل ہو۔'' چنانچہ آنحضرت ﷺ جب کوئی چھوٹا یا بڑا لشکر روانہ فرماتے تو اس کو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ فرماتے۔ اور صخرہ رضی اللہ عنہ جو ایک تاجر (بزنس مین) تھے (اس دُعا کی برکت حاصل کرنے کے لیے) اپنا تجارتی مال دن کے ابتدائی حصہ ہی میں روانہ کرتے تھے، چنانچہ وہ مالدار ہوئے اور ان کے مال میں بہت اضافہ ہوا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۱، جلد ۳﴾

سفر کے آداب

رسول اللہ ﷺ جمعرات کے دن سفر میں جانے کو پسند فرماتے تھے۔ ﴿بخاری﴾
اور تنہا سفر کرنے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا بلکہ دو آدمیوں کے ساتھ سفر کرنے کو بھی ناپسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی کہ کم از کم تین آدمی ساتھ ہوں (ترمذی) اور چار ساتھی ہوں تو بہت ہی اچھا ہے۔ ﴿ابوداؤد﴾
آپ ﷺ نے فرمایا: جب سفر میں تین آدمی ساتھ ہوں تو ایک کو امیر بنالیں۔ ﴿ابوداؤد﴾
آپ ﷺ نے فرمایا: سفر میں جس کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل کھانے پینے کی چیزیں ہوں تو ان لوگوں کا خیال کرے جن کے پاس اپنا توشہ نہ ہو۔ ﴿مسلم﴾
آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب لمبے سفر سے واپس آؤ تو رات کو اپنے گھر میں نہ جاؤ۔ (بخاری شریف)۔ (اگر پہلے سے اطلاع کر دی گئی تو کوئی حرج نہیں)۔
آپ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو چاشت کے وقت مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے اور پہلے مسجد میں جا کر دو رکعتیں پڑھتے پھر تھوڑی دیر لوگوں کی ملاقات کے لیے وہیں تشریف فرما رہتے۔ ﴿بخاری شریف﴾
آپ ﷺ نے فرمایا: سفر میں اپنے ساتھیوں کا سردار وہ ہے جو ان کا خدمت گزار ہو۔
﴿اسلامی آداب، صفحہ ۲۲، ومظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۳﴾
سفر میں جن لوگوں کے پاس کتا یا گھنٹی ہو اُن کے ساتھ (رحمت کے) فرشتے نہیں ہوتے۔
﴿مسلم۔ اسلامی آداب، صفحہ ۲۳، مظاہر حق صفحہ ۵۳۵، جلد ۳﴾
جب سرسبزی کے زمانے میں جانوروں پر سفر کرو تو اُونٹوں (اور دوسرے جانوروں) کو ان کا حق دے دو، جو زمین میں ہے یعنی اُن کو چراتے ہوئے لے جاؤ۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۳۶، جلد ۳﴾
اور جب خشک سالی میں سفر کرو (جب کہ جنگل میں گھاس پھونس نہ ہو) تو رفتار میں تیزی اختیار کرو (تاکہ جانور جلدی منزل پر پہنچ کر آرام پالے) اور ایک روایت میں ہے اس سے پہلے سفر ختم کر دو کہ جانور بالکل بے جان ہو جائے۔ ﴿مسلم﴾
جانوروں کی پشتوں کو منبر نہ بناؤ۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۴، جلد اوّل﴾

(مطلب یہ کہ باتیں کرنے کے لیے جانور کی پشت پر سوار ہو کر نہ کھڑے رہو بلکہ اگر کسی سے بات کرنی ہے تو اس کی پشت پر سے اتر کر اپنی حاجت پوری کرو اور پھر اس پر سوار ہو جاؤ، خواہ مخواہ جانور کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی سواری موٹر کار، اسکوٹر وغیرہ کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے کہ بلاوجہ رکنا یا بند کیے بغیر اس پر سوار رہنا غلط ہے کیونکہ یہ پٹرول وغیرہ کی فضول خرچی ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جب منزل پر پہنچ جائیں تو جانوروں کے کجاوے اور زینیں کھول دیں بعد میں نفل نماز میں یا کسی اور کام میں مشغول ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عمل تھا۔ ﴿ابوداؤد﴾

اور جب رات کو جنگل میں پڑاؤ ڈالو تو راستہ میں قیام کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ رات کو طرح طرح کے جانور اور زہریلے کیڑے مکوڑے نکلتے ہیں اور راستے میں پھیل جاتے ہیں۔ ﴿مسلم﴾

جانور کے گلے میں تانت (پلاسٹک کی رسی وغیرہ) مت ڈالو کیونکہ اس سے گلا کٹ جانے کا خطرہ ہے۔ ﴿بخاری﴾

جب کسی منزل پر اُترو تو سب اکٹھے قیام کرو اور ایک ہی جگہ رہو اور دُور دُور قیام نہ کرو۔ ﴿ابوداؤد﴾

اور جب کوئی شخص اپنی سواری پر بٹھانے لگے اور آگے بیٹھنے کی درخواست کرے تو اُسے بتا دو کہ آگے بیٹھنے کا تمہارا ہی حق ہے، اگر پھر بھی وہ آگے بیٹھنے کی درخواست کرے تو قبول کرلو۔ ﴿ترمذی ومظاہر حق، صفحہ ۵۴۵، جلد ۴﴾

سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے، تمہیں نیند اور کھانے پینے سے روکتا ہے، لہٰذا جب وہ کام پورا ہو جائے جس کے لیے تم گئے تھے تو جلد گھر واپس ہو جاؤ۔ ﴿بخاری ومسلم واسلامی آداب از صفحہ ۲۴ تا ۲۵﴾

مسئلہ: اگر سواری کسی جانور پر ہے تو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر رکھنا جائز نہیں۔ ﴿احیاء﴾

مسئلہ: جانور کے منہ پر نہ مارے کہ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: جانور کی پیٹھ پر نہ سوئے کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

مسئلہ: صبح وشام کچھ دیر کے لیے جانور کی پشت سے اُتر کر پیدل بھی چلے یہی سلف صالحین کی سنت ہے، اس میں جانور بھی کچھ آرام حاصل کرلے گا اور اپنے پاؤں بھی کھل جائیں گے۔

مسئلہ: ضروری ہے کہ جس کا جانور کرایہ پر کیا (یا جس سواری پر سوار ہو) اس کو ٹھیک ٹھاک بتا دیا جائے کہ فلاں فلاں سامان اس پر رکھوں گا۔

مسئلہ: حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی سوار اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے اور اگر فضول اشعار اور گانے میں مشغول ہے تو شیطان سفر میں جاتا ہے۔ ﴿رفیق سفر، صفحہ ۱۴، بحوالہ طبرانی، کنز، صفحہ ۳۴۱، جلد ۳﴾

مسئلہ: کہیں پڑاؤ ڈالو تو وہاں نہ زیادہ جگہ گھیرو اور نہ راستہ روکو۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۶، جلد ۳﴾

سفر کا ارادہ کرنے سے پیشتر جن کے حقوق دبائے ہوں ان کے حوالہ کرے اور قرض خواہوں کا قرض بے باق کرے اور جن لوگوں کا خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اُن کی فکر کرے اور کسی کی امانت ہو تو وہ مالک کے پاس پہنچائے اور توشہ سفر مال حلال سے اتنا زیادہ ہو کہ اس میں سے رفیقوں کو دینے کی بھی گنجائش ہو۔ ﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۱۲، جلد ۲﴾

(یہ اس لیے کہ موت کا اطمینان نہیں تاکہ حقوق باقی نہ رہیں۔ رفعت قاسمی)

مسئلہ: آنحضرت ﷺ جب سفر کیا کرتے تھے اپنے ساتھ پانچ چیزیں لے جاتے تھے: (۱) آئینہ (۲) سرمہ دانی (۳) مسواک (۴) کنگھی (۵) سوئی دھاگہ وقینچی۔

﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۲۰، جلد ۲ و امداد الفتاویٰ﴾

تنہا سفر کرنے کی ممانعت کی وجہ؟

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر لوگ اس چیز کو جو تنہا سفر کرنے سے درپیش آتی ہے اتنا جان لیں جتنا میں جانتا ہوں تو کوئی سوار رات میں بھی سفر (کرنے کی ہمت) نہ کرے۔'' ﴿بخاری﴾

تشریح: ''اس چیز سے'' دینی اور دنیاوی نقصانات مراد ہیں، چنانچہ دینی نقصان تو یہ ہے کہ تنہائی کی وجہ سے نماز کی جماعت میسر نہیں ہوتی اور دنیاوی نقصان یہ ہے کہ کوئی غم خوار و مددگار نہیں ہوتا کہ اگر کوئی ضرورت یا کوئی حادثہ پیش آئے تو اس سے مدد حاصل ہو سکے، سوار اور رات کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ سوار کو پیادہ کی بہ نسبت زیادہ خطرہ رہتا ہے اور خصوصاً رات میں۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۳۵، جلد ۳﴾

رفیق سفر کو امیر بنانا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر (مثلاً سفر میں) تین شخص ہوں تو ان میں سے کسی ایک کو امیر بنالینا چاہیے۔ ﴿ابوداؤد﴾

تین شخص سے مراد جماعت ہے کہ جس کا ادنیٰ درجہ تین آدمی ہیں۔ ویسے یہ حکم اس صورت کے متعلق بھی ہے جبکہ دو آدمی بھی ساتھ سفر کر رہے ہوں۔

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی سفر میں ایک سے زائد لوگ ہوں تو اس صورت میں ان میں سے اُس شخص کو اپنا امیر و سردار مقرر کر لیا جائے جو سب سے افضل ہو اور کسی کو امیر سردار بنا لینے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ اگر دوران سفر کسی معاملہ میں آپس میں کوئی نزاعی صورت پیدا ہو جائے تو اس امیر و سردار کی طرف رجوع کر لیا جائے اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو تسلیم کر کے اپنے نزاع کو ختم کر دیا جائے۔

اور امیر و سردار کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ وہ اپنے تمام رفقاء سفر کے حق میں خیر خواہ و مہربان اور غمگسار ہو اور اپنی سرداری کو اپنے لیے محض وجہ افتخار سمجھ کر کسی بُرائی میں مبتلا نہ ہو بلکہ حقیقی معنی میں اپنے آپ کو ان کا خادم سمجھے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

بہترین رُفقاء سفر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "(مثلاً کسی سفر کے) بہترین ساتھی اور رفقاء وہ ہیں جو (کم از کم) چار کی تعداد میں ہوں۔"

تشریح: چار رفقاء اور ساتھیوں کو "بہترین" اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ فرض کیجیے اگر ان چاروں میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے اور وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو کر اپنے تین ساتھیوں میں سے کسی ایک ساتھی کو وصیت کرے تو باقی دو ساتھی اس کی وصیت کے گواہ ہو جائیں۔

ویسے علماء کرام نے لکھا ہے کہ پانچ ساتھی چار سے بہتر ہیں بلکہ پانچ سے بھی جتنے زیادہ ہوں اتنے ہی بہتر ہوں گے اور یہاں حدیث شریف میں "چار" کا ذکر کر کے گویا ادنیٰ درجہ بیان کیا گیا ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

سفر میں کم سے کم کتنے رفیق ہوں

حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ سفر میں کم سے کم تین افراد ہونے چاہئیں۔ اوّل تو وہ جماعت سے نماز ادا کریں اور دوسرے یہ کہ اگر ایک شخص کو دوران سفر کسی ضرورت سے کہیں جانا پڑے تو دو باقی رہیں اور آپس میں ایک دوسرے کی دل بستگی واطمینان کا ذریعہ بنیں اور اس شخص کو آنے میں دیر ہو جائے تو دونوں میں سے ایک اس کی خبر گیری کرے اور تاخیر کا سبب جانے کے لیے چلا جائے اور دوسرا سامان وغیرہ کی دیکھ بھال کرتا رہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۲، جلد ۴﴾

(یہ سب مستحبات میں سے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

اپنے رفقاء سفر کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا معمول

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (سفر کے دوران) چلتے وقت (تواضع وانکسار کی وجہ سے اور دوسروں کی مدد وخبر گیری کے پیش نظر قافلہ سے پیچھے رہا کرتے تھے۔

اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کے کمال انکسار سپتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کس بلند مقام پر تھے اور یہ کہ آپؐ اپنے رفقاء اور ساتھیوں کے حق میں کس قدر مہربان اور خیر خواہ تھے کہ ان کی راحت پر اپنی راحت کو کبھی ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۴، جلد ۴﴾

مسئلہ: منزل پر پہنچ کر تمام رفقاء سفر کو ایک ہی جگہ اکٹھا ٹھہرنے کے لیے حکم فرمایا کرتے تھے اور اس پر صحابہ کرامؓ اتنا عمل کرنے لگے تھے کہ جب کسی منزل پر اُترتے تو آپس میں اتنے پاس پاس ٹھہرتے کہ کہا جانے لگا کہ اگر ان سب پر ایک ہی کپڑا پھیلا دیا جائے تو سب کو ڈھانک لے۔

سفر میں آپؐ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رہتے اور کوئی کام سب کو کرنا ہوتا، مثلاً کھانا وغیرہ پکانا ہوتا تو آپ بھی کام کاج میں ضرور حصہ لیتے تھے مثلاً ایک سفر میں سب اصحاب نے کھانا پکانے کا ارادہ کیا اور ہر ایک نے الگ الگ کام لیا تو حضور ﷺ نے لکڑیاں چن لینے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ ﴿زاد المعاد﴾

(اُس زمانہ میں جنگل میں لکڑیوں کو چننے، جمع کرکے استعمال کرنے کی عام اجازت تھی اور اب بھی بعض علاقوں میں ہے۔) ﴿محمد رفعت قاسمی﴾

جب مقصد سفر پورا ہو جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے جو تمہیں نہ تو (آرام وراحت سے) سونے دیتا ہے اور نہ (ڈھنگ سے) کھانے پینے دیتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص (کہیں سفر میں جائے اور) اپنے سفر کی غرض کو پورا کر لے (یعنی جس مقصد کے لیے سفر کیا وہ مقصد پورا ہو جائے) تو اس کو چاہیے کہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس آ جانے میں جلدی کرے۔'' ﴿بخاری و مسلم﴾

''سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ سفر اپنی صورت کے اعتبار سے جہنم کے عذاب کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

جیسے جسمانی تکلیف اور روحانی اذیت کے اعتبار سے کسی شخص کے حق میں سفر پریشانیوں اور صعوبتوں کا ذریعہ ہونے سے کم نہیں ہوتا، خصوصاً اُس دَور میں جبکہ آج کی طرح سفر کے تیز رفتار واطمینان بخش ذرائع نہیں تھے، لوگ سفر کے دوران کیسی کیسی پریشانیاں برداشت کرتے تھے اور کیسی کیسی مصیبتوں سے دوچار ہوتے تھے جس کا صحیح اندازہ آج کے دَور میں نہیں لگایا جا سکتا۔

حدیث میں سفر کی بطور خاص دو پریشانیوں کا جو ذکر کیا گیا ہے کہ سفر کے دوران نہ تو وقت پر اور طبیعت کے موافق کھانا پینا ملتا ہے اور نہ آرام وچین کی نیند نصیب ہوتی ہے، وہ محض مثال کے طور پر ہے ورنہ سفر میں تو نہ معلوم کتنے ہی دینی ودُنیاوی اُمور فوت ہوتے ہیں، جیسے جمعہ کی نماز، گھر اور دیگر رشتہ دار کے حقوق بروقت ادا نہیں ہوتے اور گرمی وسردی کی مشقت وتکلیف اور اسی طرح کی دوسری پریشانیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۲۷، جلد ۳﴾

سفر میں رات کے وقت آپؐ کے آرام کی کیفیت

آنحضرت ﷺ کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب آپؐ سفر پر ہوتے اور رات کے وقت کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے اور رات کا کچھ حصہ باقی ہوتا تو داہنی کروٹ پر لیٹ کر آرام فرماتے جیسا کہ غیر سفر میں داہنی کروٹ پر لیٹنے کی عادت مبارکہ تھی اور اگر ایسے وقت پڑاؤ ڈالتے کہ رات کا تقریباً پورا

حصہ گزر چکا ہوتا اور صبح ہونے والی ہوتی تو اس صورت میں آپ پوری طرح لیٹنے کی بجائے دست مبارک کو کھڑا کر لیتے اور اس کی ہتھیلی پر سر رکھ کر آرام فرماتے ایسا اس وجہ سے کیا کرتے تھے تا کہ غفلت کی نیند نہ آ جائے اور فجر کی نماز قضا نہ ہو جائے اگر چہ داہنی کروٹ پر سونے کی صورت میں بھی غفلت کی نیند طاری نہ ہوتی۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۹۱، جلد ۵﴾

رخصت ہوتے وقت سلام کرنا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔

تشریح: حدیث شریف کے الفاظ "فودعوا اهلهٗ" جو وداع سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر جاتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کے ذریعہ وداع کہو، اسی لیے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس رخصتی سلام کا جواب واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ یہ سلام اصل میں دعا اور وداع ہے اور اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال کے پاس سلام کو ودیعت (امانت) رکھو۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تم نے رخصت ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کیا تو گویا تم نے سلام کی خیر وبرکت کو اپنے اہل وعیال کے پاس امانت رکھا جس کو تم آخرت میں واپس لو گے جیسا کہ کوئی شخص اپنی چیز کسی کے پاس امانت رکھتا ہے اور پھر اس کو واپس لے لیتا ہے۔

اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ تم سلام کو اپنے گھر والوں کی ودیعت (امانت وسپردگی) میں دے دو تا کہ تم لوٹ کر ان کے پاس آؤ تو اپنی ودیعت (امانت) کو واپس لے لو جیسا کہ امانتیں واپس لی جاتی ہیں۔

یہ بات گویا اس امر کی نیک فال لینے کے مترادف ہے کہ گھر سے رخصت ہونے والا سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اور اس کو دوبارہ سلام کرنے کا موقع ملے گا۔ (انشاء اللہ)۔

﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۴۹، جلد ۵﴾

مسافر کو رخصت کرنے کا طریقہ

مسئلہ: کسی ملاقاتی یا مہمان کو رخصت کرنے کے وقت مکان کے باہر تک اس کے ساتھ جانا یا سفر کا ارادہ کرنے والے کو شہر سے باہر یا تھوڑی دور تک پہنچا دینا مسنون و مستحب ہے۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ اور خود جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی کو سفر پر روانہ فرماتے تو اس کے ساتھ کسی قدر دور تک جاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہمان کے ہمراہ گھر کے دروازہ تک جانا مسنون ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ ایسا کیا کرتے تھے۔ ﴿ابن ماجہ، الجواب المتین، صفحہ ۴۴﴾

رخصت کرتے وقت کی دعا

کسی کو رخصت کرتے وقت آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ آپؐ اس کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیتے اور فرماتے یعنی دعا دیتے تھے: (اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ) ''تمہارا دین، تمہاری امانت اور خاتمہ والے اعمال کو میں خدا کے سپرد کرتا ہوں، وہ ان کی حفاظت فرمائے۔''

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کو رخصت کرنے کے وقت مصافحہ فرمانا بھی آپؐ کا معمول تھا۔ ﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۳، جلد ۵ و مظاہر حق، صفحہ ۲۲۵، جلد ۳، و حصن حصین، صفحہ ۱۲۷﴾

اور جب مسافر چلا جائے تو اس کے لیے یہ دعا کرے: (اَللّٰھُمَّ اطْوِلَہٗ بُعْدَہٗ وَھَوِّنْ عَلَیْہِ السَّفَرَ) ''اے اللہ خیر و عافیت کے ساتھ اس کی مسافت طے کرا دے اور سفر کو اس کے لیے آسان کر دے۔'' ﴿حصن حصین، صفحہ ۶۸﴾

(اگر یہ دعا میں یاد نہ ہوں تو کم از کم آیت قرآنی (فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ) (پارہ ۱۳) یا خدا حافظ ہی کہہ دے۔) محمد رفعت قاسمی غفرلہ

سوار ہونے کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ جب آپؐ سفر پر جاتے اور اونٹ پر سوار ہوتے تو پہلے تین دفعہ اللہ اکبر کہتے اور اس کے بعد

(سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ فِیْ سَفَرِنَا ھٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰی وَمِنَ الْعَمَلِ مَاتَرْضٰی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وُّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ)

تشریح: اس دعا کا ایک ایک جزو اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے پہلی بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اونٹ پر سوار ہونے کے بعد سب سے پہلے تین دفعہ "اللہ اکبر" کہتے تھے۔

اس زمانہ میں خاص کر اُونٹ جیسی سواری پر سوار ہونے کے بعد خود سوار کو اپنی بلندی و برتری کا احساس یا وسوسہ پیدا ہو سکتا تھا، اسی طرح دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کی عظمت و بڑائی کا جو خیال آ سکتا تھا، رسول اللہ ﷺ تین دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اُس پر تین ضربیں لگاتے تھے اور خود اپنے کو اور دوسروں کو بتاتے تھے کہ عظمت و کبریائی بس اللہ ہی کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپ کہتے تھے: سُبْحٰنَ الَّذِیْ، الخ

اس میں اس کا اعتراف و اظہار ہے کہ اس سواری کو ہمارے لیے مسخر کر دینا اور ہم کو اس طرح اس کے استعمال کی قدرت دینا بھی اللہ ہی کا کرم ہے، ہمارا کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ یعنی جس طرح آج ہم یہ سفر کر رہے ہیں، اسی طرح ایک دن اس دنیا سے سفر کر کے ہم اپنے خدا کی طرف جائیں گے جو اصل مقصود و مطلوب ہے اور وہی سفر حقیقی سفر ہوگا اور اس کی فکر اور تیاری سے بندے کو کبھی غافل نہ رہنا چاہیے اور اس کے بعد پہلی دعا آپ کرتے کہ "اے اللہ! اس سفر میں مجھے نیکی اور پرہیزگاری اور اُن اعمال کی توفیق دے جن سے تو راضی ہو۔" بلاشبہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے بندوں کے لیے سب سے اہم مسئلہ یہی ہے، اس لیے ان کی اوّلین دعا یہی ہونی چاہیے۔ اس کے بعد آپ سفر میں سہولت کی اور سفر جلدی پورا ہو جانے کی دعا کرتے اور اس کے بعد آپ اللہ کے حضور میں عرض کرتے: "اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا حقیقی رفیق و ساتھی ہے اور تیری ہی رفاقت و مدد پر میرا اعتماد ہے اور گھر بار اور اہل و عیال جن کو میں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ان کا نگہبان اور نگران بھی تو ہی ہے اور تیری نگہبانی پر بھروسہ ہے۔ یعنی سفر میں بھی تیری رحمت سے عافیت و سہولت نصیب رہے اور واپس آ کر بھی خیر و عافیت دیکھوں۔"

﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۱۷، جلد ۵ و مظاہر حق، صفحہ ۲۱۸، جلد ۳ و حصن حصین، صفحہ ۱۷۱، و احکام حج صفحہ ۱۲۵﴾

(نوٹ) اگر کسی شخص سے یہ لمبی دعا یاد نہ ہو سکے تو کم از کم یہ آیت شریفہ ہی یاد کر لے یا

ترجمہ ہی اپنی زبان میں یاد کرے: (سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝) ﴿پارہ ۲۴ سورۂ الزخرف﴾

سفر میں خوف کے وقت کی دُعا

اگر کسی موقع پر (سفر وحضر میں) دشمن وغیرہ سے ناگہانی نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو سورۃ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اخیر تک پوری پڑھے۔

حضرت ابوالحسن قزوینی فرماتے ہیں کہ یہ سورت ہر نقصان ومضرت سے امان دینے والی ہے، آزمودہ عمل ہے۔ ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۰﴾

دورانِ سفر پڑھنے کی دُعائیں

❶ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الْاَهْلِ. اَللّٰهُمَّ اَصْحَبْنَا فِیْ سَفَرِنَا وَاخْلُفْنَا فِیْ اَهْلِنَا)

''اے اللہ تو ہی سفر کا ساتھی ہے اور تو ہی اہل وعیال میں (ہمارا) قائم مقام ہے۔ اے اللہ تو ہمارے سفر میں ہمارا رفیق بن جا اور ہمارے اہل وعیال میں ہمارا قائم مقام (اور محافظ) بن جا۔ ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۴﴾

❷ اور جب کسی بلندی (پہاڑی وغیرہ) پر چڑھے تو اللہ اکبر کہے اور جب اترے تو سبحان اللہ کہے۔

❸ اور اگر سواری کے جانور کو ٹھوکر لگے (ایکسیڈنٹ وغیرہ ہو جائے) تو فوراً بسم اللہ کہنا چاہیے یا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ) (پارہ ۲، سورۂ بقرہ) پڑھنا چاہیے۔
﴿حصن حصین، صفحہ ۱۷۳﴾

❹ اور جب تک سفر میں رہے وقتاً فوقتاً یہ پانچ سورتیں پڑھ لیا کرے ① قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ (پوری سورت) ② اِذَا جَآءَ (پوری سورت) ③ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (پوری سورت) ④ سورۂ الناس (پوری سورت) اور ہر سورت کو ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے۔ ان کے پڑھنے سے سفر میں خیر وبرکت اور سفر میں خوش حالی وفارغ البالی نصیب ہوتی ہے۔
﴿حصن وحصین، صفحہ ۱۷۷﴾

مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین دعائیں قبول کی جاتی ہیں، ان کی قبولیت میں کوئی شک نہیں ایک تو باپ کی دعا اور دوسری مسافر کی دعا اور تیسری مظلوم کی دعا۔
﴿ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ﴾

تشریح: مسافر کی دعا کے بارے میں دو احتمال ہیں یا تو یہ کہ مسافر کی دعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کے ساتھ احسان کا اور اچھا سلوک کرتا ہے اور اس کی بددعا اس شخص کے حق میں قبول ہوتی ہے جو اس کو تکلیف وایذا پہنچاتا ہے اور اس کے ساتھ بُرا سلوک کرتا ہے یا پھر یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ مسافر کی دعا مطلقاً قبول ہوتی ہے خواہ وہ اپنے لیے کرے یا دوسرے کے لیے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۹۲، جلد ۳، باب الدعا﴾

بوقتِ سفر آپؐ کن چیزوں سے پناہ مانگتے تھے؟

حضرت عبداللہ ابن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے تو پناہ مانگتے، سفر کی مشقت اور محنت سے، واپسی کی بُری حالت سے اور اعمال صالح اور اہل ومال میں زیادتی کے بعد نقصان سے، مظلوم کی بددعا سے اور واپس آکر اہل ومال کو بُری حالت میں دیکھنے سے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۱۸، جلد ۳﴾

کسی بستی میں داخل ہونے کے وقت کی دعا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے (فرماتے ہیں) کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ آپؐ کا معلوم تھا کہ جب وہ بستی دکھائی دیتی جس میں آپؐ جانے کا ارادہ رکھتے تھے تو تین مرتبہ کہتے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا اور اس کے بعد یہ دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحَ اَھْلِھَا اِلَیْنَا۔ ﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۰، جلد ۵، وحصن حصین، صفحہ ۱۷۶﴾

قیام گاہ میں قیام کرتے وقت کی دعا

حضرت خولہؓ بنت حکیم کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی نئی جگہ (خواہ حضر وسفر میں) آئے اور پھر یہ کلمات کہے تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی جب تک کہ وہ اس جگہ سے نہ چلا جائے اور وہ کلمات یہ ہیں: اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ان مذکورہ بالا کلمات کو صبح وشام تین تین مرتبہ پڑھے گا تو اس دن زہریلے جانوروں سے حفاظت حاصل رہتی ہے۔

﴿معارف الحدیث، صفحہ ۲۲۰، جلد ۵ ومظاہر حق، صفحہ ۲۱۹، ج ۳، وحصن حصین، ص ۱۷۶﴾

(یعنی ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹینڈ، ایئرپورٹ وغیرہ پر اترتے وقت یہ مذکورہ دعا پڑھے گا تو انشاء اللہ حفاظت بھی رہے گی اور سنت پر عمل بھی ہوگا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسافت قصر کی حد

قرآن وحدیث میں مسافتِ قصر کی کوئی حد بیان نہیں کی گئی بلکہ مطلقاً سفر ذکر کیا گیا ہے۔

قصر نماز کے باب کی احادیث پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں جہاں قصر نماز کا ذکر کیا گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصر نماز پڑھنے کو بیان کیا گیا ہے، ان تمام مواقع کی مسافت میں فرق ہے، بعض مسافت کم ہے اور بعض مسافت زیادہ ہے، آپ کے بعد صحابہؓ تابعینؒ اور ائمہ، علماء نے اُمت کی آسانی کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے ذریعہ اور غور وفکر سے حد مقرر کی ہے کہ اس حد سے کم مسافت میں نماز قصر نہیں ہو سکتی بلکہ پوری ہی پڑھی جائے گی اور اس مسافت یا اس سے زائد مسافت کی صورت میں قصر واجب ہوگا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسافتِ قصر کے سلسلہ میں تین منزل کی حد مقرر کی ہے اور ایک منزل اتنی مسافت پر ہو کہ چھوٹے دنوں میں قافلہ صبح کو چل کر دوپہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔

اس سلسلہ میں اگر چاروں ائمہ کے مسلک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت اور نتیجہ کے اعتبار سے سب کا یکساں ہی مسلک ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مشہور مسلک کے مطابق مسافت قصر اڑتالیس ۴۸ میل (سواستر کلومیٹر) مقرر ہے۔

طحاوی کے قول کے مطابق شوافع کے یہاں سولہ فرسخ مقرر ہے اور سولہ فرسخ حساب کے اعتبار سے ۴۸ اڑتالیس میل سواستر کلومیٹر کے برابر ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لہٰذا چاروں مسلکوں میں مسافت قصر اڑتالیس میل ہوئی۔ واللہ اعلم۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۳۲، جلد ۲﴾

مسئلہ: ہمارے نزدیک معمول سفر قصر کے لیے اڑتالیس ۴۸ میل یعنی سواستر کلومیٹر سولہ میل کی ایک منزل قرار دی گئی ہے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۴۴، جلد ۴، وآپ کے مسائل، صفحہ ۳۷۹، جلد ۲ ورد المحتار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد اول، ومظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد ۳﴾

(آج کل مسافروں کے لیے سہولت یہ ہوگئی ہے کہ ٹکٹ پر مسافت سفر لکھی ہوئی ہوتی ہے کہ مسافر کو جہاں جانا وہ یہاں سے کتنے کلومیٹر ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مدت قصر

مسئلہ: مسافر کو اس وقت تک قصر کرنا چاہیے جب تک کہ اپنے وطن اصلی نہ پہنچ جائے یا کسی مقام پر کم سے کم پندرہ دن ٹھہرنے کا قصد نہ کرے، بشرطیکہ وہ مقام ٹھہرنے کے لائق ہو، اگر کوئی شخص دریا میں ٹھہرنے کی نیت کرے یا دارالحرب میں یا اسی طرح جنگل میں تو اس نیت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا، ہاں خانہ بدوش لوگ اگر جنگل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں تو صحیح ہو جائے گی اس لیے کہ وہ جنگلوں میں ہی رہنے کے عادی ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اس مقدار مسافت کو طے کرنے سے پہلے ہی جس کا سفر میں اعتبار کیا گیا ہے کسی مقام پر ٹھہرنے کی یا اپنے وطن لوٹ جانے کی نیت کرے تو وہ مقیم ہو جائے گا۔ اگر چہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو، اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے سفر کے ارادہ کو ختم کر دیا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۰، جلد ۲، و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۴، جلد ۲، و معارف القرآن صفحہ ۵۳۳، جلد ۲، کتاب الفقہ ۲۷۷، جلد ۱﴾

دورِ حاضر میں مسافت قصر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے بارے میں مسافت سفر سے متعلق علامہ شامیؒ نے تین اقوال نقل فرمائے ہیں: ۱۵ فرسخ۔ ۱۸ فرسخ۔ ۲۱ فرسخ اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ کتب فقہ میں جس میل کا ذکر ہے اس سے شرعی میل مراد ہے، انگریزی میل مراد ہونا بعید ہے اور ۱۵ فرسخ میں ۴۵ میل اور ۱۸ فرسخ میں ۵۴ میل اور ۲۱ فرسخ میں ۶۳ میل ہوتے ہیں اور ۱۶ فرسخ کا بھی ایک قول نقل کرتے ہیں اس وقت میل کو کلومیٹر سے ملانے کی سخت ضرورت ہے، اگر ۱۶ فرسخ والا قول لیا جائے تو ۴۸ میل ہوتے ہیں اور ایک میل شرعی دو ہزار گز کا ہوتا ہے اور ایک میل انگریزی ۱۷۶۰ گز کا ہوتا ہے اور مفتی شبیر احمد صاحب مفتی مدرسہ شاہی نے بڑی تحقیقات کے ساتھ میل اور کلومیٹر میں تطبیق دی ہے انہوں

نے لکھا ہے کہ میل شریعت کے اعتبار سے ۴۸ میل میں ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر ہوتا ہے اور ۴۸ میل شرعی میں ۷۷ کلومیٹر، ۸۲۷ میٹر ۴۰ سینٹی میٹر ہوتا ہے اور انگریزی میل کے اعتبار سے ۴۸ میل انگریزی ۷۷ کلومیٹر ۲۴۸ میٹر ۵۱ سینٹر دو ملی لیٹر ہوتا ہے اور بعض اکابر نے ۴۸ میل انگریزی کا بھی اعتبار کیا ہے مگر فقہ کی کسی کتاب میں اس کی تحقیق نہیں ملتی ہے، لیکن فقہ کی کتاب میں یہ بات البتہ ملتی ہے کہ مسائل میں جب اختلاف ہو جائے تو اتمام کے قول کو ترجیح دی جائے گی اس لیے ۴۸ میل شرعی میں جو ۸۲ کلومیٹر ۲۹۶ میٹر سے کم ہوتا ہے اس سے کم کی مسافت میں قصر نہیں کرنا چاہیے۔ (مستفاد ایضاح المسائل، صفحہ ۶۸ تا ۱۷۱)۔ نیز حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی نے احسن الفتاویٰ میں قریب قریب اسی کی تائید فرمائی ہے اگرچہ انہوں نے انگریزی میل کے قول کو حضرت تھانویؒ کی طرف نسبت کرنے کو غیر صحیح کہا تھا اور بعد میں اس سے رجوع کر لیا ہے مگر پھر بھی وہ اپنی اسی تحقیق پر قائم ہیں تو کیا ان دونوں مفتیوں کی تحقیق صحیح ہے اور اگر ان لوگوں کی تحقیق صحیح نہیں ہے تو حضرت والا سے درخواست ہے کہ براہ کرم میل شرعی میں کلومیٹر کا کیا حساب بیٹھتا ہے اپنی تحقیق سے آگاہ فرمائیں۔ دور حاضر کے لحاظ سے مسافت کے لیے کلومیٹر کتنا ہوتا ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

﴿والسلام محمد رفعت قاسمی خادم دارالعلوم دیوبند، ۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ﴾

جواب: باسمہ سبحانہ وتعالیٰ وباللہ العصمۃ والتوفیق۔ حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سفر شرعی کی مسافت کی تعیین میں حضرات صحابہ، تابعین ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ مختلف ہیں۔ عمدۃ القاری شرح بخاری وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایات بھی اس بارے میں مختلف ہیں مگر صحیح اور راجح مذہب امام صاحبؒ کا یہ ہے کہ میلوں وغیرہ سے کسی مقدار کی تحدید نہ کی جائے بلکہ تین دن میدانی علاقہ میں پیدل چل کر جس قدر مسافت انسان بآسانی طے کر سکتا ہے وہی مسافت شرعی ہے۔ ایک روایت امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ آپ نے سفر شرعی کی مسافت تین منزل قرار دی ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس کا حاصل بھی تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا (تین دن کی مسافت)۔ الغرض جمہور مشائخ احناف رحمہم اللہ نے میلوں کے ساتھ تعیین کا اعتبار نہیں کیا اس لیے کہ تین دن کی مسافت اصل مذہب ہے جو راستہ وغیرہ کے اختلاف سے مختلف ہو سکتی ہے، اسی کے ساتھ ساتھ بہت سے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے میل اور

فراسخ کے ساتھ بھی تعیین فرمائی ہے اور ان کے اقوال بھی مختلف ہیں۔ ہندوستان کے عام بلاد میں چونکہ راستے تقریباً یکساں ہوتے ہیں، اس لیے محققین علماء ہند نے میلوں کی تعیین فرما کر اڑتالیس میل انگریزی مسافت قصر قرار دے دی ہے کیونکہ عند الفقہاء اوقات معہودہ میں اتنی ہی مسافت بآسانی پیادہ مسافر یہاں کے ہموار عام راستوں میں طے کرسکتا ہے۔ پہاڑی اور گھاٹیوں والے راستوں کی صحیح کیفیت اور چلنے والوں میں متوسط قوی والے آدمی کی رفتار وغیرہ لکھ کر ارباب فتوی سے مسافت قصر کی تقریبی تعیین کرالی جائے (والبسط یطلب من جواہر الفقہ المجلد الاوّل) اڑتالیس میل انگریزی بحساب چکرورتی برابر ستتر کلومیٹر دو سو اڑتالیس میٹر اور دو ملی لیٹر ہوتے ہیں، (تقریباً سوا ستتر کلومیٹر) اتنی مسافت پر محققین حضرات قصر کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور یہ قول پندرہ فرسخ والے قول کے قریب قریب ہی ہے۔

تنبیہ: یہ بات بھی دھیان میں رکھنے کے لائق ہے کہ فرسخ والے اقوال احناف کا اصل مذہب نہیں بلکہ تقریبی مقدار ہیں۔ پس ان ہی اقوال پر بنیاد رکھتے ہوئے ماعدا کی بالکلیہ نفی کردینا روایت و درایت دونوں کے خلاف ہے نیز بعض محققین علماء اڑتالیس میل سے کم اور بعض اس سے زیادہ کے قائل ہیں پس اڑتالیس میل انگریزی والا قول اعدل واوسط الاقاویل ہے اس لیے بھی ہمارے نزدیک اسی کو ترجیح حاصل ہے اور صاحب احسن الفتاویٰ زاد مجدۂ نے بھی اڑتالیس میل انگریزی کی طرف تقریباً رجوع فرمالیا ہے (ملاحظہ ہو احسن الفتاویٰ، جلد ۴، باب صلوٰۃ المسافر، صفحہ ۱۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم، ھذا ما کتبہ احقر الزمن العبد محمود حسن غفرلہٗ بلند شہری خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۱۴۱۴/۹/۲۹ ۱۲ یوم الجمعہ۔ اصاب الی الحق العبد نظام الدین غفرلہٗ۔ الجواب صحیح محمد ظفیر الدین وکفیل الرحمٰن نشاط۔ الجواب صحیح محمد طاہر عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ۔

قصر کون سی نماز میں؟

مسئلہ: تین رکعت یا دو رکعت کے فرائض میں قصر نہیں ہے؟

قصر صرف چار رکعت کے فرائض یعنی ظہر، عصر، عشاء میں ہے۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۰، جلد ۲، و مظاہر حق، صفحہ ۲۲۸ ج ۲، و کتاب الفقہ صفحہ ۷۵۸، جلد اول و احکام سفر صفحہ ۳۶﴾

مغرب، فجر اور سنتیں اور وتر میں قصر نہیں ہے۔ ﴿معارف القرآن، صفحہ ۵۳۴، جلد ۲﴾

مسافر کی شرعی تعریف

سفرِ شرعی جس کے لیے احکام مخصوص ہیں، تین شرطوں پر موقوف ہے۔ اوّل: یہ کہ سفر کم از کم اتنی دور کا ہو جس کو پیادہ (پیدل) چلنے والے بسہولت تین دن میں طے کرسکیں خواہ ریل وغیرہ کے ذریعہ ایک دو گھنٹہ ہی میں طے ہوسکتا ہو، جس کی مقدار آج کل اڑتالیس میل ہے مگر پہاڑوں اور دریاؤں میں یہ تعداد معتبر نہ ہوگی، بلکہ تجربہ سے جو مقدار تین روز کی مسافت ثابت ہو وہی ٹھیک سمجھی جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ابتداء سفر ہی سے اتنی دور جانے کا قصد ہو اور اگر ابتداء دس بیس میل کے سفر کا قصد (خیال وارادہ) کرکے گھر سے نکلا اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت پیش آگئی اور یہاں سے تیس میل اور آگے چلا گیا اور وہاں پہنچ کر پھر آگے جانے کی ضرورت پیش ہوئی تو یہ شخص اس وقت تک شرعی مسافر نہ کہلائے گا جب تک کہ ایک دفعہ اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر کا قصد نہ کرے۔ خواہ ساری عمر پھرتا رہے اور ساری دنیا میں پھر آئے۔ ﴿شامی﴾

تیسری شرط یہ ہے کہ سفر کا قصد کرکے اپنی جائے اقامت کی آبادی سے باہر نکل جائے محض قصد کرلینے سے مسافر نہ ہوگا، بلکہ اپنی بستی سے باہر نکلتے ہی اس پر مسافر کے احکام جاری ہو جائیں گے اگرچہ اپنی بستی کے باغات یا ریلوے اسٹیشن آبادی کے اندر یا اس سے ملا ہوا ہو تو اسٹیشن پر وہ مسافر شرعی نہ ہوگا۔ (بلکہ اسٹیشن سے باہر نکل کر مسافر شرعی مانا جائے گا جبکہ اسٹیشن بستی سے خارج نہ ہو۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۳۵، از مفتی شفیع﴾

مسافر کہاں سے مانا جائے گا؟

مسئلہ: جب کوئی شخص قصر عائد کرنے والی مسافت اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر کلومیٹر کے سفر کا ارادہ کرکے اپنی قیام گاہ سے روانہ ہو کر اپنی بستی سے آگے چلا جائے تب نماز قصر پڑھے، خواہ وہ اس شہر کا باشندہ ہو یا نہ ہو۔

پس اگر کوئی شخص شہر (اپنی بستی) سے روانہ ہوا تو جب تک ادھر کے مکانات سے گزر نہ جائے جدھر سے وہ (سفر پر) روانہ ہوا، نماز قصر نہ پڑھے اگرچہ دوسری جانب اس کے مقابلہ میں مکانات ہوں (یعنی اپنی بستی) شہر کی حدود سے باہر نکلنا ضروری ہے نیز یہ ضروری ہے کہ

تمام ہی مکانات سے گزر جانے پر تحقق سفر ہو اگر چہ وہ مکانات متفرق ہوں لیکن وہ (اس مسافر کے) شہر کے مکانات کہے جاتے ہوں۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسا محلہ ہو جو شہر سے منقطع (الگ) ہو گیا جو پہلے شہر میں شامل تھا تو جب تک اس سے نکل نہ جائے نماز قصر نہ کرے، بشرطیکہ وہ مکانات آباد ہوں، ہاں اگر وہ مکانات غیر آباد ہوں جن میں کوئی بستا نہ ہو تو (مسافر قرار دیے جانے کے لیے) ان سے آگے جانے پر تحقق سفر موقوف نہیں ہے۔

مسئلہ: تحقق سفر کے لیے ضروری ہے کہ کسی شہر کے متصل جو رہائش گاہیں ہیں اور وہ بستی جو شہر سے ملی ہوئی ہے اس سے آگے نکل جائے تب ہی وہ مسافر ہو گا۔ (جب وہ اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے تو شریعت کی رُو سے وہ مسافر بن گیا اور جب تک اپنی آبادی کے اندر چلتا رہے تب تک وہ مسافر نہیں ہے) بخلاف ان بستیوں (آبادیوں کے) جو (شہر سے نہیں بلکہ) شہر کے بیرونی میدانوں سے ملحق (ملی ہوئی) ہیں کہ ان سے آگے جانا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: مسافر کے لیے یہ بھی شرط نہیں ہے کہ (اس کی بستی کے) مکانات نظر سے اوجھل ہو جائیں (تب ہی سفر سمجھا جائے) مثلاً کوئی شخص چھولداری یا خیموں سے روانہ ہوا (جو اس کی بستی سے باہر ہوتے ہیں) تو جب تک ان سب سے باہر نہ نکل جائے مسافر متصور نہ ہو گا، یہ خیمے خواہ قریب قریب ہوں یا متفرق طور پر ہوں۔

☆ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۶، جلد اوّل و فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۳۸، جلد اوّل ☆

(آج کل تو ہر شہر و قصبہ اور دیہات وغیرہ کی حدود میں سرکاری بورڈ یعنی میل، کلو میٹر کے پتھر لگے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں علاقہ شروع یا ختم ہو گیا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جنگل میں رہنے والے کہاں سے مسافر ہوں گے؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریائی علاقہ یا گھنے جنگل میں رہتا ہے تو جب تک دریائی علاقہ یا جھاڑ سے باہر نہ نکل جائے مسافر متصور نہ ہو گا جبکہ وہ جنگل بہت زیادہ وسیع یا اس دریا کا منبع یا اس کے ... کی جگہ بہت دور نہ ہو اگر ایسی صورت ہو تو صرف آبادی سے آگے جانے پر سفر کا اعتبار ہو جائے گا۔

مسئلہ: تحقق سفر کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ مسافر اپنی جائے اقامت (رہنے کی جگہ) کے قریب جو فناء (میدان) ہے اُس سے آگے چلا جائے، فناء سے وہ جگہ مراد ہے جو بستی والوں کے رفاہی مقصد کے لیے مہیا کی جائے، مثلاً گھوڑ دوڑ کا میدان، قبرستان یا ملبہ وغیرہ پھینکنے کی جگہ۔ اب اگر یہ فناء (میدان) کھیت سے چار سو ہاتھ لمبے میدان کے فاصلہ پر ہو تو اس سے آگے جانا (تحقق سفر کی) شرط نہیں ہے۔ ❁ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، صفحہ ۷۶۷، جلداول و بہشتی زیور، صفحہ ۴۷۵ و مجمع، صفحہ ۱۶۰، جلداول و فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۸، و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۷، جلد ۴ ❁

خانہ بدوش کہاں سے مسافر ہوں گے؟

مسئلہ: خیموں میں رہنے والوں (خانہ بدوشوں) کے سفر کا آغاز اس وقت خیال کیا جائے گا جب وہ خیموں اور ان کے متعلقات، یعنی بچوں کے کھیلنے کے میدان، کوڑی کی جگہ، یا جانوروں کے باڑہ سے آگے چلے جائیں۔

اسی طرح ضروری ہے کہ اگر پڑاؤ (خیمہ) اونچی جگہ پر ہے تو اس کے نشیب سے اور اگر نشیب میں ہے تو اس کی بلندی سے گزر جانے کے بعد سفر متصور ہوگا، نیز عرض وادی سے گزر جانے پر جب کہ اس کے پاٹ سے گزر جاتا ہو سفر کا آغاز متصور ہوگا اور یہ مسائل اس صورت میں ہیں جبکہ اس نشیب وفراز یا وادی کا رقبہ حد اعتدال سے زیادہ نہ ہو، اگر یہ رقبہ بہت زیادہ وسیع ہے تو صرف اس جگہ سے آگے جانے پر تحقق سفر ہوگا جہاں لوگ رات کو بات چیت کے لیے (چول وغیرہ میں) اکٹھے ہوتے ہیں، مثلاً وہ مکانات جہاں جمع ہو کر بستی کے لوگ ایک دوسرے سے اپنی ضروریات حاصل کرتے ہیں۔

مسئلہ: وہ مسافر جس کی رہائش نہ مکانوں میں ہو اور نہ خیموں میں، ان کے سفر کا آغاز ان کی اقامت گاہ کی متعلقہ جگہوں سے آگے جانے پر متصور ہوگا۔ ❁ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۵، جلد ۱ ❁

خانہ بدوشوں کی نیت کا حکم

جو لوگ خانہ بدوش ہیں اور ہمیشہ جنگلوں میں خیمے ڈال کر رہتے ہیں، ان کے لیے خیمے ہی جائے اقامت سمجھے جائیں گے اور اسی لیے ان لوگوں کو ہمیشہ نماز پوری چار رکعت پڑھی

چاہیے کیونکہ عادۃً یہ دوسری بستی کی طرف منتقل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ البتہ اگر ایسا کریں کہ اڑتالیس میل کے سفر کا دفعتہً (ایک دم) ارادہ کر کے نکلیں تو مسافر سمجھے جائیں گے۔ (جبکہ مسافتِ قصر پر ہو تو مسافر ہو جائیں گے)۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰، وبدائع صنائع، صفحہ ۱۰۱، ج ۱ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اوّل وعالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳، وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے مانا جائے گا؟

سوال: آج کل شہر اتنے وسیع ہو گئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ الگ تھے، اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں۔ مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں، حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلہ یا حلقہ کی حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کی حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر تو مسافت شہر دہلی کی حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہے تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر کی حد تک کہاں مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟

جواب: وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر جانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا، دوسری آبادی اگرچہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (میونسپلٹی، نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کیے ہیں اس لیے وہ دونوں دو مستقل آبادیوں (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلہ ہے اور محلہ شہر کا جزو ہے لہٰذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافت کے احکام جاری ہوں گے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۶، بحوالہ شامی، صفحہ ۷۷۲، جلد اوّل، باب صلوٰۃ المسافر ومراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۰، جلد ۱﴾

ریلوے اسٹیشن وایئرپورٹ کا حکم

سوال: ایئرپورٹ وریلوے اسٹیشن وغیرہ پر نماز میں قصر ہوگا یا نہیں؟

جواب: اگر اسٹیشن پر آبادی مسلسل ہے (یعنی اسی بستی میں داخل ہے) تو ابھی وہاں مسافر نہیں، پوری نماز لازم ہے، وہاں سے چلنے کے بعد سفر ہوگا تو تب قصر ہوگا۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۸، جلد ۱۲﴾

(یعنی جس جگہ اسٹیشن حدود شہر میں داخل ہو تو وہاں پر قصر کے احکامات شروع نہ ہوں گے۔ رفعت قاسمی غفرلہ)

مسافر شرعی پر بحالت سفر قصر واجب ہے

سوال: ایک شخص نے بمبئی جانے کا ارادہ کیا اور ارادہ گھر سے یہی ہے کہ میں سفر میں چھ ماہ رہوں گا، تو اب یہ شخص قصر کرے گا یا نہیں؟

جواب: راستہ میں وہ شخص قصر کرے گا کیونکہ وہ شخص سفر شرعی کے (۴۸ میل یعنی سوا ستتر کلومیٹر) کے ارادہ سے گھر سے نکلا ہے لہٰذا علت قصر پائی گئی ہے، باقی جب بمبئی پہنچے گا اور وہاں اس کی نیت چھ ماہ کے قیام کی ہے تو وہاں پوری نماز پڑھے گا (راستہ میں جب کہ وہ سفر اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر کلومیٹر ہے تو قصر ہی پڑھے گا وہاں پہنچ کر اگر پندرہ یوم سے زیادہ قیام کی نیت ہے تو پوری نماز پڑھے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۷۴، جلد ۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۳۴، جلد اول، باب صلاۃ المسافر﴾

مسئلہ: سفر کی شرعی حیثیت کو ختم کرنے والی محض نیت اقامت (ٹھہرنے کی) کرنے سے قصر کا حکم باطل نہیں ہوتا جب تک کہ فی الواقع کوئی شخص اقامت اختیار ہی نہ کر لے، چنانچہ مثلاً کوئی شخص قاہرہ سے چلے اور استنبول میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ قیام کرنے کی نیت ہو تو جب تک سفر میں ہے قصر واجب ہوگا یہاں تک کہ وہاں پہنچ کر اقامت نہ کر لے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۲۷، جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۴، جلد ۴ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۹، ونورالایضاح، صفحہ ۱۰۸﴾

قصر نماز کے لیے کس راستہ کا اعتبار ہے؟

سوال: میرے گاؤں سے پشاور شہر کو تین راستے جاتے ہیں، ایک راستہ اڑتالیس میل کا ہے اور دوسرا راستہ چالیس میل کا ہے اور تیسرا راستہ پیدل پینتیس میل کا ہے۔ تینوں راستوں کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: جس راستہ پر سفر کیا جائے اس کا اعتبار ہے اگر وہ اڑتالیس میل ہو تو قصر لازم ہے، خواہ دوسرا راستہ اس سے کم مسافت کا ہو۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲ وفتاویٰ دار العلوم دیوبند، صفحہ ۴۵۲، جلد ۴، وامداد الاحکام، صفحہ ۷۲۲، جلد اوّل وردالمحتار باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۵، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۳۶، جلد اوّل وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۸، جلد اوّل در مختار، صفحہ ۷۳۰، جلد اوّل﴾

سفر قصر کرنے والے راستے سے کیا اور واپسی غیر قصر والے سے

سوال: ایک جگہ کے دو راستے ہیں، اگر ریل سے جائے تو قصر لازم ہے اور پیدل کے قریب کے راستہ کو جانے سے پوری نماز پڑھے گا اگر گیا تو ریل سے اور آیا پیدل یعنی قریب کے راستہ کو تو گھر پہنچنے تک قصر پڑھے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں واپسی میں بھی وہ شخص قصر کرے گا جب تک کہ وہ وطن میں نہ پہنچ جائے، کیونکہ اس گاؤں میں اس نے پندرہ دن قیام کی نیت نہیں کی تھی وہ گاؤں ابھی تک وطن اقامت نہیں ہوا تھا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۲، جلد ۴﴾

بیک وقت دو شہروں میں مقیم کے لیے حکم

سوال: میری مستقل رہائش سمندری (شہر کا نام ہے) میں ہے جو فیصل آباد سے تیس میل پر ہے۔ میں فیصل آباد میں مستقل ملازمت کرتا ہوں اور ملازمت کی وجہ سے فیصل آباد ہی کو وطن سکونت سمجھتا ہوں دوران سفر قصر نماز کے لیے کس شہر کو پیش نظر رکھنا ہوگا مستقل خاندانی رہائش کو یا جہاں ملازمت کرتا ہوں؟

جواب: دونوں کا اعتبار ہوگا، جس شہر سے آپ سفر شروع کریں گے وہاں کا بھی اور دوسرے کا بھی۔ مثال کے طور پر آپ فیصل آباد سے سرگودھا کی طرف سفر کر رہے ہیں تو وہ جگہ فیصل آباد سے اڑتالیس میل یا زیادہ کی مسافت پر ہونی چاہیے تب آپ مسافر ہوں گے اور اگر آپ فیصل آباد سے گوجرہ کی طرف سفر شروع کریں تو سمندری آتے ہی آپ مقیم ہو جائیں گے اب آگے کی جگہ اگر سمندری سے اڑتالیس میل ہو تو آپ مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ اسی طرح اگر آپ کو سمندری کی طرف جانا ہے، راستے میں فیصل آباد آتا ہے۔ آپ وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائیں گے۔ اب اس سے آگے کی مسافت ۴۸ میل ہو تو مسافر ہوں گے ورنہ نہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: شرعی مسافر کا راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے مثلاً دس دن یہاں پانچ دن وہاں اور بارہ دن وہاں لیکن پورے پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کا ارادہ نہیں تب بھی وہ مسافر رہے گا یعنی قصر کرے گا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ کبیری، صفحہ ۱۵۰﴾

(اگر منتہائے سفر اڑتالیس میل ہو تو یہ حکم ہوگا اور اگر ابتداء سفر مسافت قصر کی نیت نہ ہو تو مسافر نہ ہوگا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: شرعی مسافر اگر راستہ میں کہیں ٹھہر جائے تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو برابر وہ مسافر رہے گا چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا۔ پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی وہ مسافر نہ بنے گا۔ نمازیں پوری پورے پڑھے، پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ اڑتالیس میل (سواستتر کلومیٹر) ہے جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گا اور اگر اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوگا۔
﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، جلد ۲، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۱﴾

مسئلہ: اڑتالیس میل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلے لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ فلاں علاقہ میں پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہیں رہا (یعنی یہ قصد کر لینا کہ فلاں دیہات میں ایک دو منزل کے بعد قیام ہوگا) اگر یہ قصد و نیت ہو تو اُسے مسافر قرار نہ دیں گے۔
پورے راستہ پوری نماز پڑھے، پھر اگر گاؤں میں پہنچ کر پورے پندرہ دن نہیں ٹھہرنا ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۱﴾

قیدی کے لیے نماز قصر

مسئلہ: نماز کے قصر و اتمام کا مدار اقامت اختیار و اضطراری پر نہیں ہے بلکہ اس کا مدار پندرہ روز تک اقامت کے تیقن پر ہے، چنانچہ بیوی، خادم، غلام اور قیدی کی اقامت اختیاری نہیں ہوتی بلکہ شوہر اور مالک کی اقامت کے تابع اور غیر اختیاری ہوتی ہے۔ لہٰذا جب انہیں پندرہ روز تک شوہر اور مالک کی اقامت کا علم ہو جائے تو ان پر اتمام یعنی پوری نماز پڑھنا ضروری ہے۔
غرضیکہ جنگی قیدی کو اگر قرائن سے ظن غالب ہو جائے کہ پندرہ روز تک اُسے اسی مقام پر رکھا جائے گا تو اس پر اتمام (پوری نماز پڑھنا) ضروری ہے، قصر جائز نہیں۔

﴿احسن الفتاویٰ، صحہ ۸۷، جلد۴﴾

مسئلہ: قیدی نے قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دو رکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز نہیں ہوئی۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۸، جلد۵، بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۶، جلد اوّل وطحطاوی، صفحہ ۲۲۵، جلد اوّل﴾

مسئلہ: شہر میں امیر (کمانڈر) کی اقامت کی نیت کرنے سے فوج کا سپاہی جنگل میں مقیم ہو جائے گا۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۰، جلد۳﴾

فوجی کے لیے نماز قصر

سوال: ہم لوگ میدان جنگ میں شامل ہیں لیکن دس روز کہیں، بیس روز کہیں ٹھہرنا ہوتا ہے، ہم کو پہلے سے کوئی اطلاع نہیں ہوتی، چاہے ایک روز میں گھر چلے آئیں یا دس سال تک بھی نہ آئیں اس صورت میں نماز قصر پڑھیں یا نہیں؟
جواب: ایسی حالت میں نماز قصر ہی ادا کرنی چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۷، جلد۴ بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۴۹، جلد اوّل﴾

مسئلہ: اگر اسلامی لشکر کسی جگہ کا قصد کرے اور ان کے ساتھ سائبان اور چھوٹے بڑے ڈیرے ہیں اور وہ راستہ میں کسی جگہ جنگل میں اتر کر ڈیرے کھڑے کر دیں اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کریں تو مقیم نہ ہوں گے، اس لیے کہ یہ سب لے چلنے کا سامان ہے مسکن نہیں ہے۔

﴿عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد۳﴾

بحری جنگوں مشقوں میں قصر کا حکم

بحریہ کے جہاز جب سمندر میں مختلف جنگی مشقوں کے لیے مشق یا گشت کرتے ہیں تو کیا ان میں نماز قصر پڑھنی ہوگی یا پوری جبکہ ان جہازوں کے تفصیلی حالات حسب ذیل ہیں:

❶ کھانے پینے اور رہائش اور دیگر تمام ضروریات زندگی جیسے گھر میں مقیم ہوتے ہیں سب مہیا ہیں، جہاز اکثر دو دنوں سے لے کر ہفتہ عشرہ تک مسلسل سمندر میں رہتے ہیں، بعض اوقات کراچی سے صرف تیس چالیس میل پر ہوتے ہیں لیکن سفر کے حساب سے وہ سینکڑوں میل ایک ہی دن میں طے کر جاتے ہیں، مثلاً کبھی ان مشقوں کے دوران کو، کبھی مغرب وشمال وجنوب کو بیس پچیس یا تیس میل قطر کے دائرہ کے اندر گھومتے رہتے ہیں تو کیا یہاں کل سفر کا حساب ہوگا یا کراچی سے فاصلہ کا؟

❷ ایک بار مثلاً انہوں نے شرعی ۳ منزل (اڑتالیس ۴۸ میل) کراچی سے فاصلہ طے کر لیا اور پھر دو یا تین دن اس سے کم فاصلہ پر رہے اور مختلف اطراف کو چلتے رہے تو یہاں قصر ہوگی یا نہیں؟

❸ جہاز صرف چند گھنٹوں کے لیے سمندر میں گیا کراچی بندرگاہ سے پورے اڑتالیس پچاس میل سیدھا ایک طرف گیا اور پھر سیدھا واپس بندرگاہ آ گیا تو کیا حکم ہے؟

❹ جہاز چند گھنٹوں کے لیے کراچی سے روانہ ہوا پھر سیدھا ایک طرف نہیں بلکہ مختلف اطراف کو مڑتا ہوا اس نے پچاس سے زائد میل سفر کیا اور اسی طرح واپس ہوتے ہوئے پچاس سے زائد میل سفر ہوا لیکن اس دوران کبھی بھی اور کسی جگہ پر بھی کراچی سے اڑتالیس میل پر نہ تھا تو کیا حکم ہے؟

❺ بندرگاہ سے جہاز بیس پچیس میل کے فاصلہ پر دو تین دن مشقیں کرتے رہے پھر تیسرے یا چوتھے دن اڑتالیس میل سے زائد فاصلہ پر جا کر پھر واپس آ گئے تو کیا بعد میں سب نمازیں واپسی بندرگاہ تک پوری ہوں گی یا قصر؟

❻ کراچی سے جہاز چلا پچاس سے زیادہ میل فاصلہ تک جانے کا ارادہ تھا، پھر راستہ میں خراب ہو گیا یا کسی مصلحت کی بنا پر واپس آ گیا تو کیا نماز پوری ہوگی یا قصر؟

❼ بعض اوقات جنگی مشقوں کی مصلحتوں کی بنا پر کسی کو بھی نہیں بتایا جاتا سوائے چند خصوصی افراد کے جو اس کام یعنی سمتوں اور فاصلوں کے معلوم کرنے پر مامور ہوتے ہیں کہ جہاز بندرگاہ سے اتنے فاصلہ پر ہے تو کیا معلوم کرنا فرض ہے جبکہ ان افراد کو جن کو معلوم ہے سختی سے منع کر دیا ہو کہ کسی کو نہ بتائیں تو کیا وہاں اپنے اندازہ پر قصر یا پوری نماز پڑھیں گے؟
علاوہ ازیں بحری سفر کے بارے میں شرعی احکام سے متعلق آگاہ فرمائیں گے کہ کتنے میل کی مسافت پر قصر کا حکم ہے؟

❶ دوران مشق اگر جہاز اڑتالیس میل سے کم فاصلہ کے قطر مشرق و مغرب جنوب وشمال چکر لگاتے ہیں تو نماز پوری پڑھی جائے گی اگر چہ کل سفر کے حساب سے سینکڑوں میل طے کر جائیں، جب تک ساحل کراچی سے اڑتالیس میل فاصلہ نہ ہو جائے قصر نہ کیا جائے۔

❷ جب ایک بار ساحل کراچی سے اڑتالیس میل سفر کیا اور سفر شروع کرتے وقت اڑتالیس میل یا اس سے زائد سفر کا ارادہ بھی تھا تو اس صورت میں روانگی کے بعد واپسی تک قصر کیا جائے۔

❸ قصر کیا جائے۔

❹ نماز پوری پڑھی جائے۔

❺ اگر سفر شروع کرتے وقت اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا ارادہ تھا تو شروع سے قصر کیا جائے، اگر شروع سے اڑتالیس میل کا ارادہ نہیں تھا تو اڑتالیس میل ہو جانے کے بعد بندرگاہ واپسی تک قصر کیا جائے۔

❻ جس وقت ارادہ تبدیل ہو، اس وقت سے نماز پوری پڑھی جائے، اس سے قبل قصر کیا جائے۔

❼ ظاہر ہے کہ جہاز کے عام ملازمین کمانڈر کے تابع ہیں اور اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ متبوع یعنی کمانڈر کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جب نیت معلوم نہ ہو سکے جیسا کہ سوال میں کہا گیا ہے کہ نیت وارادہ معلوم کرنا مشکل ہے تو اگر آفیسران نمازی ہیں تو ان کو دیکھ لیا جائے کہ کس طرح نماز پڑھتے ہیں، قصر کے ساتھ یا پوری نماز پڑھتے ہیں ورنہ تابع یعنی جہاز کے باقی حضرات اپنی حالت کا اعتبار کریں، اڑتالیس میل کے بعد قصر کریں اور اس سے پہلے تمام یعنی پوری نماز پڑھیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿احسن الفتاویٰ از صفحہ ۸۳ تا ۸۵، جلد ۴﴾

مسافر کے گھر کی خبر گیری رکھنا

حج اور جہاد بڑی عظیم عبادتیں ہیں لیکن اگر کوئی اپنی عدم استطاعت کی وجہ سے یہ عظیم عبادتیں خود انجام نہ دے سکے۔ ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ان عبادتوں کے ثواب میں حصہ دار بننے کا بہترین راستہ پیدا فرما دیا ہے اور وہ یہ کہ جو شخص کسی مجاہد کو جہاد کی تیاری میں مدد دے یا کسی حاجی کے سفر حج کی تیاری میں مدد کرے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی جہاد اور حج کے ثواب میں حصہ دار بنا دیتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص جہاد یا حج (وغیرہ) کے سفر پر گیا ہے تو اس کے پیچھے اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرنا، ان کی ضروریات پوری کر دینا بھی ایسا عمل ہے جس سے انسان جہاد یا حج کے ثواب میں حصہ دار ہو جاتا ہے۔ سنن نسائی میں ہے کہ حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا اَوْجَهَّزَ حَاجًا، اَوْخَلَفَهُ فِي اَهْلِهِ، الخ)

''جو شخص کسی مجاہد کو (جہاد کے لیے) تیار کرے، یا کسی حاجی کو (حج کے لیے) تیار کرے (یعنی اس کے اسباب فراہم کرنے میں مدد دے) یا اس کے پیچھے اس کے گھر کی دیکھ بھال کرے یا کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو اس کو ان سب لوگوں جتنا ثواب ملتا ہے، بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ (اس کو بھی ثواب ملے گا)۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۱۲۲﴾

ہم سفر کا حق توبہ سے بھی معاف نہیں

جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکان کے پڑوسی کے بہت سے حقوق رکھے ہیں اسی طرح ہم سفر کے بھی حقوق بیان فرمائے ہیں اور ہم سفر سے مراد وہ شخص ہے جس سے خواہ پہلے جان پہچان نہ ہو، لیکن کسی سفر کے دوران وہ ساتھ ہو گیا، مثلاً بسوں، ریلوں، ہوائی جہاز وغیرہ میں اپنے قریب بیٹھنے والا، اس کو قرآن شریف کی اصطلاح میں (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ) (پارہ پنجم) ''وہ ہم سفر جو تھوڑے وقت کے لیے پڑوسی بنا ہو'' اس کا حق یہ ہے کہ اپنے کسی عمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

بعض لوگ سفر میں اپنے آرام کی خاطر اپنے ہم سفروں کو تکلیف پہنچانے سے گریز نہیں کرتے، حالانکہ یہ سوچنا چاہیے کہ سفر تو ایک مختصر وقت کے لیے ہوتا ہے جو کسی نہ کسی طور گزر ہی جاتا ہے لیکن اپنے کسی عمل سے ہم سفر کو ناحق کوئی تکلیف پہنچی تو اس کا گناہ اور شدید گناہ ہمیشہ کے لیے اپنے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

اور یہ گناہ چونکہ حقوق العباد (انسانی حقوق) سے تعلق رکھتا ہے اس لیے صرف توبہ سے معاف نہیں ہوگا جب تک کہ وہ ہم سفر اس کو معاف نہ کرے، اور عموماً جن لوگوں سے سفر میں ملاقات ہوتی ہے، سفر کے بعد نہ اُن سے کبھی ملاقات ہوتی ہے اور نہ ان کا پتہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن سے معافی کرالی جائے۔ اس لیے سفر کے اختتام کے بعد اس گناہ کی معافی کا عام حالات میں کوئی راستہ نہیں رہتا، اس لحاظ سے ہم سفر کو تکلیف پہنچانے کا گناہ انتہائی سنگین گناہ ہے جس کی معافی بہت مشکل ہے۔

دوسری طرف اگر ہم سفر کے ساتھ حُسنِ سلوک کیا جائے، حتیٰ الامکان ایثار سے کام لیا جائے، اس کو راحت اور آرام پہنچانے کی کوشش کی جائے یا کم از کم اُس سے خندہ پیشانی کا معاملہ کیا جائے تو یہ بہت بڑے ثواب کا کام ہے اور معمولی توجہ سے ثواب کا ایک بڑا خزانہ اپنے لیے جمع کیا جاسکتا ہے۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۹۱﴾

سفر میں حقوق العباد کی اہمیت

انسان جس طرح انفرادی زندگی میں شریعت مطہرہ کا پابند ہے اسی طرح اجتماعی معمولات زندگی میں بھی شریعت کا مکلف ہے، لہٰذا جب ساتھی (مسافر) ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے تو دنیا کے اندر بھی آسانی و بہتری حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں تو ہے ہی۔ چنانچہ جگہ جگہ قرآن و حدیث میں ساتھیوں اور معاشرے میں شریک افراد کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے جہاں پر عبادت کا تذکرہ فرمایا ہے وہیں پر دیگر انسانوں کے حقوق کا بھی ذکر کیا ہے۔ پانچویں پارہ میں (وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ، الخ) فرماکر اس میں اس شخص کو بھی شامل کرلیا ہے جو ریل، جہاز، بس یا کسی مجلس میں آپ کے ساتھ بیٹھا ہو۔

اس لیے خاص طور پر مسافر پر ضروری ہے کہ ہم سفر (اپنے ساتھیوں) کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا معاملہ کرے کم از کم ان کو تکلیف پہنچانے سے احتراز کرے۔

اسی طرح گندگی پھیلانا، تھوکنا، پھلوں کے چھلکے پھیلانا، ریل یا بسوں کی کھڑکیوں سے اس طرح سے تھوکنا یا پانی گرانا کہ دوسروں پر چھینٹ پہنچے یا فلش وغیرہ کو گندا کرنا یا وہاں کا سامان چرانا کہ جس سے کہ بعد میں آنے والوں کو تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ ڈبل گناہ ہے۔

اور اسی طرح جہاں پر سب کے حقوق برابر ہوں (عام مسافر خانہ، پلیٹ فارم وغیرہ میں) بلاضرورت حد سے زیادہ جگہ گھیر لینا یا دوسروں کو بیٹھنے کی سہولت نہ دینا، یہ بھی غیر مناسب اُمور ہیں۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہم سفر اس کے حسنِ اخلاق کو یاد کر کے ذکر خیر ہی کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اخلاق بھی دُرست ہو جائیں تو یہ اس کے لیے ذخیرہ آخرت ہو جائے گا۔ ﴿محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ﴾

دارالحرب میں سفر کے احکام

مسئلہ: ایک شخص دارالحرب میں امن طلب کر کے داخل ہوا اور موضع اقامت (یعنی ٹھہرنے کی جگہ) میں قیام کی نیت سے سکونت پذیر ہوا تو اس کی نیت صحیح ہے۔ ﴿خلاصہ﴾

مسئلہ: اگر دارالحرب میں سے کوئی دارالحرب میں ہی مسلمان ہو اور کافروں کو اس کے اسلام لانے کی خبر ہوئی اور وہ لوگ اُسے قتل کرنے کے لیے اس کو تلاش کرنے لگے، وہ خوف زدہ ہو کر اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) کے سفر کا ارادہ کر کے وہاں سے بھاگ گیا تو مسافر ہو جائے گا، اگرچہ کسی جگہ ایک مہینہ تک یا اس سے بھی زیادہ چھپا ہوا رہے، اس لیے کہ اب وہ اُن سے لڑنے والا ہو گیا اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو امن مانگ کر دارالحرب میں داخل ہوا تھا اور پھر وہ لوگ اپنا عہد و پیمان توڑ کر اس کے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔

مسئلہ: اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص دارالحرب کے کسی شہر میں مقیم تھا جب وہاں کے لوگوں نے اس کو قتل کرنا چاہا تو یہ اسی شہر میں کہیں چھپ گیا، تو یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اس لیے کہ وہ اس شہر میں مقیم تھا اور جب تک وہاں سے باہر نہ نکلے گا مسافر نہ ہوگا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر دارالحرب میں سے کسی ایک شہر کے لوگ مسلمان ہو گئے اور دارالحرب

والوں نے اُن سے لڑائی شروع کر دی، جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو اگر وہ اپنے شہر ہی میں ہیں تو پوری نماز پڑھیں گے۔

مسئلہ: اسی طرح دارالحرب والے اگر ان کے شہر پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمان ایک منزل چلنے کا قصد کر کے وہاں سے نکل جائیں، تب بھی وہ پوری نماز پڑھیں گے اور اگر تین منزل یعنی اڑتالیس میل کے سفر کا ارادہ کر کے نکلے ہیں تو نماز میں قصر کریں گے۔

مسئلہ: اگر وہ لوگ پھر اپنے شہر میں واپس آ جائیں اور مشرکین اس شہر میں آنے سے ان کا تعارض نہ کریں تو پوری نماز پڑھیں گے، اگر مشرکین مسلمانوں کے شہر پر غالب آ جائیں اور اقامت اختیار کر لیں، پھر مسلمان اپنے شہر کی طرف واپس ہوں اور مشرکین اس کو خالی کر دیں تو دیکھیں گے کہ اگر مسلمان اس شہر میں اپنے گھر و مکانات بنا لیتے ہیں اور وہاں سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے تو وہ دارالاسلام سمجھا جائے گا اور اس میں پوری نماز پڑھیں گے اور اگر وہاں گھر وغیرہ تعمیر کرنے کا خیال نہیں ہے بلکہ ایک مہینہ ٹھہر کر دارالاسلام میں آنے کا ارادہ ہے تو نماز قصر کریں گے۔

مسئلہ: اگر مسلمانوں کا لشکر دارالحرب میں داخل ہوا اور کسی شہر پر غالب آ گیا اور اس میں اپنے گھر وغیرہ تعمیر کر لیے تو پوری نماز پڑھیں گے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۹۰، جلد ۳﴾

سفر میں نیت کے احکام

مسئلہ: مسافر نے نماز کے وقت کے اندر نماز پڑھتے ہوئے اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز پڑھے، خواہ منفرد ہو یا مقتدی ہو، یا مسبوق ہو یا مدرک ہو۔ اگر لاحق ہے اور امام کے فارغ ہونے کے بعد اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز نہ پڑھے اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت یعنی قیام کی نیت کی اور لاحق نے قیام کی نیت کے بعد قیام کر لیا اور نماز کا وقت ابھی باقی ہے تو چار رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکل گیا ہے تو دو رکعتیں پڑھے اور اگر نماز کا وقت نکل گیا اور وہ نماز پڑھ رہا ہے، پھر اقامت کی نیت کر لی تو قصر ہی پڑھے۔ ﴿خلاصہ﴾

مسئلہ: مسافر نے اگر سلام کے بعد اقامت کی نیت کی اور اس پر سجدۂ سہو واجب تھا تو اس نماز میں اس کی نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس نے نماز سے نکلنے کے بعد اقامت کی نیت کی اور امام

ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق سجدۂ سہو اس سے ساقط ہو جائے گا اس لیے کہ وہ اگر سجدۂ سہو کی طرف عود (لوٹے) کرے گا تو اس کے فرض چار ہو جائیں گے اور نماز کے اندر سجدۂ سہو واقع ہو گا، اس لیے نماز باطل ہو جائے گی اور اگر سجدۂ سہو ادا کر لیا اور پھر اقامت کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہے اور اس کی نماز کی چار رکعات ہو جائیں گی، خواہ ایک سجدہ کیا ہو یا دو سجدے کیے ہوں۔ اگر سجدے کے اندر اقامت کی نیت کی تب بھی یہی حکم ہے، اس لیے کہ جب اس نے سجدہ کیا، تو نماز کا تحریمہ پھر عود کر آیا اور اس کی ایسی صورت ہوگئی کہ اس نے نماز کے اندر اقامت کی نیت کر لی ہے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نماز کے شروع وقت میں مسافر تھا اور وہ نماز اس نے قصر سے پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو اس کا فرض نہ بدلے گا اور اگر ابھی تک نماز نہیں پڑھی تھی یہاں تک کہ نماز کے آخر وقت میں اقامت کی نیت کر لی تو فرض کی چار رکعت ہو جائیں گی اگرچہ اتنا وقت باقی نہیں ہے کہ جس میں پوری نماز ادا ہو سکے بلکہ تھوڑی سی نماز پڑھ سکتا ہے اور اگر وقت گزرنے کے بعد قیام کی نیت کی تو سفر کی نماز قضا کرے گا۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۷۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: نماز پڑھتے ہوئے یا نماز کے اندر ہی پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ہوگئی تو مسافر نہیں رہا یہ نماز پوری پڑھے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۲۲، جلد ۱﴾

مسئلہ: واضح ہو کہ جب تک سفر کی نیت نہ کی جائے قصر کرنا صحیح نہیں ہو گا چنانچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ قصر درست ہونے کے لیے سفر کی نیت شرط ہے، لیکن سفر کے لیے دو باتیں شرط ہیں، ایک تو یہ کہ ابتدائے سفر سے ہی اس پوری مسافتِ شریعتہ یعنی اڑتالیس میل کو طے کرنے کی نیت ہو۔ اگر کوئی شخص یوں ہی منہ اٹھا کر یعنی بغیر نیت کے چل پڑے اور خبر نہیں کہ کہاں جانا ہے تو اس میں قصر نہ ہو گا، خواہ تمام زمین کے گرد پھر جائے کیونکہ قصر کے فاصلے تک جانے کا ارادہ نہیں ہوا، اس بات پر سب متفق ہیں۔

دوسری شرط ارادہ کا مستقل ہونا، یعنی ارادہ میں کسی دوسرے کا تابع نہ ہو، لہٰذا جو شخص سفر میں دوسرے کا تابع ہو، اس کی نیت سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ متبوع کی نیت نہ ہو، مثلاً

کوئی بیوی اپنے خاوند کے ساتھ سفر میں ہے یا سپاہی اپنے سردار کے ساتھ یا ملازم اپنے مالک کے ساتھ ہو۔ اب اگر بیوی نے (بطور خود) قصر کے قابل مسافت کے ارادہ کرلیا، لیکن خاوند نے نہیں کیا تو بیوی کو قصر نہیں کرنا چاہیے۔ یہی حال سپاہی یا ملازم کا ہے (کہ اس کے اپنے ارادہ سے قصر عائد نہیں ہوتا) خواہ پہلے سے کسی کی نیت یہ ہو کہ موقع پاتے ہی اپنے متبوع کی ماتحتی سے علیحدہ ہو جائے گا یا ایسی نیت نہ ہو۔

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک سفر کی نیت کے لیے بالغ ہونا شرط ہے، چنانچہ نابالغ کی نیت درست نہیں ہوگی۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۲، جلد اوّل و بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد۳ بحوالہ مراقی الفلاح، صفحہ ۲۳۲﴾

نیت کی شرطیں

مسئلہ: حنفیہؒ کے نزدیک سفر کی نیت کی تین شرطیں ہیں۔ ❶ شروع سے پوری مسافت قطع کرنے کی نیت کا ہونا۔ ❷ ارادہ مستقل ہونا۔ ❸ بالغ ہونا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۳، جلد اوّل﴾

بلانیت سفر کا حکم

سوال: ایک شخص نے تفریح کی نیت کی مگر کسی جگہ کی نیت نہیں کی، مہینوں برسوں سفر میں رہا تو کیا وہ قصر کرے؟

جواب: وہ شخص کہ جس نے ابتدا یا کسی موقع پر اڑتالیس میل کے سفر کی نیت نہیں نماز پوری پڑھے قصر نہ کرے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۵۴، جلد۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۳۳، جلد اوّل و احکام سفر، صفحہ ۴۲﴾

نماز میں ہی قیام کی نیت کرنا

مسئلہ: اگر کوئی مسافر کسی نماز کے وقت گو وہ اخیر وقت ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو، پندرہ دن اقامت (ٹھہرنے) کی نیت کرلے تو وہ مقیم ہو جائے گا اور اگر ابھی تک اس وقت کی نماز نہ پڑھی اور چار رکعت والی نماز ہو تو اسے قصر جائز نہیں اور اگر قصر کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہو تو پھر اعادہ (لوٹانے) کی حاجت نہیں۔ ﴿ردالمحتار وغیرہ و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۳، جلد۲﴾

مسئلہ: اگر کوئی مسافر نماز کی حالت میں اقامت کی نیت کرلے خواہ اوّل نماز میں یا درمیان میں یا اخیر میں مگر سجدۂ سہو یا سلام سے پہلے تو اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے اس میں قصر جائز نہیں، ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد کرے یا لاحق (نماز کے دوران وضو ٹوٹ گیا پھر شامل ہوا) ہو تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں نہ ہوگا اور یہ نماز اگر چار رکعت والی ہوگی تو اس کو قصر کرنا اس میں واجب ہوگا، ہاں اس نماز کے بعد البتہ اس کو قصر جائز نہ ہوگا۔ مثلاً ① کسی مسافر نے ظہر

اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز پر اثر نہ کرے گی اور یہ نماز اس کو قصر سے پڑھنا ہو گی۔ ② کوئی مسافر کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور لاحق ہو گیا پھر جب اپنی گئی ہوئی رکعتیں ادا کرنے لگا تو اس نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر نماز پر کچھ نہ پڑے گا اور نماز اگر چار رکعت والی ہوگی تو اس کو قصر سے پڑھنا ہوگی۔ ﴿در مختار و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۴، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر کسی نے اڑتالیس میل کی مسافت کا سفر شروع کیا پھر اس سفر کو پورا کرنے سے پہلے واپس آ گیا تو جب سے واپسی کا ارادہ کیا اسی وقت سے پوری نماز واجب ہوگی اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ مسافت سفر پوری کرنے سے پہلے ٹھہرنے کی نیت کر لی۔ اس صورت میں اُسی جگہ سے جہاں پہنچ گیا ہے پوری نماز واجب ہوگی۔ (یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا)۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۰۷، جلد اول و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۱، جلد ۲﴾

نماز میں وقت نکلنے کے بعد ٹھہرنے کی نیت کرنا؟

سوال: زید سفر میں تھا، اس نے غروب آفتاب سے کچھ قبل عصر کی نماز شروع کی، مگر دوگانہ نماز پوری ہونے سے قبل آفتاب غروب ہو گیا اور نماز ہی میں زید نے اس شہر میں اقامت کی نیت کر لی تو یہ دو رکعتیں پڑھے یا پوری کرے؟

جواب: اگر غروب آفتاب سے قبل اقامت کی نیت کی تو پوری نماز پڑھے اگر غروب کے بعد نیت کی ہو تو قصر کرے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۱، جلد ۴، بحوالہ رد المحتار، صفحہ ۷۷۶، جلد اول و طحطاوی، صفحہ ۳۰۳، جلد اول﴾

اتفاقیہ قیام کا حکم

مسئلہ: اگر کسی شخص نے (مسافت شرعی میں) پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کی، یا ٹھہرنے کی نیت کے بغیر ہی ٹھہر گیا تو اس کو مسافر ہی قرار دیا جائے گا اور اس پر قصر واجب رہے گا، اگرچہ اسی حال میں برسوں (کافی عرصہ) گزر جائیں البتہ اگر مثلاً قافلہ کے آنے کا انتظار ہے اور یہ معلوم ہے کہ پندرہ یوم سے پہلے نہیں آئے گا تو ایسے شخص کو اقامت کی نیت کرنے والا تصور کیا جائے گا اور اسی حالت میں اس کو پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۰۷، جلد اول وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۳، جلد ۴ وہدایہ صفحہ ۱۴۹، جلد اول، باب صلاۃ المسافر و مظاہر حق، صفحہ ۲۲۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: کسی جگہ بلا قصد و ارادہ پندرہ روز سے زیادہ بھی قیام کی صورت میں مسافر نماز قصر کرتا رہے گا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۷، جلد ۲﴾

مسئلہ: اتفاقیہ اسباب سے جانا ملتوی ہو گیا، پندرہ روز ٹھہرنے کا قصد پھر بھی نہیں کیا ہمیشہ جانے کا ارادہ رہتا ہے اور کوئی وجہ پیش آ جاتی ہے تو قصر ہی کرتا رہے گا خواہ کتنے ہی دن اور مہینے گزر جائیں۔ ﴿فتاویٰ محمدیہ، صفحہ ۹۹﴾

پہلے قیام کی نیت تھی پھر بدل گئی

سوال: زید مسافر نے قصبہ میں پندرہ روز قیام کی نیت کر کے چار رکعت نماز پڑھا دی مگر عصر کے وقت پندرہ روزہ قیام کی نیت فسخ (ختم) کر دی اور چار رکعت والی نماز کو دو ہی رکعت پڑھنا پڑھانا شروع کر دی تو یہ امامت و نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ مسافر کو بعد نیت قیام عزم کے فسخ کرنے پر پوری نماز پڑھنی چاہیے یا قصر؟

جواب: زید کا پہلے بہ نیت قیام پوری نماز پڑھنا اور بعد کو بوجہ فسخ کرنے نیت قیام کے قصر کرنا درست ہے، مسافر کو بعد فسخ کرنے نیت قیام کے قصر ہی پڑھنا چاہیے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۷۴، جلد ۴ بحوالہ ہدایہ صفحہ ۱۲۹ جلد اول﴾

سفر غیر شرعی کے درمیان سفر شرعی کی نیت کرنا؟

سوال: زید جب اپنے گھر سے چلا تو شرعی مسافر بننے (۴۸ میل کی) نیت نہیں تھی مگر درمیان سفر میں اس نے شرعی مسافر بننے کی نیت کر لی تو اب وہ کس وقت سے قصر کرے؟ مثلاً زید دہلی سے شاہدرہ آیا واپس ہونے کی نیت سے مگر شاہدرہ میں کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ وہ کلکتہ جانے لگا تو اب وہ شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے یا شاہدرہ میں ہی قصر پڑھے؟

جواب: حامداً ومصلیاً شاہدرہ میں یہ شخص مسافر نہیں بلکہ یہاں سے سفر شروع کرنے کے بعد۔ لہٰذا شاہدرہ سے نکل کر قصر کرے اور شاہدرہ میں چونکہ بحکم مقیم ہے، اس لیے پوری نماز پڑھے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۶۰، جلد ۴، بحوالہ محیط السرخسی۔ فتاویٰ ہندیہ، صفحہ ۱۳۹، جلد اول﴾

(شاہدرہ کے بعد پھر دہلی آئے گا دہلی سے نکل کر مسافر مانا جائے گا کیونکہ راستہ میں اپنا وطن دہلی پڑے گا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

قصر کے لیے ایک ضابطہ

سوال: زید ٹیکسی ڈرائیور ہے اور میرٹھ میں مقیم ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ مثلاً زید میرٹھ سے مظفرنگر کے لیے روانہ ہوا، جب کہ یہ مسافت ۳۵ میل ہے تو وہاں تو قصر نہیں ہوگا لیکن اگر وہاں سے دیوبند آنا پڑے تو مسافتِ قصر ہو جائے (یعنی میرٹھ سے اڑتالیس میل ہے) تو اس صورت میں قصر کرے؟

جواب: اگر میرٹھ زید کا وطن اصلی ہے یا وطن اقامت ہے اور وہاں سے صرف مظفرنگر کی نیت سے چلا جو کہ ۳۵ میل ہے تو قصر نہیں کرے گا، پھر مظفرنگر سے دیوبند کا ارادہ ہو گیا تو بھی قصر نہیں کرے، پھر دیوبند سے سہارنپور کا ارادہ ہو گیا تب بھی قصر نہیں کرے اگر چہ میرٹھ سے سہارنپور تک مسافت قصر (اڑتالیس میل) ہے مگر چونکہ ابتداء سفر کے وقت مسافت قصر کی نیت نہیں تھی اور درمیان میں بھی کسی جگہ مسافت قصر کی نیت نہیں کی، جہاں بھی (درمیان میں) نیت کی مسافت قصر سے کم کی نیت کی ہے۔

ضابطہ یہ ہے کہ جب سے پوری مسافت قصر کی نیت سے سفر ہوگا تب قصر لازم ہوگا ورنہ تھوڑی تھوڑی مسافت کی نیت سے اگر تمام دنیا میں بھی گھوم جائے تب بھی قصر نہیں کرے گا۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۸، جلد اوّل و امداد الاحکام، صفحہ ۲۴۷، جلد ا﴾

قصر کے ممنوع ہونے کی صورتیں

مسئلہ: چند اُمور کے پیش آ جانے پر قصر کرنا (دو رکعت پڑھنا) ممنوع ہو جاتا ہے مثلاً اگر کسی نے پورے پندرہ روز متواتر (کسی جگہ) ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو قصر کرنا منع ہوگا (یعنی فرض نماز کی چار رکعت کی جگہ دو پڑھنا) منع ہوگا۔ اگر پندرہ روز سے کم، خواہ ایک ہی ساعت کم ہو ٹھہرنے کی نیت کی تو اُسے مقیم نہ قرار دیا جائے گا اور نماز کا قصر کرنا صحیح ہوگا۔ اس کی چار شرائط ہیں:

اوّل یہ کہ عملی طور پر سفر ختم کر دیا ہو۔ (اگر چلتا رہا، سفر کرتا رہا تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی) اگر ٹھہرنے کا محض ارادہ کیا ہے لیکن سفر ابھی تک جاری ہے تو مقیم متصور نہ ہوگا اور قصر واجب رہے گا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ جگہ جہاں ٹھہرنے کی نیت کی ہے ٹھہرنے کے قابل ہو۔ چنانچہ اگر کسی صحرا (جنگل) میں ٹھہرنے کا ارادہ کیا۔ جہاں ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے یا کوئی ویران جزیرہ یا سمندر ہے تو اس صورت میں قصر واجب رہے گا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جہاں ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ ایک ہی مقام ہو، اگر دو شہروں میں جن میں کسی کی تعیین نہیں کی گئی، قیام کی نیت کی ہے تب بھی ٹھہرنے کی نیت (جو مانع قصر ہو) صحیح نہ ہوگی۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ نیت کرنے والا اپنے ارادہ کا مختار ہو، اگر کسی تابع نے قیام کرنے کی نیت کی تو اس کی نیت درست نہ ہوگی اور نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک متبوع کی نیت معلوم نہ ہو۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۰۷، جلد اول وعلم الفقہ، صفحہ ۳۲، جلد ۲، احکام سفر، صفحہ ۳۹، وعالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳﴾

مسئلہ: مسافر اپنے وطن اصلی میں داخل ہونے سے فوراً مقیم ہو جاتا ہے خواہ ایک منٹ کے لیے داخل ہو اور پھر فوراً واپس جانے کی نیت ہو۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰﴾

کیا سفر میں نماز قضاء کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: سفر میں بعض پکے نمازی بھی نماز قضا کر دیتے ہیں اور عذر یہ کہ ایسے رش و بھیڑ میں نماز کیسے پڑھیں؟ یہ بڑی کم ہمتی اور غفلت کی بات ہے اور پھر ریل میں کھانا پینا اور دیگر طبعی حوائج کا پورا کرنا بھی تو مشکل ہوتا ہے، لیکن مشکل کے باوجود ان طبعی حوائج کو بہر حال پورا کیا جاتا ہے۔ آدمی ذرا سی ہمت سے کام لے تو مسلمان کیا، غیر مسلم بھی نماز کے لیے جگہ دے دیتے ہیں اور سب سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض حضرات حج کے مقدس سفر میں بھی نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور وہ اپنے خیال میں تو ایک فریضہ ادا کرنے جا رہے ہیں مگر ایک دن میں خدا کے پانچ فرض غائب کر دیتے ہیں۔ حاجیوں کو خاص طور سے یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ سفر حج کے دوران ان کی ایک بھی نماز باجماعت فوت نہ ہو، بلکہ ریل میں اذان واقامت اور جماعت کا بھی اہتمام کیا جائے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۹، جلد ۳ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۶، جلد اول﴾

مسئلہ: عام طور پر ریل گاڑیوں میں رش تو ہوتا ہے لیکن اگر ذرا ہمت سے کام لیا جائے تو آدمی

کسی بڑے اسٹیشن پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ بہرحال اگر واقعی ایسی حالت پیش آجائے (کہ ہجوم و رش کی وجہ سے چلنا پھرنا ممکن ہی نہ ہو) تو اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ نماز قضا کی جائے لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ طہارت اور وضو حد امکان سے خارج ہو یعنی نماز پڑھنا کسی طرح بھی ممکن ہی نہ ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۰، جلد ۲﴾

سفر میں وقت سے پہلے نماز پڑھنا

مسئلہ: نماز کا قضا کرنا جائز نہیں، ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ مثل اول ختم ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر سوار ہوا کریں اور مغرب کی نماز آخری وقت میں گھر آ کر پڑھ لیا کریں۔ مغرب کا وقت عشاء کا وقت داخل ہونے تک باقی رہتا ہے۔ عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے مغرب پڑھ لی جائے تو قضا نہیں ہوگی۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۲، جلد ۲ و عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

سفر کی مجبوری کے وقت ایک مثل سایہ کے بعد نماز عصر؟

سوال: بس (موٹر) کا وقت ایسا ہے کہ اگر مذہب حنفی کے موافق عصر کی نماز پڑھی جائے تو بس چھوٹ جاتی ہے اور اگر نہ پڑھی جائے تو درمیان میں اتنا وقت نہیں ملتا کہ نماز پڑھی جا سکے تو ایسی پریشانی کے وقت امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق ایک مثل سایہ ہو جانے کے بعد کیا نماز پڑھنا درست ہے؟

جواب: بس سے سفر کرنے میں مذکورہ پریشانی ہو تو ریل سے سفر کیا جائے اگر ریل سے بھی سفر کرنے میں یہ پریشانی اور الجھن پیش آتی ہو تو مجبوری کی وجہ سے ایک مثل سایہ کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے اور یہ صاحبین رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۳، جلد ۵﴾

سفر میں دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا

سوال: کیا دوران سفر وقت سے پہلے ایک نماز کے ساتھ دوسرے وقت کی نماز ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: دو نمازوں کو جمع کرنا حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، بلکہ ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا لازم ہے البتہ سفر کی ضرورت سے ایسا کیا جا سکتا ہے کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت

میں پڑھا جائے اور پچھلی نماز کو اس کے اوّل وقت میں پڑھ لیا جائے، اس طرح دونوں نمازیں ادا تو ہوں گی اپنے اپنے وقت میں لیکن صورتاً جمع ہو جائیں گی۔

اور اگر پہلی نماز کو اس قدر مؤخر کر دیا کہ اس کا وقت نکل گیا تو قضا ہو گئی اور اگر پچھلی نماز کو اس طرح مقدم کر دیا کہ ابھی تک اس کا وقت ہی نہیں داخل ہوا تھا تو وہ نماز ہی ادا نہیں ہوگی اور اس کا دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۹، جلد۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۸۵، جلد اوّل﴾

مسئلہ: اگر اس طرح جمع کرے کہ ظہر کو اس کے آخری وقت میں پڑھے اور عصر اوّل وقت میں تو یہ جمع درست ہے، یہ جمع صورتاً ہے حقیقتاً نہیں، یعنی ایسا نہ کرے کہ عصر کے ساتھ پڑھے، یہ درست نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۵، جلد۴ و غنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۷ و مظاہر حق، صفحہ ۳۳۹، جلد۲ و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد۱۴﴾

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک حج میں عرفات کے سوا کہ وہاں ظہر و عصر جمع کی جاتی ہیں اور ظہر کے وقت میں پڑھی جاتی ہیں اور کہیں اور کسی وقت میں سفر و حضر میں جمع کرنا ظہر و عصر کا ظہر کے وقت میں درست نہیں ہے۔ اسی طرح مغرب و عشاء حنفیہ کے نزدیک سوائے مزدلفہ کے اور کہیں جمع نہیں ہو سکتی۔　﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۸۲، جلد۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۵۴، جلد۱﴾

سفر میں تہجد وغیرہ پڑھ سکتے ہیں؟

سوال: کیا سفر میں نماز تہجد و اشراق و چاشت اور جمعہ کے دن صلوٰۃ التسبیح پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: وقت اور فرصت ہو تو بلا شبہ پڑھ سکتے ہیں۔　﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۲، جلد۲﴾

قصر میں درود پڑھیں؟

مسئلہ: جس طرح فجر کی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر پہلے التحیات للہ، الخ پھر درود شریف پھر دعا مسنونہ پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں۔ قصر نماز میں اسی طرح کرنا چاہیے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۲، جلد۲﴾

سفر میں سنت ونفل کا حکم

مسئلہ: اگر مسافر سفر میں ہے اور کسی جگہ نماز کے لیے ہی ٹھہرا ہے تو اس کو سنتیں پڑھنے کی ضرورت اور تاکید نہیں۔ تاہم اگر عجلت نہ ہو تو پڑھنا افضل ہے البتہ اگر کسی جگہ مقیم ہے مثلاً دو چار روز کے لیے ٹھہرا ہوا ہے تو اس کو پوری سنتیں پڑھنا چاہئیں یہی قول راجح ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۳، جلد ۷﴾

مسئلہ: جلدی کی صورت میں سنت فجر کے سوا دوسری سنتوں کا چھوڑنا جائز ہے، بحالت اطمینان سنن مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں سنتیں پڑھنا ثابت ہے۔

﴿اعلاء السنن، صفحہ ۱۹۰، جلد ۷، وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۴۵، جلد ۴ وشامی، صفحہ ۵۳۲، جلد اوّل واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۱، جلد ۴﴾

سفر میں وِتر کا حکم

مسئلہ: وتر واجب ہیں ان کا ترک کرنا (چھوڑنا) کسی حال میں جائز نہیں ہے، مسافر ہو یا مقیم۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۷۵، جلد ۳ وردالمختار، صفحہ ۴۴۷، جلد اوّل وترمذی باب السفر، صفحہ ۲۷، جلد ا ومظاہر حق، صفحہ ۲۳۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: فجر ومغرب اور وتر کی نماز میں کوئی کمی نہیں ہے جیسے ہمیشہ پڑھتا ہے ویسے ہی پڑھے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، بحوالہ جوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۵﴾

سفر میں اذان واقامت؟

مسئلہ: مسافر جب سفر میں نماز پڑھے تو اذان وتکبیر کہہ لے اگرچہ تنہا ہو، اذان کی برکت سے فرشتے آکر اس میں شریک ہو جائیں گے۔ اذان وتکبیر دونوں نہ کہے اور صرف تکبیر کہہ لے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں سب لوگوں کی نماز قضا ہو گئی تو اذان وتکبیر کہہ کر اس کو جماعت سے ادا کریں۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۱۵، وہدایہ، صفحہ ۷۶، جلد اوّل ومشکوٰۃ، صفحہ ۶۶، جلد اوّل ونور الایضاح، صفحہ ۶۰، ودرمختار، صفحہ ۴۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: سفر خواہ شرعی ہو یا لغوی، اس میں اگر سب رفقاء موجود ہوں تو اذان کہنا مستحب ہے اور اقامت سنت مؤکدہ، سفر میں تنہا نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے۔ ریل کے ڈبہ میں چونکہ سب لوگ یکجا ہی ہوتے ہیں اس لیے اس میں باجماعت نماز ہو یا تنہا دونوں صورتوں میں اذان مستحب ہے اور اقامت سنت مؤکدہ چلتی ریل میں ایک ڈبہ کے مسافروں کا دوسرے ڈبہ والوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے ہر ڈبہ میں اذان و اقامت مستقل ہوگی اگرچہ دوسرے ڈبہ سے اذان کی آواز پہنچ چکی ہو۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۹۴، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۵۱۴، جلد اوّل﴾

مسافر کے لیے نمازِ جمعہ و تراویح کا حکم

مسئلہ: مسافر پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے اور اگر کہیں موقع مل جائے اور نمازِ جمعہ پڑھے تو اچھا ہے، ضروری نہیں ہے، اگر جمعہ پڑھ لیا تو اب ظہر کی نماز اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے اور اگر جمعہ نہ پڑھا تو ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۷۴۸، جلد ۴، بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۵۲، جلد اوّل باب الجمعہ﴾

مسئلہ: تراویح بھی سفر میں پڑھیں، اگر تراویح کے وقت کسی جگہ ٹھہرے ہوئے ہوں تو جماعت سے اور اگر جماعت نہ ملے تو تنہا پڑھیں، اگر سفر کی وجہ سے قرآن پاک کی ترتیب قائم نہ رہ سکے تو معذوری ہے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۰۷، جلد ۱۳﴾

مسئلہ: اگر چند آدمی سفر میں ہوں تو نمازِ ظہر جمعہ کے روز باجماعت پڑھ سکتے ہیں اور ان کو (اگر نمازِ جمعہ نہ پڑھیں تو) ظہر باجماعت ہی ادا کرنا چاہیے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم قدیم، صفحہ ۵۸، جلد اوّل﴾

مسئلہ: مسافر جمعہ کی نماز کا امام بن سکتا ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۹، جلد ۴، بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۱۵۲، جلد اوّل﴾

مسئلہ: مسافروں اور قیدیوں کو امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز پڑھنے میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۷۱، جلد ۳﴾

جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید وفروخت؟

مسئلہ: جمعہ کی اذان کے بعد مسافر کے لیے خرید وفروخت یا ہوٹل میں کھانا کھانا، چائے پینا فی نفسہ جائز تو ہے مگر مظنۂ تہمت سے بچنے کے لیے احتراز واجب (ضروری) ہے۔ کسی کو کیا معلوم کہ یہ مسافر ہے؟۔ ﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۱۱۷، جلد ۴﴾

مسافر پر نمازِ جنازہ کا حکم

مسئلہ: نمازِ جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی اگر بعض افراد ادا کرلیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر اس جنازہ پر نماز پڑھی جاچکی ہے تو مسافر کے لیے نماز کا سوال ہی نہیں اور اگر نہیں پڑھی گئی تو بہتر یہ ہے کہ یہ مسافر بھی (جس کو راستہ میں نمازِ جنازہ ملے) شریک ہو جائے، ہاں اگر کچھ دشواری ہو یا اس کو جانے کی جلدی ہو اور نماز میں تاخیر ہو تو مسافر نمازِ جنازہ نہ پڑھنے سے گنہگار نہ ہوگا۔ یہی حال دفن کرنے کا ہے کہ اگر موقع وگنجائش ہے تو دفن کرنے میں شریک ہو جائے ورنہ گناہ نہیں ہے۔ ﴿فتاوی محمودیہ، صفحہ ۲۱۹، جلد ۷﴾

زیارت قبور کے لیے سفر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ: زیارت قبور کی ترغیب حدیث میں آئی ہے، یہ قید نہیں کہ اپنے شہر کی قبر کی ہی زیارت کی جائے، اس کے لیے سفر کرنے کی ممانعت بھی نہیں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر کی زیارت کی ہے اور انکی قبر مدینہ طیبہ سے مسافت پر ہے۔ حدیث پاک میں مساجد کی نیت سے سفر کرنے کو منع فرمایا گیا ہے کہ ایک مسجد کو دوسری مسجد پر فضیلت دے کر سفر مت کرو، صرف تین مساجد ہیں جن کو دیگر مساجد پر فوقیت حاصل ہے، ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے سفر کی اجازت ہے۔
﴿فتاوی محمودیہ، صفحہ ۱۵۶، جلد اول﴾

نماز کے لیے سفر کرنا

سوال: برہان پور میں حضرت شاہ نظام الدینؒ کے زمانہ سے مغرب کی نماز موصوف کی درگاہ کے پاس ہوتی ہے دور دراز سے لوگ اس کے لیے سفر کر کے آتے ہیں۔ مشہور یہ کر رکھا ہے کہ جو چند سال مغرب کی نماز یہاں پڑھے تو ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔ کیا اس طرح نماز پڑھنا جائز ہے؟

جواب: یہ طریقہ بے اصل ہے، اس کی کوئی بنا (حقیقت) شریعت میں نہیں ہے۔ تین مساجد کے متعلق مخصوص ثواب کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔ ① مسجد حرام، ② مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ③ مسجد اقصیٰ۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کے لیے سفر کرنے کی ممانعت ہے۔

﴿فتاوی محمودیہ، صفحہ ۲۱۲، جلد اول﴾

بغیر اجازت ڈھیلوں کا سفر میں استعمال کرنا؟

سوال: اپنے مدرسہ کے استنجے کے ڈھیلے ہم طالب علم سفر میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر متولی اجازت دے تو وہ شرعاً اجازت سمجھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: حامداً ومصلیاً یہ ڈھیلے مدرسہ میں استعمال کرنے کے لیے ہیں۔ سفر میں لے جانے کے لیے نہیں، متولی کی اجازت سے متعلق اوّل تحقیق کیجیے خود متولی کو اجازت دینے کی بھی اجازت ہے یا نہیں؟

﴿فتاوی محمودیہ، صفحہ ۲۹۸، جلد اول﴾

مسافر کے لیے مسجد کی چٹائی استعمال کرنا

سوال: مسافر اگر مسجد کی چٹائی لیٹنے کے لیے استعمال کرے تو کیا یہ فتویٰ کی رُو سے درست ہے اور تقویٰ کی رُو سے ناجائز؟

جواب: حامداً ومصلیاً۔ فتویٰ کی رُو سے درست ہے اور تقویٰ کی رُو سے احتیاط اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔

﴿فتاوی محمودیہ، صفحہ ۴۷۹، جلد اول﴾

ریل کے سفر کے احکام

مسئلہ: ریل میں بلا عذر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قیام (کھڑے ہونا) فرض ہے، بلا عذر شرعی کے بیٹھ کر پڑھنے سے نماز فرض ادا نہ ہوگی۔ ﴿شرح منیہ و امداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۵۱، جلد ۱ و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۹، جلد ۴، و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: ہاں اگر کوئی شخص کسی مرض یا کمزوری کے سبب ریل کی حرکت میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا، گر جانے کا خطرہ ہے تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے جیسے زمین پر نماز کا حکم ہے کہ قیام پر قدرت نہیں رکھتا بیٹھ کر پڑھے، لیکن تجربہ شاہد ہے کہ عام حالات میں لوگ چلتی ہوئی ریل میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر بہت سے لوگ ناواقفیت سے بلا وجہ بیٹھ کر نماز ادا کرتے ہیں، ان کی نماز ادا نہیں ہوتی، اعادہ یعنی نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ (یہ مسائل ہلکی رفتار کی گاڑی کے لیے ہیں، تیز رفتاری ٹرین میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ممکن نہیں ہے) وہاں پر بیٹھ کر جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہونے پر قدرت تو ہے مگر ریل میں اتنی جگہ نہیں کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کر سکے تو مناسب یہ ہے کہ اس وقت تو بیٹھ کر نماز ادا کر لے مگر بعد میں اس کو قضا کرنا پڑے گا کیونکہ تنگی جگہ کی وجہ سے فرض قیام ساقط نہیں ہوتا۔ ﴿بحر الرائق﴾

مسئلہ: ریل گاڑی کھڑی ہو یا چل رہی ہو، اس میں نماز جائز ہے۔

﴿آداب السفر، صفحہ ۲۱ و علم الفقہ، صفحہ ۱۳۰ جلد ۲، و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۲۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: بس میں بھی بیٹھ کر نماز نہیں ہوتی، بس والوں سے یہ طے کر لیا جائے کہ نماز کے وقت کسی مناسب جگہ پر روک دے اور اگر نہ روکیں تو نماز قضا پڑھنا ضروری ہے۔ بہتر ہوگا کہ بس میں جیسے بھی ممکن ہو نماز ادا کرے مگر گھر آکر نماز لوٹائے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۰، جلد ۲ و آداب السفر، صفحہ ۲۲، و بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ و نور الایضاح، صفحہ ۸۲، و رفیق سفر، صفحہ ۳۸، و فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اول﴾

مسئلہ: جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو جائے تو مسافر بن جائے گا اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہے گا تب تک مسافر نہیں ہے اور اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۸، لدا۲، بحوالہ جمع، صفحہ ۱۶۰، جلد اول فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۶۱، جلد ۱۰، وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۲، جلد ۴﴾

مسئلہ: ریل کی سیٹی پر بھی نماز توڑ دینا درست ہے، اگر سفر نہ کرنے سے کچھ حرج ہو۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۶۴، جلد اول﴾

ٹکٹ ومحصول وغیرہ کے مسائل

مسئلہ: ریل والوں کی طرف سے جس قدر اسباب بلا محصول لے جانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: رشوت دے کر اسباب وسامان کا وزن کم لکھوانا جائز نہیں، مثلاً ایک کوئنٹل نو کلو تھا، آپ نے وزن کرنے والے کو یا کلرک کو کچھ دے کر پورا ایک کوئنٹل لکھوا دیا، اس صورت میں آپ سے دوگناہ ہوئے ایک رشوت دینے کا دوسرا بلا محصول اسباب لے جانے کا۔

مسئلہ: اگر کسی صورت میں آپ سے محصول وغیرہ بلا استحقاق ظلماً لے لیا گیا تو شرعاً آپ کو اجازت ہے کہ مفت سوار ہو کر باقاعدہ اور اجازت سے زیادہ اسباب لے جا کر اسی قدر اپنا حق وصول کر لو، لیکن دو باتوں کا خیال نہایت ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ جس کمپنی کی ریل میں تم پر ظلم ہوا تھا اسی ریل میں وصول کرنا جائز ہے، دوسری ریلوے سے نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اپنا حق وصول کرنا صورتِ مذکورہ میں گو جائز ہے مگر ظاہری حکام اور ملازمتوں کی گرفت اور مواخذہ کا اندیشہ ہے۔ اگر خدانخواستہ کہیں بے موقع پھنس گئے تو مال کا بھی نقصان ہوگا اور عزت میں بھی خلل آئے گا اور پریشانی ہوگی اور تمہارے مسئلہ کو کوئی نہیں پوچھے گا، اس لیے بہتر یہ ہے کہ صبر کرو اللہ تعالیٰ کے خزانہ سے بہت اجر ملے گا۔

مسئلہ: اگر کبھی اتفاق سے بلا ٹکٹ سوار ہو گئے یا کسی ضرورت سے بلا محصول قاعدہ سے زیادہ اسباب لے گئے اور اب شرمندگی ہوئی ہے اور ریل والوں کا حق ادا کرنے کو طبیعت چاہتی ہے تو

آسان ترکیب یہ ہے کہ آپ نے ریل والوں کا جس قدر نقصان کیا ہے، اسی قیمت کا ٹکٹ لے کر چاک کر ڈالو، اس سے نفع (سفر) نہ اٹھاؤ، دیکھیے ریل والوں کے پاس ان کا حق پہنچ گیا۔ مثلاً دہلی سے لکھنؤ تک بلا ٹکٹ سفر کر لیا تھا پھر بتوفیق خدا ندامت ہوئی، تو لکھنؤ سے دہلی تک کا ٹکٹ لے کر ضائع کر دیجیے گا لیکن اس خیال کے لوگ اس زمانہ میں بہت کم ہیں۔

مسئلہ: اگر ریل کے ملازموں سے تعلقات ہیں، ان لوگوں نے تم سے کہہ دیا کہ تم فلاں جگہ سے بلا ٹکٹ سوار ہو کر یہاں آ جانا تو ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔ اسی طرح ایک شخص کے نام کا پاس ہے اور قانوناً اس کو یہ اجازت نہیں کہ دوسرے شخص کو اپنے پاس سے سفر کرائے تو دوسرے کو اس پاس سے سفر کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس درجہ کا ٹکٹ ہو اس سے بڑے درجہ میں سفر کرنا درست نہیں، ہاں یہ جائز ہے کہ اپنے ٹکٹ سے کم درجہ میں بیٹھ جائے لیکن اس صورت میں یہ جائز نہیں کہ جس قدر دونوں ٹکٹوں کے پیسوں میں فرق ہے اس کو کسی ترکیب سے ریل والوں سے وصول کرنے لگو، کیونکہ انہوں نے تم کو روکا نہیں ہے، تم اپنی مرضی سے کم درجہ کے ڈبہ میں بیٹھے۔

﴿رفیق سفر از صفحہ ۲۷ تا صفحہ ۴۰ و امداد الفتاوی، صفحہ ۴۴۶، جلد ۱﴾

ریل کے متفرق مسائل

مسئلہ: جب تک ریل میں جگہ ہو خواہ مخواہ لوگوں کو دھکیلنا اور روکنا جائز نہیں ہے۔ جب مقدار پوری ہو گئی تو روکنا اور منع کرنا جائز ہے، لیکن ضعیف و غریب و پریشان مسافر کے ساتھ نرمی کرنا اور تنگی میں جگہ دے دینا بہت ثواب ہے۔

مسئلہ: جب دوسرے شرکاء کی رضا نہ ہو تو استحقاق سے زیادہ جگہ گھیرنا جائز نہیں ہے، مثلاً دس مسافروں کا درجہ ہے یعنی سیٹ ہے اور دس ہی سوار ہیں تو ہر شخص کا حصہ ایک تختہ کا دسواں حصہ ہے تو اس سے زیادہ جگہ پر بلا رضامندی قبضہ درست نہیں ہے اور اگر آٹھ مسافر بیٹھے ہیں تو ایک تختہ (ایک بنچ، سیٹ) کا چوتھائی ہر ایک کا حصہ ہے، یعنی حق ہے۔

مسئلہ: جو مسافر کسی ضرورت سے باہر نکلا ہو، اس کا اسباب و بستر سمیٹ کر خود اس کی جگہ قبضہ نہ کرنا چاہیے۔ البتہ استحقاق سے زیادہ جگہ اگر اسنے روک رکھی ہو تو کم کر دینا درست ہے۔

مسئلہ: ریل میں جو چیز کسی کی چھوٹ گئی ہو، اس کو اٹھا کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں، بلکہ جب مالک کے ملنے سے مایوس ہو تو صدقہ کردے، لیکن اگر خود محتاج ہو تو خود استعمال کر سکتا ہے۔

مسئلہ: ریل میں اگر کسی سے قرآن مجید چھوٹ گیا اور یہ اندیشہ ہے کہ ہم اگر نہ اٹھائیں گے تو دوسرے مسافر بے حرمتی کریں گے تو ایسی حالت میں اٹھالے اور صدقہ کردے۔

مسئلہ: اسٹیشن پر اگر کوئی چیز خریدی اور گاڑی چھوٹ گئی، قیمت ادا نہ ہو سکی تو اس چیز کا کھانا اور استعمال کرنا جائز ہے لیکن جس طرح بھی ممکن ہو پھر اس کی قیمت پہنچادو۔ ہمیشہ کی آمد ورفت کا کوئی قریب کا اسٹیشن ہے تو پھر کسی معتبر شخص کی معرفت ادا کردو، اگر باوجود پوری کوشش کے نہ مل سکے تو وہ قیمت اس شخص کی طرف سے صدقہ سمجھ کر مسکین غریب کو دے دو لیکن اتفاق سے وہ پھر کہیں مل جائے اور مطالبہ کرے تو دوبارہ دینا ہوگا۔ اس صدقہ کا ثواب تم کو ہوگا۔

مسئلہ: اگر تم نے کسی چیز کی قیمت پہلے دے دی اور گاڑی چھوٹ گئی، بائع (بیچنے والے) نے اس کو تمہارے پاس پھینکنا چاہا لیکن وہ گاڑی میں نہ پہنچ سکی گر کر ضائع ہو گئی تو آپ کی قیمت اس کے ذمہ باقی رہی، شرعاً اس سے وصول کرنے کا آپ استحقاق رکھتے ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ معاف کردو ثواب حاصل ہوگا۔ ﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۰ تا ۳۲﴾

مسئلہ: اسٹیشن پر چیزیں خرید کر یا اپنا ناشتہ وغیرہ نکال کر کسی غریب آدمی کے سامنے کھاؤ تو تھوڑا بہت بقدر تناسب اس کو بھی دے دو، نیز مکان پر کئی غریب آدمیوں کو کھانا کھلانے سے زیادہ ثواب اس کا ہوگا، اگر اتنی گنجائش نہ ہو یا ہمت وتوفیق نہ ہو تو ایک طرف کو علیحدہ ہو کر پوشیدہ کھالو، خصوصاً چھوٹے بچوں کے سامنے اس کا بہت خیال رکھو۔

مسئلہ: اگر کسی غریب آدمی کا بچہ سامنے بیٹھا ہے تو کچھ اپنے بچوں کو خرید کر دیا ہے تو اس کو بھی کسی قدر ضرور دے دو، ثواب عظیم ہوگا، ورنہ دور جا کر خریدو اور پوشیدہ طور پر کھلا دو تا کہ غریب بچہ کو حسرت نہ ہو، اس میں انشاء اللہ کسی قدر ثواب ہوگا۔

﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۲ ومظاہر حق، صفحہ ۵۳۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: پلیٹ فارم پر جانے کے لیے جو طریقہ وراستہ قانوناً رائج ہو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں، مثلاً کسی اسٹیشن پر قانون مقرر ہے کہ اسٹیشن ماسٹر کی اجازت ضروری ہے، تو بغیر اس کی

اجازت کے وہاں جانا جائز نہ ہوگا اور اگر اسٹیشن پر یہ قانون ہے کہ بغیر ٹکٹ کے پلیٹ فارم پر جانے کی اجازت نہیں تو وہاں پر پلیٹ فارم ٹکٹ لینا ضروری ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا جائز نہیں۔ ﴿رفیق سفر، صفحہ ۳۰﴾

مسئلہ: ایرڈروم ایئرپورٹ کے جس حصہ میں حکومت کی طرف سے جانے پر پابندی ہو وہاں بغیر اجازت جانا شرعاً جائز نہیں ہوگا۔ ﴿آداب ملاقات، صفحہ ۵۳﴾

مسئلہ: ریل یا جہاز میں یا ریلوے پلیٹ فارم پر یا ویٹنگ روم میں جہاں سب مسافروں کا حق برابر ہے اس میں کوئی اپنا کام کرنا جس سے دوسرے مسافروں کو تکلیف ہو جائز نہیں مثلاً گندگی پھیلانا، پھل وغیرہ کھا کر چھلکے بکھیر دینا، پان کی پیک یا سگریٹ کا دھواں اس طرح نکالنا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو، سخت گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ایسے کام کرنے والے پر لعنت کے الفاظ آچکے ہیں۔

مسئلہ: ریل کی کھڑکیوں سے پان کی پیک یا پانی وغیرہ اس طرح ڈالنا جس سے پچھلی کھڑکیوں میں بیٹھنے والوں پر پانی کی چھینٹیں پڑ جائیں، یہ سب اُسی ایذا رسانی میں داخل ہیں۔

مسئلہ: ریل و جہاز کے غسل خانوں کو گندہ کردینا جس سے بعد میں آنے والے کو نفرت ہو یہ بھی اُسی درجہ کا گناہ ہے۔ ﴿آداب السفر، صفحہ ۲۰﴾

(اسی طرح جہاز وغیرہ کے غسل خانوں سے جہاز کا صابن، تیل، میک اَپ وغیرہ کا سامان چُرانا، اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے اور اس میں ڈبل گناہ ہے۔ ایک چوری کا، دوسرے بعد میں آنے والوں کی تکلیف دہی کا۔ محمد رفعت قاسمی)

ریل میں نماز کا غلط طریقہ

مسئلہ: ریل میں بعض حضرات نماز اس طرح پڑھتے ہیں کہ ریل کے ایک تختہ (سیٹ) پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتے ہیں جیسا کہ کرسی یا موڑھے وغیرہ پر بیٹھتے ہیں اور دوسری سیٹ پر سجدہ کرتے ہیں یہ جائز نہیں ہے، ایسا کرنے سے نماز ادا نہیں ہوتی کیونکہ اول تو قیام چھوٹا اور قیام (کھڑا ہونا) فرض تھا اور دوسرے یہ کہ سجدہ میں گھٹنوں کا بھی زمین پر ٹکنا ضروری تھا، وہ بھی ترک ہوا، (چھوٹ گیا)۔ ریل میں اگر قاا ایسے رخ پر واقع ہو تو بیچ میں کچھ اسباب (سامان وغیرہ)

رکھ کر ایک سیٹ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنی چاہیے اور سامنے کے تختہ (سیٹ) پر سجدہ کرنا چاہیے، اگر اپنا سامان نہ ہو (رکھنے کے لیے) تو دوسرے مسافروں کا جو بہت سا اسباب ہوتا ہے ان کی اجازت سے اس کو رکھ سکتے ہیں اور اگر اسباب نہ ہو یا نہ ملے تو اس طرح نماز نہیں پڑھنی چاہیے، جب اسٹیشن آئے تب نماز پڑھیں، اگر ریل میں مسافر اس قدر زیادہ ہوں کہ نماز پڑھنے کی کوئی صورت نہ ہو سکے اور سجدہ و رکوع نہ ہو سکے تو نماز کو ایسی حالت میں مؤخر کرنا چاہیے اور اشارہ سے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ﴿بہشتی زیور﴾

ریل میں سیٹ پر بیٹھ کر نماز کا حکم

سوال: ریل کے سفر میں اگر تختہ (سیٹ) پر بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے اور منہ قبلہ کی طرف نہ ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: جو لوگ ریل کے تختہ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں، تین وجہ سے ان کی نماز صحیح نہیں ہوتی۔

① نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اور ریل کے تختہ کا پاک ہونا مشکوک ہے، چھوٹے بچے ان پر پیشاب کر دیتے ہیں۔

② نماز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی ناواقف لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سفر میں قبلہ کی پابندی نہیں، یہ غلط ہے۔ سفر میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح وطن میں ضروری ہے بلکہ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ سفر میں نماز کے دوران اگر قبلہ کا رُخ بدل جائے تو نماز کی حالت میں ہی قبلہ کی طرف گھوم جائے، ہاں اگر سفر میں قبلہ رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی صحیح رُخ بتانے والا بھی موجود نہ ہو تو خوب غور و فکر اور سوچ بچار سے کام لے کر خود ہی اندازہ لگا لے کہ قبلہ کا رُخ اس طرف ہوگا اور اسی رُخ پر نماز پڑھ لے۔ اب اگر نماز کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے جس رُخ پر نماز پڑھی ہے وہ قبلہ کی سمت نہیں تھی تب بھی اس کی نماز ہو گئی، دوبارہ لوٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر نماز کے اندر ہی قبلہ کے رُخ کا پتہ چل جائے تو نماز توڑنے کی ضرورت نہیں، نماز کے اندر ہی قبلہ کی طرف گھوم جائے۔

③ نماز میں قیام یعنی کھڑا ہونا فرض ہے، آدمی خواہ گھر پر ہو یا سفر میں، جب تک اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے بیٹھ کر نماز صحیح نہیں ہوگی، اس میں مردوں کی تخصیص نہیں،

عورتوں کے لیے بھی یہی حکم ہے، بعض عورتیں بیٹھ کرنماز پڑھ لیتی ہیں یہ جائز نہیں ہے، وتر اور فرض ان کو بھی کھڑے ہو کر پڑھنا لازم ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی (بغیر عذر کے) البتہ نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۹، جلد ۲ و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴ و امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۲۹، جلد اوّل وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اوّل وفتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۲﴾

کیا ریل میں بھی قبلہ ضروری ہے؟

مسئلہ: ریل میں نماز پڑھنے میں استقبال (رُخ) قبلہ ضروری ہے، قبلہ کیطرف منہ کر کے نماز شروع کرے اور نماز پڑھنے کی حالت میں اگر ریل کا رُخ قبلہ سے بدل جائے اور نماز پڑھنے والا یہ جانتا ہے کہ ریل کا رخ بدل گیا تو یہ بھی (نماز میں ہی) قبلہ کی طرف کو پھر جائے اگر اس کی نماز پڑھنے کی حالت میں ریل کا رُخ چند مرتبہ بدلا اور اس نے برابر قبلہ رخ ہو کر نماز ادا کی اور چار رکعتیں نماز کی چار طرف کو ادا ہوئیں تو کچھ مضائقہ (حرج) نہ سمجھے، بلکہ یوں ہی ہونا ضروری ہے اور اگر اس کو نماز پڑھنے میں ریل کا رُخ بدلنے کی خبر نہ ہوئی اور ایک ہی طرف کو نماز پڑھتا گیا تو نماز ہو گئی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۵۳، جلد اوّل﴾

مسئلہ: ریل کا رُخ پھرنے کا علم ہوتے ہی فوراً قبلہ کی طرف گھوم جائے، اگر نہیں گھوما یا گھومنے کی جگہ نہیں تھی تو نماز دوبارہ پڑھے، البتہ اگر نماز کے بعد ریل کے گھومنے کا علم ہوا تو یہ نماز صحیح ہوگی۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد ۱۴﴾

ڈرائیور کے لیے نمازِ قصر

سوال: میں ریت و بجری کا ٹرک چلاتا ہوں، کیا میں نماز قصر کروں؟

جواب: اگر آپ کراچی (یا اپنے علاقہ) کی حدود ختم ہونے کے بعد اڑتالیس میل یعنی سوا ستتر ۷۷ کلومیٹر یا اس سے زیادہ دُور جاتے ہیں تو نماز قصر کریں سفر کی قضا شدہ نماز گھر پر ادا کی جائے تب بھی نماز قصر پڑھیں گے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: ٹرک و ریل چلانے والے ڈرائیور لوگ (جبکہ اڑتالیس میل کے سفر پر پندرہ دن سے کم پر ہوں) جب تک سفر میں رہیں گے قصر پڑھیں گے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۷، جلد ۴، وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۰۷، جلد ۱۳﴾

(یعنی روزانہ دورانِ سفر قصر پڑھیں گے اور یہی حکم پائلٹ یعنی جہاز کے عملہ اور کشتی و بحری جہاز وغیرہ کے ڈرائیور کے لیے ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

ریلوے ملازم کی نماز

سوال: میں ریلوے میں ملازم ہوں، میری ڈیوٹی ٹرین کے ساتھ ہوتی ہے، میں کراچی سے کوئٹہ (شہر) گاڑی سے جاتا ہوں، کوئٹہ سے پھر کراچی روزانہ آتا ہوں۔ میری رہائش اور فیملی کراچی میں ہے تو کیا مجھے دورانِ سفر نماز قصر پڑھنی چاہیے؟

جواب: کراچی سے باہر سفر کے دوران آپ قصر کریں گے اور کراچی میں آکر پوری نماز پڑھیں گے۔ آپ کا سفر اگرچہ ڈیوٹی کی حیثیت میں ہے لیکن سفر کے احکام اس پر بھی لاگو ہیں (اگر اڑتالیس میل یعنی سواستتر کلومیٹر ہوتو)۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۱، جلد۲ وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۶، جلد۴، وصفحہ ۴۸۶، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۳۲، جلد اوّل وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۵، جلد۷﴾

ڈرائیور کو مالک کی نیت کا علم نہ ہوتو؟

سوال: ایک شخص نے مسافرانہ نماز پڑھی، دورانِ نماز اس نے ارادہ کیا کہ مجھے پندرہ روز تک یہیں رہنا ہے، اس لیے وہ تو اپنی شروع کردہ نماز پوری کر کے فارغ ہوا، اس کے ڈرائیور کو علم نہ تھا کہ مالک نے اقامت کی نیت کرلی ہے، نماز کے بعد اس کے مالک نے ڈرئیور کو بتایا، تو یہ دوبارہ پڑھے یا آئندہ سے چار؟

جواب: ملازم کو جب تک مالک کی نیت کا پتہ نہ چلے اُس وقت تک وہ قصر ہی پڑھے گا، لہٰذا ڈرائیور کا یہ دوگانہ صحیح ہوگیا، آئندہ پوری نماز پڑھے، لہٰذا احتیاطاً یہ نماز بھی لوٹا لے تو بہتر ہے۔
اگر یہ دونوں جماعت کر لیتے، مالک امام بنتا تو جماعت کا ثواب ہوتا اور ڈرائیور کی نماز میں بھی کوئی اشکال نہ ہوتا۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد۴﴾

محصول سے بچنا کیسا ہے؟

سوال: بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ محصول سے بچنے کے لیے اپنا سامان (مال وغیرہ) دوسرے مسافروں کو دے دیتے ہیں، تاکہ وزن میں کمی رہے اور محصول بالکل نہ لگے یا کچھ کم لگے، یہ کیسا ہے؟

جواب: اگر دوسرے مسافروں سے یہ کہہ دے کہ میرے پاس وزن زیادہ ہے اور تمہارے پاس کم ہے تو اس زائد وزن کو اپنے حصہ میں لگا لو اور مجھ پر یہ احسان کرو، مجھ کو محصول نہ دینا پڑے تو اس میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ اپنا کچھ بوجھ کسی دوسرے حاضر کو جو ساتھ مسافر ہے دے دے کہ یہ اسباب (سامان) اپنے اسباب کے وزن میں محسوب کر لے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم قدیم، صفحہ ۶، جلد ۶﴾

ریلوے وغیرہ سے ضمان لینا؟

مسئلہ: زیادہ محصول کا مال کم محصول میں دکھا کا منگانا حرام ہے اور بڑے افسران کی رضامندی یا اجازت اس لیے معتبر نہیں کہ وہ ریلوے کے مالک نہیں ہیں۔

مسئلہ: اصل مصارف وصول کرنا جائز ہے اور خرچہ ضروری بھی اصل مصارف کے ساتھ ملحق ہے جس میں خطوط کے ٹکٹ بھی داخل ہیں۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۵۰، جلد اول﴾

مسئلہ: ریلوے کمپنی ضامن ہوتی ہے، حفاظتِ اموال کی، اس لیے اس سے وصول کرنا درست ہے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۲۱، جلد ۳﴾

ریل گاڑی کے پانی کا حکم

سوال: ریل گاڑی کے فلش میں پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک، اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں جبکہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے؟

جواب: حامداً ومصلیاً وہ پانی پاک ہے طبعی کراہت کی وجہ سے شبہ نہ کیا جائے ایسی حالت میں تیمم جائز نہیں۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲، جلد ۲﴾

ریل میں غسل جنابت کیسے کرے؟

مسئلہ: عموماً ریل میں اتنا پانی موجود رہتا ہے، جس سے غسل ہو سکے، لیکن بالفرض وضو کے لیے پانی ہو، مگر غسل کے لیے بقدر کفایت پانی نہ ہو تو غسل کے لیے تیمم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

① ٹرین کے کسی ڈبہ میں اتنا پانی نہ ہو جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں۔
② راستہ میں ایک میل شرعی کے اندر اسٹیشن نہ ہو جہاں پانی کا موجود ہونا معلوم ہو۔
③ ٹرین کے تختوں (سیٹوں) پر اتنی مٹی (گرد) جمی ہوئی ہو جس سے تیمم ہو سکے۔
اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو جس طرح ہو سکے اس وقت تو نماز پڑھ لے، بعد میں غسل کر کے نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ (اگر غسل کی حاجت پیش آ گئی تھی)۔
﴿آپ کا مسائل، صفحہ ۵۲، جلد ۲﴾

بحری سفر کی دعائیں

بحری سفر میں ڈوبنے وطوفان سے محفوظ رہنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ سوار ہوتے وقت جہاز یا کشتی میں آیات ذیل پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

﴿پارہ ۱۲: سورہ ھود﴾

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○

﴿پارہ ۲۴: سورۃ الزمر﴾

بحری سفر میں مسافر کہاں سے ہوگا؟

مسئلہ: سمندر کا سفر ہو تو اگر وہ سمندر کسی شہر سے لگتا ہے جیسے جدہ سے سفر ہے تو اس صورت میں جہاز کے حرکت کرتے وقت سفر شروع متصور ہوگا اس کے لیے فصیل وغیرہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگرچہ وہ شہر فصیل والا ہو۔ (حدود کے لیے دیوار وغیرہ بنا دیتے ہیں) تاہم اگر جہاز شہر کی عمارتوں کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے تو جب تک ان عمارتوں سے آگے نہ نکل جائے نماز قصر نہ پڑھی جائے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۵، جلد اوّل و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۶، جلد ۴﴾

بحری سفر کے احکام

مسئلہ: دریا میں بذریعہ جہاز یا کشتی سے جو سفر کیا جائے اس کے بھی عام احکام وہی ہیں جو خشکی میں سفر کے ہیں، مگر چند احکام میں فرق ہے۔ ان کو بیان کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: خشکی میں تین دن کا سفر شرع کے اعتبار سے اڑتالیس میل (سوا ستتر کلو میٹر) سمجھا جاتا ہے لیکن دریا اور پہاڑ کے سفر میں یہ مسافت معتبر نہیں ہے، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ متوسط درجہ کی کشتی تین دن میں کتنی مسافت طے کرتی ہے وہی مسافت قصر ہوگی اگر بڑا جہاز پانی کا اس کو ایک ہی گھنٹہ میں طے کر لے، اسی طرح پہاڑ کی چڑھائی میں متوسط طاقت والا آدمی تین دن میں جتنی مسافت طے کر سکتا ہے وہ ہی مسافت سفر شرعی ہوگی اور نماز کا قصر اس پر لازم ہو گا۔ اگر چہ ہوائی جہاز یا کسی دوسری سواری میں وہ ایک گھنٹہ میں طے ہو سکے۔

مسئلہ: دریا کے سفر میں کشتی یا جہاز پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر عذر کے بھی فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے، لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا سب کے نزدیک افضل ہے۔

﴿شرح منیہ، صفحہ ۲۷۰، واحسن الفتاوی﴾

مسئلہ: ریل کو اس پر قیاس کرنا جائز نہیں۔ ریل میں بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے اور اگر کسی نے بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو اعادہ لازمی ہوگا اور اگر کشتی یا بحری جہاز لنگر ڈالے ہوئے (کنارہ پر) کھڑا ہے تو اس میں بلا عذر بیٹھ کر نماز جائز نہیں۔

مسئلہ: جیسے ریل کی سواری میں نماز کے وقت قبلہ کی طرف رُخ کرنا ضروری ہے، اسی طرح کشتی اور پانی کے جہاز میں قبلہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے۔ قبلہ کی شناخت دریا میں چاند، سورج اور دوسرے ستاروں سے بھی ہو سکتی ہے اور قطب نما سے بھی۔

ہوائی سفر کے احکام

مسئلہ: ہوائی سفر کے بھی عام احکام وہی ہیں جو زمین پر سفر کے ہیں، البتہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک ہوائی جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے اس وقت تو وہ ریل کے حکم میں ہے۔ اس پر نماز بالاتفاق جائز ہے۔

لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے ورنہ قواعد فقہ کی رو سے اس میں نماز جائز نہ ہونی چاہیے مگر یہ عذر ایسا ہے جو ہوائی جہاز کے سفر کے لیے تقریباً لازمی ہے کیونکہ ہوائی جہاز کو ہر جگہ نہ اتارا جا سکتا ہے اور اس کا اتارنا ہر مسافر کے اختیار میں ہے اور بغیر جہاز کو زمین پر اتارے ہوئے خود اترنے کا کوئی امکان بھی نہیں۔ اس

لیے اگر یہ اندیشہ ہو کہ جہاز کے منزل پر پہنچنے تک نماز کا وقت ختم ہو جائے گا تو نماز ہوائی جہاز میں جائز ہے۔

مسئلہ: اگر ہوائی جہاز میں نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے، ورنہ بیٹھ کر پڑھے

مسئلہ: ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لیے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے بشرطیکہ منزل پر اترنے تک نماز کا وقت ختم ہونے کا خطرہ ہے۔

مسئلہ: جس شخص کا ہوائی سفر طویل ہو اور یہ خطرہ ہو کہ بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کی ضرورت پڑے گی تو اس کو چاہیے کہ مٹی کا برتن ساتھ رکھ لے، اس پر تیمم ہو سکتا ہے یا کپڑے کے تھیلے میں مٹی بھر کر ساتھ رکھ لے۔ تھیلے کے اوپر تیمم ہو جائے گا جبکہ مٹی کی گرد کپڑے کے اوپر تک پہنچی ہے۔

مسئلہ: جس طرح بحری جہاز کے سفر میں قبلہ کا استقبال (رُخ قبلہ) نماز کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح ہوائی جہاز کے سفر میں بھی استقبال قبلہ ضروری ہے۔ اگر قبلہ کے رُخ کا پتہ نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رُخ سیدھا کرے جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جائے تو وہی اس کے لیے سمت قبلہ ہے۔ اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہو گی، لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۸، وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۰، جلد اوّل وامداد الاحکام، صفحہ ۱۴۷، جلد اوّل ونظام الفتاویٰ، صفحہ ۲۸۰ جلد اوّل﴾

کیا بندرگاہ میں نماز قصر کرے؟

سوال: کراچی کے رہنے والے یا جہاز کے ملازم بحری جہاز سے سفر کریں تو ان کو قصر نماز کب شروع اور کب ختم کرنا چاہیے؟

کیا جہاز میں بیٹھ جانے کے بعد جب تک جہاز ساحل سمندر پر کھڑا ہے یا اس کے روانہ ہونے کے بعد قصر کرنا شروع کرے؟

جواب: بندرگاہ اور انتظارگاہ یعنی بندرگاہ پر جگہ نہ ہونے کی صورت میں جہاں جہاز انتظار میں ٹھہرائے جاتے ہیں، فناء مصر (شہر) میں داخل ہیں، فناء مصر کے درمیان زرعی زمین اور ۱۹، ۱۳۷

میٹر کا فاصلہ نہ ہو تو احکام سفر میں فناء بحکم مصر ہے۔ لہٰذا بوقت روانگی اور بوقت واپسی دونوں صورتوں میں دو مقامات میں نماز پوری پڑھی جائے گی، البتہ جو شخص کراچی میں مقیم نہ ہو اور یہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہ ہو وہ قصر پڑھے گا۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۰، جلد ۴﴾

لنگر گاہ پر حکم قصر کی تفصیل

سوال: ہمارا شہر دریا کے کنارے پر واقع ہے، فاصلہ تقریباً پچاس گز سے زیادہ نہیں اور دریا میں کشتی تقریباً ایک سو سے تین سو گز کے فاصلہ پر رکتی ہے، کیا اس سے قصر کا حکم شروع ہو گا؟

جواب: لنگر گاہ فناء مصر (شہر ہی) ہے جس کا حکم یہ ہے کہ شہر سے ایک سو پچاس گز، ۱۶، ۱۳۷ میٹر سے کم فاصلہ پر ہو اور درمیان میں زرعی زمین نہ ہو تو یہاں قصر نہیں، کم از کم اتنا فاصلہ ہو یا درمیان میں زرعی زمین ہو تو حکم قصر شروع ہو گا پس اس لنگر گاہ کے سامنے دریا کے کنارے پر اگر کوئی عمارت ہے تو وہ شہر سے پچاس گز اور اس سے لنگر گاہ سو گز پر ہے درمیان میں ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا نہیں، اس لیے یہ بحکم شہر ہے اور اگر دریا کے کنارے پر کوئی مکان اس جانب نہیں تو شہر سے ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا ہونے کی وجہ سے یہاں حکم قصر ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۴۷، جلد ۴، بحوالہ رد المحتار، صفحہ ۳۲۷، جلد اوّل﴾

ہوائی جہاز میں نماز کا حکم

مسئلہ: بوقت پرواز ہوائی جہاز میں نماز کا حکم چلتے ہوئے بحری جہاز کی طرح ہے، یعنی اس میں بوجہ عذر نماز جائز ہے۔

البتہ ٹھہرنے کی حالت میں دونوں کا حکم مختلف ہے، ہوائی جہاز زمین پر ہو تو اس میں بالاتفاق نماز صحیح ہے اور بحری جہاز کنارے کے ساتھ لگا ہوا ہو تو اس میں نماز کا جواز مختلف فیہ ہے، عدم جواز راجح ہے اور اگر بحری جہاز کا عملہ نماز کے لیے اترنے کی اجازت نہ دے تو جہاز میں نماز پڑھ لے مگر بعد میں اعادہ واجب ہے۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۰، جلد ۴، و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۷، جلد ۲ و امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۹، جلد اوّل﴾

نماز مغرب پڑھ کر ہوائی سفر کیا اور سورج دوبارہ نظر آنے لگا

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز ادا کر کے ہوائی جہاز میں سوار ہوا، جہاز مغرب کی طرف اتنا تیز چلا کہ آفتاب دوبارہ نظر آنے لگا تو کیا اس پر مغرب کی نماز دوبارہ واجب ہوگی؟

نیز روزدار نے روزہ افطار کر لیا تھا تو روزہ صحیح ہوا یا نہیں؟

جواب: مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا واجب نہیں، روزہ بھی صحیح ہو گیا، مگر قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ دوبارہ غروب تک امساک (کھانے پینے سے رکنا) واجب ہے۔

﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۰۷، جلد۴ بحوالہ ردالمختار، صفحہ ۳۴۳ جلد اول وآپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۹، جلد دوم﴾

مسئلہ: جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے وہاں نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے ادا کی جائیں۔ مثلاً چوبیس گھنٹے کے دن رات ہوتے ہیں، اس میں پانچ نماز بفصل معہود پوری کرلیں اور روزے میں قریب کے ملک کا لحاظ کرلیں اور اس سے روزہ کا مہینہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۶۸، جلد۲ بحوالہ درمختار، صفحہ ۳۳۵، جلد اول فی فاقد وقت العشاء وامداد الاحکام، صفحہ ۴۰۵، جلد اوّل﴾

(وہاں وقت کا اندازہ کر کے ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں الگ الگ فصل کے ساتھ ادا کرنا واجب ہیں۔ مختار قول یہی ہے۔ محمد رفعت قاسمی)

نمازِ قصر کا پیمانہ

مسئلہ: بحری جہاز کا عملہ تمام تر سہولتوں (آرام دہ سفر، عمدہ کھانا پینا وغیرہ) کے باوجود مسافر ہے۔ البتہ جہاز کسی شہر میں لنگر انداز ہو اور بندرگاہ شہر کا ایک حصہ تصور کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن کا یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کی جائے گی۔

آپ کا یہ ارشاد بجا ہے کہ "سفر میں نمازِ قصر کا حکم دیا جانا سفر کی تکالیف اور مشکلات کی وجہ سے ہے۔" لیکن چونکہ سفر میں عموماً تکلیف ومشقت پیش آتی ہی ہے، اس لیے شریعت نے قصر کا مدار سفر پر رکھا ہے جو کہ سبب ظاہر ہے، ورنہ لوگوں کو یہ فیصلہ کرنے میں دشواری پیش آتی کہ اس سفر میں تکلیف ومشقت ہے یا نہیں؟

خلاصہ یہ کہ حکم کی اصل علت تو تکلیف و مشقت ہی ہے مگر اس کا کوئی پیمانہ مقرر کرنا مشکل تھا۔ اس لیے شریعت نے احکام کا مدار خود تکلیف پر نہیں رکھا بلکہ سفر پر رکھا ہے خواہ اس میں مشقت ہو یا نہ ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۸، جلد۲ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸۹، جلد اول﴾

جہاز کے عملہ کے لیے قصر؟

سوال: میں جہاز کے عملہ میں ملازم ہوں۔ جہاز ہمیشہ دور ممالک میں پھرتا رہتا ہے، کبھی ایک جگہ دس پندرہ دن، مہینہ دو مہینہ کھڑا رہتا ہے، معلوم نہیں ہوتا کہ کب وہاں سے روانہ ہوگا اور بعض اوقات جہاز ایک مقام مقرر سے دوسرے مقام مقرر تک جاتا ہے، ہم کو چھ سات ماہ بعد یا بعض مرتبہ سال دو سال بعد اپنے مکان جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو کیا ہم کو ایسی حالت میں نماز قصر پڑھنی چاہیے یا پوری؟

جواب: اس صورت میں جب تک اپنے وطن میں پہنچنا نہ ہو، نماز کو برابر قصر کرنا چاہیے اور جب وطن پہنچو، اُس وقت نماز پوری پڑھو اور جو جہاز مقررہ جگہ سے مقررہ جگہ تک جاتا ہے اس کے ملازم کا بھی یہی حکم ہے ۔ابر حالت سفر میں نماز قصر پڑھے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۶۴، جلد ۴ وصفحہ ۲۷۶، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۸، جلد ۱ باب صلاۃ المسافر﴾

(کیونکہ عملہ کو روانگی کا علم نہیں ہے اس لیے قصر کریں گے اور اگر جہاز وغیرہ کسی شہر میں لنگرانداز ہو اور بندرگاہ شہر کا حصہ تصور کی جاتی ہو اور اس جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھی جائے گی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)

مسئلہ: شریعت میں وہم و خیال کا اعتبار نہیں، بلکہ ظن غالب کا اعتبار ہے، اگر ان کو کمپنی کی طرف سے حکم سفر آنے کا غالب گمان ہو، جس کا معیار یہ ہے کہ اکثر مہینے میں ان کو حکم سفر آتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے کبھی ایسا موقع نہیں ملتا کہ اپنے ارادہ واختیار سے دس پندرہ دن قیام کر سکیں، یہ حالت ہو تو ان کارگون میں (جہاں بھی جہاز لنگرانداز ہو) قصر کرنا درست ہوگا بشرطیکہ وہ ان کا وطن اصلی نہ ہو اور اگر ظن غالب نہیں محض خیال و وہم ہی ہے کہ شاید سفر کا حکم آ جائے تو اس کا اعتبار نہیں، اگر یہ لوگ رنگون (جہاں بھی جہاز لنگرانداز ہو) میں اقامت کی نیت کرلیں، یا ظن غالب سے کبھی یہ معلوم ہو کہ پندرہ دن تک ابھی کہیں دور جانا نہیں ہے تو مقیم ہو

جائیں گے اور نماز پوری پڑھنی چاہیے اور اگر گذشتہ دنوں میں اگر کبھی ایسا ہوا ہو کہ ظن غالب سے پندرہ دن تک کہیں جانا ان کو متحقق نہ تھا، یا پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لی تھی اور ظن غالب سے نیت پورا ہونے کی اُمید تھی اور اس وقت غلطی سے یہ لوگ قصر کرتے رہے تو ان ایام کی نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۵۷، جلد اول﴾

ہوائی سفر میں دن چھوٹا ہو یا بڑا ہو جائے تو؟

سوال: ہوائی جہاز کے ذریعہ کوئی شخص مغرب کی سمت جا رہا ہے سورج غروب نہیں ہو رہا تو نماز کس طرح ادا کرے اور روزہ کس وقت افطار کرے؟ یا اس کے برعکس مشرق کی طرف جا رہا ہے جس کا دن بہت چھوٹا رہے گا؟

جواب: ردالمحتار صفحہ ۳۳۹ جلد اول کی عبارت سے ثابت ہوا کہ مغرب کی طرف جانے والا شخص اگر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ان اوقات میں ادا کر سکتا ہو تو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہو گیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آتا تو عام ایام میں اوقات نماز کے فصل کا اندازہ کر کے اس کے مطابق نمازیں پڑھے، یہی حکم روزہ کا ہے اگر طلوع فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہو جائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔

جن ممالک میں مستقل طور پر ایام اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدر کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو، ان میں قبل الغروب (غروب سے پہلے) افطار کی اجازت نہیں، تو عارضی طور پر شاذ و نادر ایک دن طویل ہو جانے سے بطریق اولی اس کی اجازت نہ ہو گی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا وقت پہلے کہ اس میں بقدر ضرورت کھا پی سکتا ہو، افطار کر لے، اگر ابتداء صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں بعد میں قضا رکھے اور اگر اس وقت مسافر نہ تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے اور اتنے طویل روزے کا تحمل نہ ہو تو سفر نا جائز ہے۔

جو شخص جانب مشرق جا رہا ہے، نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے، ان اوقات میں نماز ادا کرے گا اور روزہ غروب آفتاب کے بعد افطار کرے، کیونکہ صوم (روزہ) کے معنی ہیں طلوع فجر سے غروب شمس تک امساک (روکنا)۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۱، جلد ۴، بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۸۸، جلد ۲﴾

کشتی میں نماز کے احکام

مسئلہ: کشتی میں نماز پڑھی اور وہ شخص کشتی سے باہر نکلنے پر قادر ہے تو مستحب یہ ہے کہ فرض نماز کے لیے کشتی سے باہر نکلے۔ ﴿محیط سرخسی﴾

مسئلہ: اگر کشتی چل رہی ہو اور کھڑے ہونے پر قادر ہے اور اس کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھے تو امام صاحب کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کشتی بندھی ہوئی ہو اور چلتی نہ ہو تو اس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں ہے۔ ﴿تہذیب﴾

مسئلہ: اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور وہ کشتی بندھی ہوئی زمین پر ٹھہری ہوئی ہے تو جائز ہے اور اگر کشتی زمین پر ٹھہری ہوئی نہیں ہے اور اس سے باہر نکلنا ممکن ہے تو اس میں نماز جائز نہ ہوگی۔ ﴿محیط سرخسی﴾

مسئلہ: اگر کشتی دریا کے اندر ٹھہری ہوئی ہے اور وہ ہل رہی ہے تو اصح یہ ہے کہ اگر ہوا سے خوب ہل رہی ہو تو چلتی کشتی کے حکم میں ہے اور اگر ہوا سے کچھ ہلتی ہو تو ٹھہری ہوئی کشتی کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے سر میں درد (چکر) ہو جاتا ہے، تو کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز۔ ﴿(خلاصہ) عالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۳ و احسن الفتاویٰ صفحہ ۴۹، جلد ۴ و ردالمحتار صفحہ ۱۴۷، جلد اوّل و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۷، جلد ۲﴾

کشتی میں قبلہ کا حکم

مسئلہ: کشتی میں نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا اپنا منہ قبلہ کی طرف پھیر لے اور اگر قدرت کے باوجود منہ نہ پھیرے گا تو نماز جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھی، حالانکہ رکوع وسجدہ پر قادر تھا تو سب کے قول کے مطابق نماز جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کشتی کے اندر اقامت کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوگا، کشتی کے ملاح کے لیے بھی یہی حکم ہے، لیکن کشتی اگر اس کے شہر یا گاؤں کے قریب ہے تو اس وقت اصل اقامت کی وجہ سے مقیم ہو جائے گا۔ ﴿محیط﴾

مسئلہ: اگر مسافر نے کشتی کے اندر شہر سے باہر نماز شروع کی اور اسی حالت میں کشتی چلتے چلتے شہر میں داخل ہوگئی تو وہ پوری چار رکعتیں پڑھے گا۔
﴿عالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۳، وامداد الاحکام، صفحہ ۷۱۲، جلد اوّل﴾

پالکی و ڈولہ میں نماز پڑھنا؟

مسئلہ: اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہو تو پالکی پر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن پالکی جس وقت کہاروں کے کاندھوں پر ہو اس وقت نماز پڑھنا درست نہیں زمین پر رکھوالیں تب پڑھیں۔

مسئلہ: اگر اونٹ سے یا بہلی سے اترنے میں جان یا مال کا خطرہ ہے تو بغیر اترے بھی نماز درست ہے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۱۵، جلد ۲ بحوالہ نورالایضاح، صفحہ ۱۰ واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۸، جلد ۴﴾

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّمَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ. ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۶۵﴾

نئی سواری کی دعا

جب کوئی نئی سواری (سائیکل یا موٹر سائیکل، کار، بس وغیرہ) خریدے تو اس پر ہاتھ رکھکر یہ دعا پڑھے (انشاء اللہ تعالیٰ خیر و برکت اور حفاظت رہے گی)۔

(اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّهَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ) ﴿حصن حصین، صفحہ ۱۶۵﴾

سواری کے جانور کو مارنا کیسا ہے؟

مسئلہ: گھوڑے وغیرہ میں سواری کے جانور کو کوڑا وغیرہ مار کر چلانا جائز ہے؟ اگر باوجود طاقت کے، چلنے میں سستی کرے تو معمولی طور سے مار دینا جائز ہے، مگر منہ و سر پر نہ مارے، طاقت سے زیادہ بوجھ لاد کر یا ناتواں جانور کو خواہ مخواہ مارنا اور بے دردی سے مارنا پیٹنا یہ سب ظلم اور سخت ممنوع ہے۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۴﴾

بیل گاڑی پر نماز پڑھنا؟

سوال: جب کہ گاڑی میں گھوڑا و بیل جتے ہوئے ہوں، اس پر کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا، خواہ فرض ہو یا سنن و نوافل ہو صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: فرائض وسنن مؤکدہ بغیر عذر جائز نہیں، نوافل جائز ہیں، اگر استقبال قبلہ (قبلہ کی طرف رخ کرنا) مشکل ہو تو وہ بھی معاف ہے، اسی طرح گھوڑے پر بھی نوافل پڑھے جاسکتے ہیں، سجدہ کی بجائے اشارہ کافی ہے۔ نہ استقبال قبلہ ضروری ہے اور نہ ہی گھوڑے اور رکاب اور زین (جو کپڑا گھوڑے پر ڈالتے ہیں) وغیرہ کی طہارت۔

خود نمازی پر نجاست نہ ہو، اگر گاڑی ایسی ہو کہ اس کا وزن جانور پر نہ ہو جیسے اونٹ گاڑی تو اس پر فرض بھی جائز ہے مگر استقبال قبلہ اور قیام (کھڑے ہونا) شرط ہے۔

﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۸۸، جلد۴ و بہشتی زیور، صفحہ ۵۱، جلد۲، و نور الایضاح، صفحہ ۱۰﴾

سواری پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ: سواری پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن فرض نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک فجر کی سنتوں کو بھی سواری سے اتر کر پڑھنا واجب ہے، اس لیے اس کو بغیر کسی عذر کے بیٹھے بیٹھے پڑھنا جائز نہیں ہے، فرض نماز سواری پر جائز نہیں ہے لیکن مندرجہ ذیل اعذار کی صورت میں جائز ہے۔

1. کوئی شخص جنگل میں ہو اور اپنی جان و مال کی ہلاکت کا خوف غالب ہو مثلاً یہ ڈر ہو کہ اگر سواری سے اتر کر نماز پڑھوں گا تو کوئی چور یا رہزن مال و اسباب لے کر چلتا بنے گا، یا کوئی درندہ نقصان پہنچائے گا یا قافلہ سے بچھڑ جاؤں گا یا راستہ بھول جاؤں گا۔
2. یا سواری میں کوئی ایسا سرکش جانور ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس پر اترنے کے بعد پھر چڑھنا ممکن نہ ہو۔
3. یا نماز پڑھنے والا اتنا ضعیف اور کمزور ہو کہ خود سے نہ تو سواری سے اتر سکتا ہو اور نہ سواری پر چڑھنے پر قادر ہو اور نہ ہی کوئی ایسا شخص پاس موجود ہو جو سواری سے اتار سکے اور چڑھا سکے۔
4. یا زمین پر اتنی کیچڑ ہو کہ اس پر نماز پڑھنا ممکن نہ ہو۔
5. یا بارش کا عذر ہو۔ بہر حال ان صورتوں میں فرض نماز بھی سواری پر پڑھی جاسکتی ہے، کیونکہ اعذار اور ضرورتیں شرعی قواعد و قوانین سے مستثنیٰ ہیں۔

مسئلہ: سواری پر نماز کا جواز نمازی کا شہر سے باہر ہونے کے ساتھ مشروط ہے خواہ مسافر ہو یا مسافر نہ ہو، چنانچہ اگر کوئی مسافر بھی شہر کے اندر ہو تو اس کے لیے سواری پر نفل نماز پڑھنی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ شہر و آبادی کے مکانات سے باہر ہوتے ہی سواری پر نماز نفل پڑھنا جائز ہے جیسا کہ قصر کے جواز کے سلسلہ میں قاعدہ ہے۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۲۲۶، جلد ۲، و کتاب الفقہ، صفحہ ۵۲۶، جلد اول۔ تفصیل دیکھیے عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد ۱﴾

اپنی سواری اور ٹریفک سے متعلق احکام

اگر راستے میں کوئی گندگی پڑی ہو یا کوئی ایسی چیز ہو جس سے گزرنے والوں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو مثلاً کوئی کانٹا، کوئی رکاوٹ، کوئی ایسا چھلکا جس سے پھسل کر گرنے کا خطرہ ہو، اس کو راستے میں سے ہٹا دینا بھی بڑی نیکی کا کام ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: (تُمِيطُ الأذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ) (بخاری و مسلم) کہ راستے سے گندگی (تکلیف دہ چیز کو) دور کر دو تو یہ بھی صدقہ ہے، یعنی اس پر صدقہ کی طرح ثواب ملتا ہے۔

احادیث سے واضح ہے کہ گزرگاہوں کو صاف ستھرا رکھنے اور لوگوں کو تکلیف سے بچانے کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے کہ ایک کانٹے دار شاخ کو راستے سے ہٹا دینے پر، جو ایک چھوٹا سا عمل نظر آتا ہے، اتنے اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور جب تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کی اس قدر ترغیب دی گئی ہے تو راستے کو گندگی سے آلودہ کرنا جس سے گزرنے والوں کو تکلیف ہو، کتنا بڑا گناہ ہوگا، اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گزرنے والوں کے لیے تکلیف کا سامان پیدا کرنے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اپنی سواری، کار، موٹر سائیکل وغیرہ کو ایسی جگہ کھڑا کر دینا کہ جس سے دوسری سواریوں کا راستہ بند ہو جائے، یا اُن کو چلنے میں دشواری کا سامنا ہو، یا اس طرح بے قاعدہ گاڑی چلائی جائے جس سے دوسروں کو کسی بھی اعتبار سے تکلیف ہو، یہ ساری باتیں گناہ ہیں اور اُن سے پرہیز کرنا، اتنا ہی ضروری ہے جتنا دوسرے کسی گناہ کبیرہ سے۔

اسی طرح ٹریفک کے جو قواعد مقرر کیے گئے ہیں ان کا مقصد گزرگاہوں میں نظم و ضبط پیدا کرنا ہے اور ان کی پابندی صرف قانون کا تقاضا ہی نہیں ہے بلکہ ایک دینی فریضہ بھی ہے، اگر ان کی پابندی کی جائے کہ اس سے معاشرے میں نظم و ضبط پیدا ہوگا، لوگوں کو راحت ملے گی اور ان کو تکلیف سے بچانے کے لیے ممکنہ کوشش ہو سکے گی تو ان سب اعمال پر ان شاء اللہ اجر

ثواب ملے گا اور اگر ان قواعد کی خلاف ورزی کی جائے تو اس سے دو بڑے گناہ ہوں گے، ایک لوگوں کو تکلیف پہنچانے کا اور دوسرے نظم وضبط میں خلل ڈالنے کا اور ذمہ داروں کے احکام کی خلاف ورزی کرنے کا۔

افسوس ہے کہ آج کل ان باتوں کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اور اچھے خاصے بظاہر دیندار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس قسم کے گناہوں میں بے محابا مبتلا رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۱۹۹ از مولانا محمد تقی عثمانی﴾

عورت کا وطن اصلی میکہ یا سسرال؟

مسئلہ: شادی کے بعد اگر عورت مستقل طور پر اپنی سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر تین منزل (اڑتالیس میل) چل کر میکے گئی اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافت کے قاعدے سے نماز اور روزہ ادا کرے اور اگر وہاں کا رہنا ہمیشہ کے لیے دل میں نہیں تھا تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ بحوالہ حق، صفحہ ۱۶۴، جلد اول، وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اول﴾

مسئلہ: کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہوتا، بلکہ اہل کا وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۷۹۶، جلد ۷﴾

مسئلہ: مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور اس کا ارادہ بنفسہ وہاں قیام کرنے کا نہیں ہے، لیکن بیوی کو وہیں (میکہ باپ کے گھر) پر رکھنے کا ارادہ ہے تو وہ مقیم ہو جائے گا، جب بھی یہاں آئے گا (گھر داماد) پوری نماز پڑھے گا۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۷، جلد ۱﴾

سفر میں عورت خاوند کے تابع ہے

مسئلہ: کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ سفر میں ہے، راستہ میں وہ (خاوند) جہاں اور جتنا عرصہ ٹھہرے گا، اتنا ہی عورت ٹھہرے گی، بغیر اس کی رضا کے زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہوگا، اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہو تو عورت مسافر نہیں

رہی، چاہے عورت ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر مرد کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ بحوالہ مجمع، صفحہ ۱۶۴، جلد اول﴾

مسئلہ: عورت تابع مرد کے ہے، اس کا شوہر جہاں اس کو رکھے وہی وطن ہوگا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۴، جلد اول﴾

سفر میں تابع و متبوع کے احکام

مسئلہ: جو شخص دوسرے کا تابع ہو اور اس کی اطاعت اس پر لازم ہو تو وہ اس کی اقامت سے مقیم ہو جاتا ہے اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہو جاتا ہے۔ اصل اس میں یہ ہے کہ جو شخص اپنے اختیار سے اقامت کر سکتا ہے وہ اپنی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنے اختیار سے اقامت نہیں کرتا وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اگر عورت اپنے شوہر کے ساتھ اور غلام اپنے مالک کے ساتھ اور شاگرد اپنے استاد کے ساتھ اور نوکر اپنے آقا کے ساتھ اور سپاہی اپنے افسر کے ساتھ سفر کریں تو ظاہر روایت کے مطابق وہ اپنی نیت سے مقیم نہ ہوں گے۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۱، جلد ۳ و علم الفقہ، صفحہ ۱۲۲، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۰، جلد اول و احکام سفر، صفحہ ۴۰﴾

مسئلہ: مگر یہ لوگ طبعاً مقیم اس وقت سمجھے جائیں گے جس وقت ان کو اپنے امیر و آقا (شوہر کی) نیت اقامت کا علم ہو جائے اور اگر علم سے پہلے انہوں نے نماز مسافرانہ طور پر قصر کر کے پڑھ لی تو جائز ہو گئی، اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۰، بحوالہ بدائع﴾

کیا عورت تنہا سفر کر سکتی ہے؟

مسئلہ: اگر اڑتالیس میل (سواستتر کلومیٹر) کا سفر ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو، اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے، بغیر محرم کے سفر کرنا بڑا گناہ ہے، اگرچہ اس سے کم سفر ہو، تب بھی بغیر محرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں، حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے۔

مسئلہ: جس محرم کو خدا اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو تو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

﴿بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد ۲ بحوالہ مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۲۱، جلد اول و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۰۱، جلد ۳﴾

مسئلہ: بوڑھی عورت کو بھی بغیر شوہر یا کسی محرم کے سفر نہیں کرنا چاہیے۔

﴿بحر، صفحہ ۳۳۹، جلد۲، ومظاہر حق جدید، صفحہ ۲۲۶، جلد۳، وامداد الاحکام، صفحہ ۱۵۷، جلد۲﴾

کیا بیوی سفر میں ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے؟

مسئلہ: جائے ملازمت پر لے جانا بیوی کو بغیر اس کی رضامندی کے جائز نہیں، خصوصاً جب کہ بیوی کو ایذارسانی وتکلیف پانے کا اندیشہ ہو۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۱۹، جلد۶﴾

مسئلہ: بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنے مونس وہمدم شوہر کی پاسداری کر کے اس کو راحت پہنچائے، لیکن اگر اس کا اپنا مکان چھوڑ کر شوہر کے ساتھ دوسرے شہر میں جانے سے شوہر کی طرف سے ایذ وضرر کا اندیشہ ہے تو اس بات (سفر میں ساتھ رہنے) میں شوہر اس کو مجبور نہیں کر سکتا ہے۔
﴿شامی، صفحہ ۶۳۷، جلد۲﴾

مسئلہ: اور اس حکم عدولی سے نفقہ یعنی ضروری خرچ ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ: شب باشی میں مساوات اس وقت ضروری ہے جب دونوں بیویاں ساتھ ہوں، اگر ایک اپنے مکان پر ہو، دوسری سفر میں ساتھ ہو تو یہ مساوات ضروری نہیں۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۳۲۶، جلد ۱۰، بحوالہ درمختار، صفحہ ۳۹۵، جلد۲ وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۱۹، جلد ۱۸ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۱۷۵، جلد۲﴾

بیوی کا سفر میں ساتھ نہ جانے پر خرچہ بند کرنا؟

سوال: زید اپنی بیوی کو سفر میں لے جانا چاہتا ہے اور بیوی جانے سے انکار کر دے تو زید بیوی کا نفقہ (ضروری خرچہ) بند کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں زید اپنی بیوی کا نفقہ بند نہیں کر سکتا ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۱۲، جلد ۵ ودر مختار، صفحہ ۸۹۰، جلد اول﴾

سفر میں کون سی بیوی کو ساتھ رکھے؟

مسئلہ: جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کو اختیار ہے کہ سفر میں جس بیوی کو چاہے پاس رکھے، قرعہ اندازی کی ضرورت نہیں ہے، البتہ بہتر اور مستحب ہے، اگر قرعہ اندازی نہ کرے گا تو گنہگار نہیں ہوگا۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۰۳، جلد ۸، بحوالہ درمختار، صفحہ ۵۴۷، جلد ۲ باب القسم ومظاہر حق، صفحہ ۱۲۲، جلد ۳ وامداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۷۷، جلد۲﴾

مسئلہ: سفر و مجبوری کی وجہ سے عورت کے ساتھ مقاربت نہ ہوتی ہو تو عدم مقاربت کی وجہ سے کچھ گناہ شوہر پر نہیں ہے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۰۴، جلد ۶، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴، جلد ۲﴾

سفر میں اگر دوسری بیوی بھی پہنچ جائے؟

مسئلہ: سفر میں جس بیوی کو چاہے ساتھ رکھ سکتا ہے اس پر شوہر ماخوذ نہ ہوگا، لیکن اگر مسافر کی دوسری بیوی بھی سفر میں پہنچ جائے یا بلا لے تو پھر شوہر پر عدل و انصاف ضروری ہے، ہاں اگر ان میں سے ایک اپنا حق ساقط کر دے (یعنی چھوڑ دے) اور دوسری بیوی کو دے دے تو پھر پاس رکھ کر بھی عدل نہ کرنے میں مسافر (شوہر) گنہگار نہ ہوگا۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۰۶، جلد ۸، بحوالہ درمختار، صفحہ ۵۵۱، جلد ۲﴾

دوسری بیوی بیمار ہو کر اصل وطن پہنچ جائے؟

سوال: ایک شخص جس کی سکونت اور ایک بیوی اصلی وطن میں ہے اور دوسرے شہر میں صرف دوسری بیوی کے قیام و سکونت کے لیے مکان بنایا چند سال کے رہنے کے بعد، امراض کی وجہ سے دوسری بیوی کو وطن اصلی جانا پڑا اور اس دوسرے شہر کے مکان کو بند کر دیا، بعض سامان بھی اب تک یہیں ہیں اور دوسری بیوی کا، پھر اسی دوسرے شہر میں آنا ابھی تک مشکوک ہے، ایسے حال میں وہ شخص اگر دو دن کے لیے کسی ضرورت سے یا مکان کی نگرانی کے خیال سے اس شہر میں مسافت طے کر کے آئے تو اس کو قصر کرنا ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ: اگر اس دوسرے شہر میں پھر بطور وطن رہنے کا ارادہ نہیں ہے جس طرح پہلے رہتا تھا، تب تو وہ وطن نہیں رہا، وہاں جا کر قصر کرے گا۔ جب مسافت سفر (اڑتالیس میل، سوا ستتر کلومیٹر) طے کر کے آئے اور اگر اب بھی اسی طرح رہنے کا ارادہ ہے تو وہ بھی وطن ہے پس اس شخص کے دو وطن ہو جائیں گے۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۸، جلد اول و فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۹۲، جلد ۴، بحوالہ غنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۶﴾

کیا مسافر کو بیویوں پر تحفہ تقسیم کرنا ضروری ہے؟

سوال: ایک شخص کی دو بیویاں ہیں، تحفہ وغیرہ جو سفر سے لاتا ہے دوسری بیوی کو نہیں دیتا، کہتا ہے کہ تحفہ و ہدیہ میں مساوات ضروری نہیں، کیا یہ طرز عمل ٹھیک ہے؟

جواب: عدل (برابری، انصاف) کرنا دونوں زوجہ میں ضروری ہے، تارک اس کا عاصی آثم، تارک فرض ہے اور فاسق ہے (فرض کو چھوڑنے والا گنہگار ہے)۔ دو بیویوں کے درمیان ہر ایک امر میں کھانے اور کپڑے اور پاس رہنے میں مساوات کرے، حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں وہ مساوات نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک کروٹ ساقط ہوگی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۰۴، جلد ۸ بحوالہ قرآن کریم، سورۃ النساء و در مختار، صفحہ ۵۴۷، جلد ۲ و مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۲۷۹، جلد ۱﴾

عورتوں کے لیے تبلیغی سفر کرنا؟

مسئلہ: حامداً ومصلیاً تبلیغی جماعت کا مقصد دین سیکھنا، اس کو پختہ کرنا اور دوسروں کو دین سیکھنے سکھانے اور پختہ کرنے کے لیے آمادہ کرنا ہے اور اس جذبہ کو عام کرنے کے لیے طویل سفر بھی اختیار کیے جاتے ہیں، جس طرح مرد اپنے دین کو سمجھنے اور پختہ کرنے کے محتاج ہیں، عورتیں بھی محتاج ہیں اور گھروں میں عامۃً اس کا انتظام نہیں ہے، اس لیے اگر لندن یا کسی بھی دور دراز مقام پر محرم کے ساتھ حدود شرع کی پابندی کا لحاظ رکھتے ہوئے عورتیں جائیں اور کسی کے حقوق تلف نہ ہوں تو شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ دینی اعتبار سے مفید اور اہم ہے۔

اگر بچے اتنے چھوٹے نہیں کہ بغیر والدہ کے تڑپیں گے اور ان کی پرورش نہیں ہو سکے گی اور بچوں کی نانی ان کی دیکھ بھال اطمینان بخش طریقہ پر کرلیں گی تو پھر سفر کی اجازت ہے۔
﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۰۸، جلد ۱۴﴾

عورت کے لیے سفر حج کرنا؟

مسئلہ: عورت کو حج کے لیے جانا بغیر کسی محرم وشوہر وغیرہ کے جائز نہیں ہے، عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے کہ اس کے پاس اس قدر روپیہ ہو کہ وہ دونوں کا خرچ اٹھا سکے، یعنی اپنا خرچ اور محرم

کا خرچ اور مرد کے ذمہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے کہ علاوہ اپنے خرچ کے اپنے اہل وعیال کے لیے مدت سفر کا خرچ کافی چھوڑ جائے اور جو کچھ قرض ہو وہ سب ادا کر دے۔

مسئلہ: اگر عورت نے غیر محرم کے ساتھ جا کر حج ادا کر لیا تو حج اس کا ادا ہو گیا اور جو فرض اس کے ذمہ تھا وہ ساقط ہو گیا اور غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے کا گناہ اس پر ہوا، توبہ واستغفار کرے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۲۲ ج ۶، بحوالہ عالمگیری مصری، صفحہ ۲۰۳ ج ۱، ودر مختار، صفحہ ۲۰۰، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر عورت کے ذمہ حج فرض ہو تو شوہر اس کو حج سے نہیں روک سکتا ہے، اگر شوہر ساتھ نہ جائے تو دوسرے محرم کے ساتھ حج کر سکتی ہے اور بعض نے کہا اگر صلحا کے ساتھ سفر کرے تو درست ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۴۰، جلد ۶، بحوالہ در مختار، صفحہ ۳۴۳، جلد ۲ کتاب الحظر﴾

عورت کا عدت میں سفر کرنا؟

سوال: شوہر کے انتقال کو سوا مہینہ ہو گیا ہے اور میں یہاں سورت شہر میں ہوں اور کاروبار (بزنس) شوہر کا مدراس شہر میں ہے تو کیا سرکاری کاغذات پر دستخط کی ضرورت سے وہاں جا سکتی ہوں یا نہیں؟

جواب: جس ضرورت سے نکلنے کی اجازت ہے اس سے وہ ضرورت مراد ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو، طبیعت کی خواہش کو ضرورت قرار دینا غلط ہے اور عدت کے اندر فرض حج کے لے بھی سفر نہیں کر سکتی۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۱۶۲، جلد ۲، وہدایہ، صفحہ ۴۱۰، جلد ۲﴾

عزیز و اقارب بیمار ہوں تو ان کی عیادت کے لیے بھی جانے کی اجازت نہیں ہے، سرکاری معاملہ کے لیئے وکیل سے مشورہ کیا جائے، کاغذات یہاں پر (جہاں پر آپ ہیں) بھیجے جا سکتے ہوں تو منگوائے جائیں یا پھر مہلت طلب کر لی جائے۔ عدت کا عذر اگر قابل قبول نہ ہو تو ڈاکٹر کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا جائے کہ سفر کے قابل نہیں ہے۔ اگر کوئی عذر قابل قبول نہ ہو اور نقصان شدید کا اندیشہ ہو تو سفر کر سکتی ہے مگر نقصان برداشت کر لینا (جب کہ نعم البدل ہو) اچھا ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۰۰، جلد ۵﴾

عورت کا سفر میں وطن کے قریب پاک ہونا؟

سوال: کوئی عورت سفر میں حیض کے ساتھ ہو اور ایسی جگہ پہنچ کر پاک ہوئی جہاں سے وطن مسافت سفر سے کم ہو اور اس حالت میں اس پر نماز کا وقت آ گیا تو یہ قصر پڑھے گی یا پوری؟

اور اگر یہ نماز قضا ہو گی تو پوری نماز قضا کرے گی یا دوگانہ؟

جواب: خواہ ادا پڑھے یا قضا بہر صورت اس پر پوری نماز فرض ہے اور یہ حکم جب کہ ابتدا سفر سے حائضہ ہو، اگر حالت طہارت میں سفر کی ابتدا ہوئی ہو تو حیض ختم ہو جانے کے بعد بھی قصر ہی پڑھے گی۔ ﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۸۷، جلد۴ بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۳۶، جلد اول﴾

مسئلہ: چار منزل ۴۸ میل سے زیادہ جانے کی نیت سے کوئی عورت چلی لیکن پہلی دو منزلیں (۲۴ میل) حیض کی حالت میں گزریں جب بھی وہ مسافر نہیں ہے، اب غسل کر کے پوری چار رکعتیں پڑھے، البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ جگہ اگر تین منزل (۴۸ میل) ہو یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا ہو تو وہ البتہ مسافر ہے، نماز مسافروں کی طرح (یعنی قصر کرے) پڑھے۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد۲﴾

وطن کی تین قسمیں ہیں

وطن کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وطن اصلی، دوسرے وطن اقامت، تیسرے وطن سکنیٰ۔

وطن اصلی وہ ہے جہاں پر آدمی اپنے اہل و عیال کے ساتھ رہتا ہو (یا جائے پیدائش ہو) اور اس میں زندگی گزارنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (یعنی مستقل طریقہ پر اور وہاں سے منتقل نہ ہو)

مسئلہ: وطن اصلی متعدد بھی ہو سکتے ہیں مثلاً ایک شخص کے متعدد اہل و عیال مختلف شہروں میں رہتے ہیں اور وہیں زندگی گزارنے کا خیال ہے تو یہ تمام شہر اس شخص کے لیے وطن اصلی سمجھے جائیں گے اور یہ شخص جب ان شہروں میں داخل ہو گا تو بلا نیت کے محض داخل ہونے سے مقیم ہو جائے گا۔ ﴿بدائع﴾

مسئلہ: اگر کسی شخص کے ماں باپ خویش و اقارب ایک شہر میں مستقل طور پر رہتے ہیں اور اس کے اہل و عیال دوسرے شہر میں مستقل طور پر رہتے ہیں اور وہیں زندگی گزارنے کا خیال رکھتے ہیں تو اس کا وطن اصلی وہ شہر ہو گا جس میں اہل و عیال ہیں۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۱، و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷، جلد اول﴾

مسئلہ: جب تک اس کو چھوڑ کر دوسرا وطن اس جیسا وطن نہ بنا لے وہی وطن اصلی رہے گا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۰، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۳، جلد اول﴾

وطن کی دوسری قسم وطن اقامت ہے، وطن اقامت اس کو کہتے ہیں جس میں مسافر پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر کے مقیم ہو جائے، بشرطیکہ یہ جگہ عادۃً وعموماً ٹھہرنے کے قابل ہو، جنگل وکشتی وغیرہ نہ ہو۔ (اس کو وطن مستعار اور وطن حادث بھی کہتے ہیں۔　﴿عالمگیری، صفحہ ۷۸۳﴾

تیسری قسم وطن کی وہ ہے جس میں مسافر پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۱، وزیلعی، صفحہ ۲۱۴﴾

وطن اصلی کے احکام

مسئلہ: وطن اصلی کا حکم یہ ہے کہ مسافر اس میں خواہ کسی طرح داخل ہو جائے، مقیم سمجھا جائے گا، اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے، قصداً داخل ہو یا بلا قصد۔

مسئلہ: جن شہروں کے اسٹیشن وسط شہر میں واقع ہیں، ان شہروں کے باشندوں اگر ریل میں بیٹھے ہوئے اس شہر سے گزریں گے تو یہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائیں گے، پھر اگر آگے مسافت قصر یعنی ۴۸ میل جانے کا قصد ہے تو شہر کی بستی سے نکل کر پھر مسافر ہو جائیں گے اور اگر اس سے کم مسافت کا ارادہ ہے تو بعد میں بھی بدستور مقیم رہیں گے، مثلاً ایک دہلی کا رہنے والا بمبئی سے اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے لیکن کسی ضرورت سے یہ چاہتا ہے کہ اول سیدھا غازی آباد چلا جائے۔ (بمبئی سے آتے ہوئے پہلے اپنا وطن دہلی آتا ہے پھر اس کے بعد ایک دو اسٹیشن بعد غازی آباد آتا ہے) اور پھر اپنے وطن دہلی کو واپس آتا ہے تو جس وقت ریل گاڑی دہلی کے اسٹیشن پر پہنچے گی یہ اسی وقت سے مقیم ہو جائے گا۔ غازی آباد کے زمانہ میں بھی اس کو پوری نماز اقامت سے پڑھنی چاہیے اور اگر بجائے غازی آباد کے اس طرح مراد آباد کا قصد ہے تو دہلی اسٹیشن کی حدود تک تو یہ مقیم رہے گا اور جب گاڑی اسٹیشن سے نکل جائے گی تو پھر از سر نو مسافر ہو جائے گا۔ اسٹیشن دہلی پر اگر نماز پڑھے گا تو چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور اسٹیشن گزرنے کے بعد پڑھے گا تو دو رکعت پڑھنی ہوں گی، بشرطیکہ وقت نماز باقی ہو۔ (کیونکہ دہلی سے مراد آباد مسافت قصر ہے اس لیے پھر یہ مقیم مسافر ہو جائے گا)۔

مسئلہ: اور اگر مثلاً عصر کے وقت دہلی اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تھی اور نماز نہ پڑھنے پایا تھا کہ اسٹیشن پر سورج غروب ہو گیا، اب اسٹیشن دہلی گزرنے کے بعد عصر کی قضا نماز پڑھنا چاہے تو پوری چار رکعتیں پڑھنی ہوں گی۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۲﴾

مسئلہ: وطن اصلی سفر سے باطل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص ساری عمر سفر میں رہے پھر بھی جو اس کا وطن اصلی ہے وہ وطن ہی سمجھا جائے گا، وہاں ایک گھنٹہ (بلکہ داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا) کے لیے بھی آئے گا تو پوری نماز پڑھنا ہو گی۔ ﴿بدائع صنائع﴾

مسئلہ: انسان کا وطن اصلی بدلنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اس جگہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر یا بستی میں مع اہل و عیال کے منتقل ہو جائے اور وہیں عمر گزارنے کی نیت کر لے، تو اب یہ وطن اصلی بن گیا اور جس جگہ کو چھوڑ دیا ہے وہ وطن نہیں رہا۔ جب وہاں پہنچے گا تو نماز قصر ادا کرنی ہو گی۔ ﴿بدائع﴾

اور جب تک پہلے وطن کو چھوڑنے اور دوسری جگہ کو وطن نہ بنانے کی نیت نہ کرے تو پہلا وطن ہی وطن اصلی رہے گا۔ ﴿بدائع﴾

مسئلہ: یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ایک شخص کے دو یا زائد مقام بھی وطن اصلی ہو سکتے ہیں جبکہ دونوں جگہ اس کے اہل و عیال ہوں اور دونوں جگہ اہل و عیال کی نیت عمر گزارنے کی ہو۔

﴿احکام سفر، صفحہ ۴۳، و عالمگیری، صفحہ ۹۳، جلد ۳ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد ۱﴾

وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے

مسئلہ: ایک وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں تمام عمر سکونت کے ارادہ سے مقیم تھا اس کے بعد اس نے اس مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں اسی نیت سے سکونت اختیار کر لی تو اب یہ دوسرا مقام وطن اصلی ہو جائے گا اور پہلا مقام وطن اصلی نہ رہے گا، یہاں تک کہ اگر ان دونوں مقاموں میں سفر کی مسافت ہو اور اس دوسرے مقام سے سفر کر کے پہلے مقام میں جائے تو مقیم نہ ہو گا۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۲، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد اول﴾

مسئلہ: کسی ایک وطن کے باطل ہو جانے کے لیے یہ شرط نہیں کہ دونوں کے درمیان قصر عائد کرنے والا فاصلہ بھی ہو۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد اول﴾

مسئلہ: وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا، یعنی اگر کوئی شخص کسی مقام میں پندرہ روز کی سکونت اختیار کرے اور اس کے بعد اپنے وطن اصلی میں جائے تو معاً وہاں پہنچتے ہی مقیم ہو جائے گا۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۲، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۴۷۷، جلد اول﴾

وطن اصلی دو جگہ بھی ہو سکتا ہے؟

سوال: ایک شخص اپنے وطن اصلی سے بیوی بچے اور سامان لے کر مستقل ارادہ کر کے دوسری جگہ رہنے لگا، لیکن پہلے وطن میں اس کا سامان و جائیداد بھی موجود ہے تو کیا دونوں جگہ اس کا وطن ہو گا؟

جواب: اس سامان و جائداد سے اگرچہ خود ہی منتفع ہوتا ہے اس سے اپنی ملکیت کو ختم نہیں کیا تو بھی اس جگہ کی وطنیت ختم ہو گئی چونکہ دوسری جگہ مستقل رہائش اختیار کر لی ہے، اب وہاں سے کلیۃً منتقل ہونے کا قصد نہیں ہے تو دوسری جگہ وطن اصلی بن گیا، لیکن اگر پہلی جگہ بھی بلحاظ موسم آنے اور رہنے کا قصد ہے تو دونوں جگہ وطن اصلی ہو جائے گا۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۴۳، جلد ۱۴ بحوالہ بحر، صفحہ ۱۳۶، جلد ۲﴾

ایک وطن کو چھوڑ کر دوسرے میں چلا گیا؟

سوال: ایک شخص پہلے امرتسر میں رہتا تھا، پھر لاہور میں مع اہل وعیال کے چار سال سے اقامت گزین ہے اور امرتسر میں کچھ زمین بھی ہے، اگر امرتسر اور لاہور میں مسافت سفر کی ہو تو اس شخص کو امرتسر میں قصر کرنا ہو گا یا نہیں؟

جواب: اگر اس شخص نے لاہور کو وطن اصلی بنا لیا ہے اور امرتسر کی سکونت چھوڑ دی تو امرتسر میں اگر پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہیں کی تو وہاں قصر کرے گا۔

﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۴۴۳، جلد ۴ بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

وطن اقامت کے احکام

مسئلہ: وطن اقامت جس میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ قیام کی نیت کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک مقیم رہے نماز پوری مقیم والوں کی طرح پڑھے اور جب یہاں سے سفر شرعی

اڑتالیس میل کے سفر کی نیت کر کے نکلے تو سفر شروع ہوتے ہی مسافرانہ نماز ادا کرے۔ (درمختار) پھر اگر کبھی اس وطن اقامت میں داخل ہو تو جب تک یہاں پندرہ دن یا اس سے زائد قیام کی دوبارہ نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر ہی رہے گا، مسافرانہ نماز قصر پڑھنا چاہیے، اس کا حاصل یہ ہے کہ وطن اقامت میں خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گزرا ہو جب یہاں سے سفر کرے گا یہ وطن باطل ہو جائے گا۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۴۴﴾

مسئلہ: وطن اقامت تین امور سے باطل (ختم) ہو جاتا ہے، اول وطن اصلی سے یعنی وطن اقامت سے وطن اصلی میں پہنچ جائے گا تو مقیم ہو جائے گا، پھر وہاں سے اُس وطن اقامت میں جائے تو مقیم نہ ہوگا، ہاں پھر وہاں پہنچ کر اگر پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لے تو دوبارہ وطن اقامت ہو جائے گا۔

دوسرے یہ کہ وطن اقامت کو اسی جیسا دوسرا وطن اقامت باطل کر دیتا ہے یعنی اگر کوئی شخص ایک مقام میں پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت سے اقامت (ٹھہرنے کی نیت) کرے اور اس کے بعد اس مقام کو چھوڑ دے اور بجائے اس کے دوسرے مقام میں اسی نیت کے ساتھ اقامت کرلے تو وہ پہلا مقام وطن نہ رہے گا، وہاں جانے سے مقیم نہ ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۴، جلد ۱﴾

تیسرے وطن اقامت سے سفر کے لیے روانہ ہونا، لہٰذا اگر کوئی مسافر کسی قابل رہائش مقام پر جو قصر کی مسافت پر واقع ہے پندرہ روز ٹھہرا اور پھر یہاں سے کسی اور جگہ جانے کے لیے سفر کا ارادہ کیا تو سفر شروع ہوتے ہی وہ وطن اقامت باطل ہو جائے گا لہٰذا اگر وہاں واپس آنے کی کوئی ضرورت لاحق ہو تو نماز پوری نہ پڑھی جائے گی (بلکہ قصر کیا جائے گا) کیونکہ سفر کا آغاز ہوتے ہی وہ وطن جو اقامت تھا وہ ختم ہو چکا ہے، لیکن اگر اس کے علاوہ کسی اور جگہ سے سفر کیا تو وہ وطن اقامت باطل نہ ہوگا۔ اس کے بطلان کے لیے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ مسافر اپنے سفر کے دوران اُس جگہ سے نہ گزرے۔ اگر وہیں سے گزرا تو اس کو وطن اقامت ہونا ختم نہ ہوگا۔

دوسرے یہ کہ جہاں سے سفر شروع ہوا ہے وہاں سے وطن اقامت تک قصر عائد کرنے والی مسافت ہو۔ اگر اس سے کم مسافت ہو تو اس کا وطن اقامت ہونا ختم نہ ہوگا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۵، جلد اول و تفصیل غایۃ الاوطار، صفحہ ۳۰۹، و عالمگیری باب صلوٰۃ المسافر، صفحہ ۸۳۷، جلد ۹ و بدائع صنائع و شامی﴾

کیا وطن اقامت ایک سے زائد ہو سکتے ہیں؟

مسئلہ: دوسرا وطن اقامت پہلے کے لیے تب ہی مبطل ہوگا جب کہ پہلے کی وطنیت کو ختم کر کے وطن اقامت بنایا گیا ہو اور اگر پہلے کی وطنیت کو ختم نہیں کیا گیا بلکہ اس کی رہائش بدستور باقی ہے، بیوی بچے اور سامان وہیں ہے اور دوسرے مقام میں شرعی اقامت کے ساتھ مقیم ہو گیا تو اس سے پہلا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا۔

بقا اہل وثقل (بیوی بچوں اور سامان کے موجود رہنے) سے بقا اقامت وطن رہتا ہے، عرف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ جو شخص بال بچوں سمیت ایک شہر میں ہو، گو یہ اس کا وطن اصلی نہ ہو محض اس کے لیے ایک دو دن کے لیے سفر پر چلے جانے سے یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ یہاں سے ترک سکونت کر گیا ہے اور نہ اس سفر کو کوئی ترک سکونت کہتا ہے اور نہ ہی سفر سے واپسی کو کوئی تجدید توطن یا استیناف سکونت قرار دیتا ہے۔ (اصل مدار نیت پر ہے)۔

البتہ اگر بیوی بچے وغیرہ بھی ہمراہ لے جائے اور ارادہ یہاں واپسی کا نہ ہو تو اب یقیناً کہا جاتا ہے کہ وہ یہاں سے رہائش ترک کر گیا ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۱، جلد ۴﴾

مسئلہ: اس امر کی توضیح ضروری ہے کہ بقاوطن اقامت کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ وہاں اہل وعیال چھوڑ کر گیا ہو یا سامان مقبوض مکان میں رکھ گیا ہو۔ اگر سامان کسی کے پاس ودیعت رکھ کر گیا تو وطن اقامت باطل ہو جائے گا، اس کے لیے اُسے عرف میں سکونت نہیں کہا جاتا ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۲، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۸۰، جلد ۲ و تفصیل امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۹ تا ۷۰۱، جلد اول﴾

وطن شکنی کا حکم

وطن شکنی جس میں پندرہ روز سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں قیام کے باوجود انسان مسافر کے حکم میں رہے گا، نماز قصر ادا کرے گا جب تک بیک وقت پندرہ روز کے قیام کی نیت کر کے اس کو وطن اقامت نہ بنائے اس وقت تک نماز قصر ہی ادا کرنا ہوگی۔

مسئلہ: اگر اول دس دن کے قیام کی نیت کی پھر چھ دن گزرنے کے بعد پانچ دن کی نیت کر لی اور اسی طرح دو دو چار چار دن کی نیت بڑھاتا رہا، مگر پورے پندرہ دن کی نیت بیک وقت نہ ہوئی تو نماز مسافرانہ ہی ادا کرنی ہوگی، اگرچہ ساری عمر اسی طرح گزار دے۔ ﴿بدائع﴾

خلاصہ یہ ہے کہ وطن سُکنیٰ شرعی اعتبار سے کوئی وطن نہیں۔ (احکام سفر، صفحہ ۴۴) (یہ قیام شرعی اعتبار سے وطن نہیں کہلائے گا)۔

سفر میں ملی ہوئی آبادی کا معیار

سوال: پنج گور، ایک تحصیل ہے اس کے اندر بارہ موضع ہیں، ایکدوسرے سے ڈیڑھ میل، ایک میل، دو میل کے فاصلہ پر واقع ہیں، ہر ایک کی کافی آبادی ہے، جتنے رقبے میں یہ مواضع واقع ہیں، وہ سب علاقہ ''پنجگور'' کہلاتا ہے، مندرجہ بالا بیان کے تحت ذیل کے سوالات کا جواب کیا ہوگا؟

❶ جو شخص سفر کرنا چاہے وہ اپنی بستی کی آبادی سے باہر نکل کر مسافر ہے یا سب بستیوں سے تجاوز کے بعد؟

❷ جب واپس آئے تو اپنی بستی میں داخل ہو کر مقیم ہوگا یا مطلق پنجگور میں داخل ہونے سے؟

❸ باہر کا آدمی بیس دن کی نیت سے ''پنجگور'' آیا مگر کبھی اس بستی میں اور کبھی اس بستی، یہ قصر کرے یا پوری نماز پڑھے۔

جواب: دو بستیوں کے درمیان وجود مزارع یا قدر غلو (۱۶، ۱۳۷ میٹر) علامت انقطاع ہے۔

معہٰذا اگر دو مواضع عرف عام میں ایک ہی شہر کے دو محلے سمجھے جاتے ہوں تو فصل مذکور کے باوجود دونوں کو ایک منبع قرار دیا جائے گا۔

سوال میں مذکور تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر موضع مستقل ہے اور ''پنجگور'' ان سب مواضع پر شامل علاقہ کا نام ہے، لہٰذا سفر کی ابتدا اور انتہا اور اقامت میں ہر موضع الگ شمار کیا جائے گا، اگر کم از کم پندرہ شب ایک جگہ گزارنے کی نیت ہو اور صرف دن میں دوسرے موضع میں جائے تو مقیم ہوگا ورنہ نہیں۔ ﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۵۷، جلد۴﴾

مسئلہ: ایک شہر کے مختلف محلے مختلف بستیوں کے حکم میں نہ ہوں گے، بلکہ ایک ہی جگہ سمجھی جائے گی اور مختلف محلوں میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کرنے والا مقیم سمجھا جائے گا، لیکن آس پاس کے گاؤں اور جداگانہ (الگ) بستیاں جن کے نام اور احکام اور تمام کاروبار جدا ہوں، ایک جگہ متصور نہ ہوں گے اور جن شہروں میں شہر اور چھاؤنی کی بستیاں اور بازار اور اسٹیشن وغیرہ بالکل جدا ہیں وہ بھی مختلف شہر شمار کیے جائیں گے۔ ﴿احکام سفر، صفحہ ۳۹﴾

جو آبادی شہر سے متصل نہ ہو؟

سوال: ایک شخص لاہور شہر سے پندرہ میل مضافات میں رہتا ہے، اس کے گھر سے چار میل کے فاصلہ پر ایک بس اسٹاپ ہے، اب اس کو مسافر کہاں سے شمار کریں گے پہلے اسٹیشن سے یا دوسرے سے؟ آبادی دوسرے بڑے اسٹیشن تک لگی ہوئی ہے اور اگر آبادی الگ بھی ہو، مگر یہاں کے عرف عام میں اس کو لاہور ہی میں شمار کیا جائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟ یعنی سفر اور اقامت کا حکم ضلع کے اعتبار سے ہوگا یا بستی کے اعتبار سے؟

جواب: اگر اس بستی سے شہر تک مسلسل عمارات نہیں بلکہ بقدر غلوہ (۱۶، ۱۳۷ میٹر) یا اس سے زائد خلا ہے اور درمیان میں زرعی زمین ہے تو یہ مستقل آبادی شمار ہوگی، اس کے مکانات سے نکلنے پر قصر کا حکم شروع ہو جائے گا اور اگر شہر سے متصل ہے، خواہ شہر کی نواحی کچی آبادی یا جھونپڑیوں وغیرہ ہی سے متصل (ملی ہوئی) ہو تو یہ شہر میں داخل ہے اس لیے حدود شہر سے باہر نکلنے پر مسافر ہوگا۔ اسٹیشن اگر شہر سے متصل ہو یعنی درمیان میں زرعی زمین یا ۱۶، ۱۳۷ میٹر خلا نہ ہو تو اس پر حکم قصر نہیں ہے۔

عبارات فقہ میں اتصال آبادی کا کوئی معیار نظر سے نہیں گزرا، بظاہر اس کا مدار رویت ظاہرہ پر ہے یعنی دیکھنے میں اتصال نظر آئے مگر وجود مزارع یا قدر غلوہ بہرکیف موجب انقطاع ہے، کیونکہ فناء مصر صحت جمعہ میں اگرچہ مطلقاً بحکم مصر ہے مگر حکم قصر میں وجود مزارع یا قدر غلوہ الحاق بالمصر سے مانع ہے، حالانکہ فناء متعلقات مصر سے ہے تو یہ قریہ مستقلہ میں یہ فصل بطریق اولیٰ مانع الحاق ہوگا۔ البتہ فصل مذکور کے باوجود اگر عرف عام میں دو مقام ایک ہی شہر کے دو حصے سمجھے جاتے ہوں تو حکم اتحاد ہوگا اور ریلوے اسٹیشن فناء مصر (شہر کی حدود) میں داخل ہے (بعض جگہ حدود میں داخل نہیں ہوتا ہے)۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۳۷ ج ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۲، جلد اول﴾

سیاح کے لیے قصر کرنا؟

سوال: کوئی شخص برابر بارہ سال سے سیاحی کرتا ہے، آج اس گاؤں میں، کل اس گاؤں میں رہتا ہے تو ہمیشہ قصر پڑھے یا نہیں؟

جواب: اس میں تین صورتیں ہیں: (۱) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل یعنی ۴۸ میل یا زائد کا سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد نہیں، اس صورت میں قصر پڑھے۔ (۲) کسی مقام سے چلنے کے وقت ۴۸ میل یا زائد کے سفر کا قصد ہے اور کسی جگہ پہنچ کر پندرہ روز یا زائد قیام کا قصد ہے، اس صورت میں راستہ میں قصر پڑھے اور جگہ ٹھہرنے میں پوری پڑھے۔ (۳) کسی مقام سے چلنے کے وقت تین منزل (۴۸ میل) یا زائد کے سفر کا قصد نہیں یعنی جس جگہ سے اب چلا ہے نہ یہاں سے چلنے کا وقت اور نہ اس کے قبل جس جگہ سے چلا تھا اس کے چلنے کے وقت سے بھی تین منزل کا ارادہ نہیں ہوا تو پوری نماز پڑھے۔

﴿امداد الفتاوی، صفحہ ۳۷۵، جلد اول﴾

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی پر حکم

سوال: سفر میں گیا مگر تین منزل (۴۸ میل) نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

جواب: اس صورت میں قصر نہیں کرے گا، کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔

﴿فتاوی رحیمیہ، صفحہ ۲۳۸، جلد اول﴾

صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادہ سفر چار منزل (۴۸ میل سے زیادہ) اپنے شہر سے نکلا اور دو منزل جا کر لوٹنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل (۴۸ میل) جا کر یعنی پہنچ کر واپس لوٹے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے۔ علامہ شامیؒ نے کہا ہے کہ جبکہ ابتدا قصر کے لیے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقا کے لیے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے۔

﴿فتاوی رحیمیہ، صفحہ ۵، جلد ۵، وغایۃ الاوطار، صفحہ ۳۶۱، جلد اول وہدایہ، صفحہ ۱۴۶، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافت شرعی (۴۸ میل) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کر لیا، یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کر لی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔

﴿فتاوی رحیمیہ، صفحہ ۵، جلد ۵ وعالمگیری، صفحہ ۸۹، جلد ۱ وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۲، جلد اول﴾

سفر غیر شرعی کو شرعی بنالیا

سوال: زید وطن سے مظفر نگر کے لیے ۴۸ میل سے کم دو یوم کے لیے گیا اور وہاں پہنچ کر سہارن پور (جوکہ ۴۸ میل سے کم ہے) جانے کی ضرورت محسوس ہوئی چلا گیا اور سہار نپور سے میرٹھ (جوکہ سہار نپور سے سفر شرعی ہے) واپس آ گیا، میرٹھ سے مظفر نگر سفر شرعی نہیں اور نہ مظفر نگر سے سہار نپور، ہاں میرٹھ سے سہار نپور سفر شرعی ہے، پس سفر کے دو ٹکڑے علیحدہ و مستقل نیت مظفر نگر سے روانگی کے وقت سفر بنیں گے یا نہیں یعنی سہار نپور سے میرٹھ آتے وقت تو سفر شرعی کا حکم وہی ہوگا۔ مظفر نگر سے سہار نپور تک بھی حکم سفر ہوگا یا نہیں؟

جواب: درمختار سے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص مظفر گر سے سہار نپور جاتا ہوا قصر نہ کرے گا کیونکہ یہاں سے مسافت شرعی نہیں ہے اور سہار نپور سے میرٹھ آتے ہوئے قصر کرے گا (کیونکہ سہار نپور سے میرٹھ تک سفر شرعی ہے)۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۹۶، جلد اول﴾

اطراف میں دورہ کا حکم

سوال: زید سرکاری ملازم ہے، اس کے رہنے کا مقام مثلاً دہلی ہے مگر اس کو کبھی صرف اطراف میں اڑتالیس میل کے اندر یا کم زیادہ دورہ کرنا پڑتا ہے اور دورہ میں چھ یا دس دن گزر جاتے ہیں، رہنے کے مقام کو واپس نہیں آتا، اس صورت میں قصر کرے یا نہ؟

جواب: اگر گھر سے نکلنے کے وقت اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس دورہ میں منتہائے سفر فلاں مقام ہے جوکہ ۴۸ میل یا زیادہ رہائش گاہ سے ہے تو قصر لازم ورنہ نہیں۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۴، جلد ۴ وصفحہ ۴۶۱، جلد ۴ وامداد الاحکام، صفحہ ۷۲۱، جلد اول ودرمختار، صفحہ ۷۴۳، جلد ا وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۴، جلد ۴﴾

تبلیغی جماعت اور مسافت قصر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر تبلیغی جماعت والے دیوبند سے دہلی تک کا ارادہ کریں جس جماعت میں دار العلوم کے طلبہ بھی شامل ہیں اور یہ سفر سفر شرعی ہے، اگر وہ حضرات راستے میں کسی گاؤں میں ایک دن، کسی قصبہ میں دو دن تک

قیام کرتے ہوئے دہلی پہنچے تو ان لوگوں پر قصر واجب ہوگا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب دیں، مہربانی ہوگی؟

مسئلہ: اسی طرح اگر وہی جماعت تبلیغی بستی نظام الدین سے (یعنی جو دہلی میں تبلیغی جماعت کا مرکز کہلاتا ہے) سہارنپور تک کا ارادہ کرے اور اسی ماقبل کی طرح قیام کرتے ہوئے دیوبند تک آئے اور دیوبند تین دن تک قیام کر کے پھر سہارنپور جائے تو کیا وہ طلبہ جو دارالعلوم میں زیر تعلیم ہیں اور وہ حضرات جو دیوبند کے ہیں، ان تمام حضرات کے اوپر دیوبند میں قصر واجب ہوگا یا نہیں چونکہ یہ مسئلہ عام طور سے پیش آتا رہتا ہے۔ ازراہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی احقر سراج احمد المظاہری مدھوبنی متعلم دارالعلوم دیوبند ۱۹ ذی الحجہ، قعدہ ۱۴۱۳ھ

الجواب وباللہ التوفیق۔ (۱) صورت مسئولہ میں مذکورہ جماعت پر قصر کرنا واجب ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں دیوبند جن لوگوں کا وطن اقامت ہے ان پر تو دیوبند میں بھی قصر واجب ہے اور جن لوگوں کا وطن اصلی ہے وہ دیوبند پہنچ کر مقیم ہو جائیں گے ان پر اتمام ضروری ہے۔

والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الاقامة امالو انشاءه من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الاقامة او كان ولكن بعد ميسر ثلثة فكذلك (ردالمحتار) فقط والله اعلم. حبيب الرحمن عفا الله عنه مفتی دار العلوم دیوبند ۲۶، ۱۱، ۱۴۱۲ھ الجواب صحيح نظام الدين

الجواب: صحيح محمد ظفير الدين، الجواب صحيح: كفيل الرحمن نشاط

باپ بیٹے کی اور بیٹا باپ کی جائے سکونت پر؟

سوال: ایک شخص اپنے والد کی جائے سکونت سے دور دراز فاصلہ پر رہتا ہے، اگر بیٹا باپ کی جائے سکونت میں یا باپ بیٹے کی جائے سکونت میں جائیں تو قصر پڑھیں گے یا نہیں؟

جواب: جب کہ وطن اصلی ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ہو گیا ہے تو ہر ایک ان میں سے دوسرے کے وطن میں جانے سے مقیم نہ ہوگا بلکہ قصر نماز پڑھے گا۔

فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۶۹، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۳۳۷، جلد ۱

جس جگہ جایئداد ہو؟

سوال: ایک شخص کی اور اس کے باپ بھائیوں کی جایئداد اور مکانات ایک قریہ میں واقع ہیں، پہلے ان مالکان کی رہائش اور سکونت بھی اسی قریہ میں تھی، اب کچھ عرصہ سے دوسری جگہ سکونت منتقل کر لی ہے، ان میں سے ایک شخص فصل کے موقع پر وہاں جا کر آمدنی وصول کر لاتا ہے تو جو شخص وہاں جاتا ہے وہ قصر پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا وہاں قصد (خیال) ہے تو قصر پڑھے اور اگر پندرہ دن یا زیادہ قیام کے ارادہ سے وہاں جائے گا تو پوری نماز پڑھے گا اور اگر کچھ ارادہ پختہ نہ ہو بلکہ یہی ارادہ ہے کہ دو چار دن میں چلا جاؤں گا یا جب وصول ہو جائے گا چلا جاؤں گا تو برابر قصر کرے گا، اگر چہ بلا ارادہ زیادہ دنوں ٹھہرنا ہو جائے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۷۰، جلد ۴ بحوالہ عالمگیری، صفحہ ۱۳۰، جلد اول واحسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۵، جلد ۴ و در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

جہاں نکاح ہوا ہے اس کا حکم

سوال: درمختار میں وطن اصلی میں اس جگہ کو بھی لکھا ہے جہاں نکاح کیا ہے، تو کیا مطلقاً وہ جگہ جہاں نکاح ہوا ہے وطن اصلی ہے یا اس کا کچھ اور مطلب ہے اور اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: وطن اصلی کے معنی یہ لکھتے ہیں کہ وطن قرار ہو یعنی وہاں رہنا مقصود ہو۔ پس بیوی کا وطن اصلی اسی وقت ہوتا ہے کہ وہاں رہنا (مستقل) مقصود ہو اور اس کی بیوی وہاں رہتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر کسی جگہ سے نکاح کر کے عورت کو لے آیا تو پھر بھی وہ موضع نکاح وطن ہو جائے گا۔ حاصل یہ ہے کہ جس جگہ اس کی بیوی رہتی ہے اور اس کو وہاں رکھنا مقصود ہے تو وہ بھی وطن اصلی ہے۔ اگر دو بیویاں دو شہروں میں رہتی ہوں تو دونوں وطن اصلی ہیں۔

وَلَوْ كَانَتْ بِبَلْدَتَيْنِ فَأَيَّتُهُمَا دَخَلَ صَارَ مُقِيمًا (شامی)

اس عبارت سے واضح ہے کہ زوجہ کا وہاں رہنا اور ہونا معتبر ہے، محض نکاح کر کے کہیں سے لے آنا یہ سبب وطن بننے کا نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۸۳، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول﴾

(یعنی اگر بیوی کو جس جگہ شادی کی (میکہ میں) مستقل طور پر چھوڑ رکھا ہے تو وہ سسرال بھی وطن اصلی کے حکم میں ہو جائے گی۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

وطن اصلی کے متعدد ہونے اور بیوی کے وطن اصلی کی تحقیق

مسئلہ: نصوص فقہیہ سے چند امور مستنبط ہوئے:

1. وطن اصلی وہ ہے، جس میں رہائش مع اہل وعیال ہو اور وہاں سے ارتحال ونقل اہل کا قصد نہ ہو۔ (دوسری جگہ پر مع اہل کے مستقل طور پر منتقل ہونے کا قصد نہ ہو)۔
2. جب کسی دوسرے مقام میں وطن کا ارادہ ہو بدون نقل اہل (اہل وعیال کا منتقل کیے بغیر تو) پہلا وطن باطل نہ ہوگا۔
3. وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص چار نکاح چار شہروں میں کرے اور ہر بیوی کو اسی کے شہر میں رکھے تو اس شخص کے چار وطن اصلی ہو جائیں گے۔ (محض نکاح سے نہیں ہوں گے بلکہ بیوی کو وہاں رکھ چھوڑنا شرط ہے)
4. جس شہر میں کسی شخص کے اہل وعیال کا مستقل قیام ہو خواہ کرایہ کے مکان میں یا ذاتی مکان میں وہاں جب مسافر ہو کر پہنچے گا تو قصر باقی نہ رہے گا، بلکہ اتمام ضروری ہوگا۔

جیسا کہ بعض سرکاری ملازمین اپنے اہل وعیال کو جائے ملازمت میں مستقل طور پر رکھتے ہیں، پھر وہاں سے مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب اپنے اہل وعیال کی قیام گاہ پر پہنچیں گے مقیم ہو جائیں گے۔

5. کسی شہر میں محض نکاح کر لینے سے وہ وطن اصلی نہیں ہو جاتا، بلکہ اہل کا وہاں رکھنا اور وہاں سے منتقل نہ کرنا شرط ہے۔ ﴿بحر ص ۱۳ جلد اول﴾

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں بھی ان کے پوری نماز پڑھنے کا سبب محض تزوج (نکاح) نہ تھا، بلکہ نکاح کے بعد اہل کا مکہ میں رکھنا سبب تھا، چنانچہ کفایہ کی عبارت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اور اگر محض تزوج بلدۃ (بیوی کا شہر ہونا) اتمام کو واجب کرنے لگے، خواہ بیوی کو وہاں رکھے یا نہ رکھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں قصر نہ کرنا چاہیے تھا، کیونکہ آپ نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے مکہ میں نکاح کیا تھا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے باپ کا گھر وہاں موجود تھا، ان کے بھائی وغیرہ بھی وہاں موجود تھے، نیز حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مکہ ہی میں نکاح کیا تھا اور ان کا تو خاندان مکہ میں تھا مگر صحیحین کی روایت سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں قصر کیا ہے۔

﴿فتح القدیر ص ۴۰۷ جلد ۲﴾

اور یہ بھی صحاح میں ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو ساتھ لائے تھے، جن میں بعض کا وطن اول مکہ تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر کیا ہے۔ (کیونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھیں)۔

خلاصۂ کلام: پس صورت مسئولہ کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر میں نکاح کر کے بیوی کو وہاں نہ رکھے (سسرال میں) بلکہ مرد اپنے شہر میں لے آئے تو بیوی کا وطن شوہر کے لیے وطن اصلی نہ ہوگا، شوہر جب وہاں مسافر ہو کر جائے تو قصر کرے گا (بلکہ بیوی بھی قصر کرے گی) اور بیوی کو اسی کے وطن میں رکھے تو اس کا (بیوی کا) وطن شوہر کا وطن ہو جائے گا، خواہ شوہر کا مستقل قیام اپنے وطن میں رہتا ہو، یا دونوں جگہ رہتا ہو۔

مسئلہ: اگر مسافر نے ایک شہر میں نکاح کیا اور اس کا ارادہ بنفسہ وہاں قیام کرنے کا نہیں (لیکن بیوی کو وہیں رکھنے کا ارادہ ہے) تو اوجہ یہ ہے کہ وہ مقیم ہو جائے گا۔ جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں مقیم نہ تھے یعنی بحیثیت مقیم نہیں رہتے تھے، پھر بھی انہوں نے قصر نہ کیا، کیونکہ ان کی ایک بیوی مستقل طور پر مکہ میں مقیم تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کا مستقل قیام گو اپنے وطن میں ہو لیکن جب اس کی بیوی کا قیام مستقل دوسری جگہ ہوگا تو شوہر وہاں جا کر مقیم ہو جائے گا۔

مرد کا بیوی کو مستقلاً کسی مقام پر رکھنا یہ عملاً اقامت ہے، لہٰذا اس صورت میں نیت عدم اقامت کا اعتبار نہ ہوگا۔ (یعنی اگر مرد نے ہی عورت کو کسی مقام پر رکھا ہے تو جب بھی مرد وہاں جائے گا مقیم ہو جائے گا) اور اگر بیوی خود قیام پذیر ہے تو مرد مسافر رہے گا یا اگر بیوی کو طلاق دے دی تو جب بھی اس کے شہر میں مسافر ہوگا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں قصر اس لیے نہیں کیا کہ ایک بیوی کو مکہ میں چھوڑ رکھا تھا۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ۔

❁ امداد الاحکام ص ۶۹۵ تا ۶۹۷ جلد اوّل و بحر ص ۱۳۶ جلد ۲ بدائع صنائع ۳ ص ۱۰۴ ج اول ❁

داماد سسرال میں کب قصر کرے گا؟

مسئلہ: اگر وہ گھر داماد ہے یعنی یہ شرط کر دی گئی کہ لڑکی ہمیشہ اپنے میکے میں رہے گی، رخصت ہو کر سسرال نہیں جائے گی تو وہ سسرال پہنچ کر قصر نہیں [illegible] گا۔ [illegible]

اگر یہ شرط نہیں تو وہاں قصر کرے گا اِلاّ یہ کہ نیت اقامت کرے، یعنی کم از کم پندرہ روز وہاں رہنے کی نیت کرلے گا تو قصر نہیں کرے گا بلکہ پوری نماز پڑھے گا۔

❁ فتاویٰ محمودیہ ص ۲۲۸ ج ۱۴ و فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۸ ج ۴ و فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۰ ج ۵ بحوالہ قاضی خان ص ۷۸ جلد اول ❁

مسئلہ: مرد کی سسرال اگر مسافت سفر (اڑتالیس میل سوا ستتر کلومیٹر) پر ہے تو وہاں مسافر ہوگا اور بیوی کی اگر رخصتی ہو چکی ہے اور وہ اپنے میکہ ملنے کے لیے آئی ہے تو وہ بھی وہاں مسافر ہوگی۔ جب کہ اس کی نیت وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نہ ہو۔

❁ آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۳، جلد ۲ و در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول و فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۹، جلد ۴ ❁

سُسرال میں رہنے کا حکم

مسئلہ: بیوی اپنے والدین کے مکان پر شوہر کی اجازت سے رہے اور بیوی کے والد اپنی لڑکی کا خرچہ بخوشی برداشت کریں تو شوہر پر کوئی پکڑ نہیں اور اگر شوہر (داماد) کو خوش دلی سے کھانا کھلائیں تب بھی پکڑ نہیں، اگر شوہر کو اس کا احساس ہو کہ داماد کا کھانا ان پر بار ہے اور وہ اس پر خوش نہیں تو اس کو وہاں نہیں کھانا چاہیے اور اگر داماد کے قیام سے بھی ان کو ناگواری ہو تو وہاں قیام بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ❁ فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۴۷۰، جلد ۱۳ ❁

وہ مقام جو سسرال والوں کا وطن نہ ہو؟

سوال: اگر بیوی اپنے ماں باپ کے پاس گئی اور وہ مقام ماں باپ کا وطن نہیں ہے، مگر ماں باپ (بیوی کے) وہاں مقیم ہیں تو اگر شوہر وہاں عارضی طور پر (پندرہ روز سے کم) بحیثیت مسافر کے جائے تو وہ قصر کرے یا نہیں؟ اور اگر وہاں بیوی بھی موجود ہو مگر وہاں اس کا مستقل قیام نہیں بلکہ بطور مہمان کے گئی ہے تو اس صورت میں شوہر مسافر قصر کرے یا پوری نماز پڑھے؟

جواب: اگر بیوی اپنے وطن میں نہیں رہتی بلکہ شوہر کے پاس رہتی ہے تو شوہر اور بیوی دونوں بحالت سفر وہاں (سسرال میں) قصر کریں گے۔ بدلیل قصرہ صلی اللہ علیہ وسلم ولبلہ بمکۃ محض تزوج ببلدہ موجب اتمام نہیں بلکہ اس کے ساتھ استقرار سکونت زوجین بہایا استقرار زوج وحدہا شرط ہے۔ (صرف نکاح سے بیوی کا شہر وطن نہیں ہوتا بلکہ دونوں میں سے ایک کا رہنا اختیار کرنا ضروری ہے۔)

اور صورت مسئولہ میں استقرار سکونت نہیں ہے، نہ شوہر کے لیے اور نہ بیوی کے لیے، بخلاف جائے ملازمت کے کہ وہاں استقرار سکونت ہے کیونکہ وہاں شوہر کا مکان کرایہ پر لینا اور اسباب تعیش خانہ داری کے لیے مہیا کرتا ہے، پس وہ مثال اس جزئیہ کی ہے جو بجتبی سے اوپر نقل کی گئی ہے، وہاں پہنچ کر زوج (شوہر) مسافر مقیم ہو جائے گا جب کہ وہاں شوہر کے اہل وعیال مقیم ہیں۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۹۷، جلد اول﴾

بیوی کے وطن اقامت میں شوہر کے لیے حکم

سوال: اگر بیوی کسی مقام پر ایک ماہ کے لیے مقیم ہو جائے، علاوہ وطن اصلی کے تو شوہر اس کا اگر وہاں آئے جہاں مقیم ہے تو کیا شوہر کے لیے وطن اقامت ہو جائے گا؟

جواب: یہ جو مشہور ہے کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے یہ مطلق نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ وطن اقامت میں تنہا مرد کا قیام ہو اور اگر وطن اقامت میں مرد کا قیام مع اہل وعیال کے ہے تو تنہا مرد کے سفر اور دورہ سے وطن اقامت باطل نہیں ہوا، بلکہ وہاں اہل وعیال کا قیام حکما اسی (مرد) کا قیام ہے، پس اگر کوئی جگہ مرد کے لیے وطن اقامت نہ ہو بلکہ صرف بیوی کا وطن اقامت ہو کہ وہ (بیوی) اپنی ضرورت) (یا ملازمت وغیرہ کی وجہ سے) بیس دن (یا زائد) کو گئی ہو وہاں مرد مسافر ہو کر جائے گا تو بیوی کے قیام سے مقیم نہ ہوگا۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۲۳۷، جلد اول﴾

(یعنی بیوی کے وطن اقامت میں اگر شوہر مسافت شرعی طے کر کے آئے گا تو قصر کرے گا، بیوی کی وجہ سے مقیم نہ ہوگا، برخلاف شوہر کی جائے اقامت میں اگر بیوی آئے تو شوہر کے تابع ہونے کی وجہ سے مقیم ہو جائے گی۔ رفعت)

مسئلہ: صرف بیوی کے عارضی قیام سے وہ جگہ شوہر مسافر شرعی کے لیے موجب اتمام نہ ہوگی، یعنی قصر کرے گا۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۹، جلد اول﴾

ہفتہ میں دو دن گھر رہنے والے کے لیے حکم

سوال: میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے اس لیے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے جمعہ تک یعنی پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، ہفتہ اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گزارتا ہوں اب سوال یہ ہے کہ

1. پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہو جاتی ہے، اس لیے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نماز قصر کروں یا پوری ادا کروں؟
2. ہفتہ کے روز جب گھر آتا ہو تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟
3. ہفتہ اور اتوار کے دن میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں، مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا پوری نماز؟

جواب: پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ (علاقہ کا نام ہے) آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہو جاتا ہے، اس لیے پوری نماز ضروری ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۱، جلد ۵﴾

سوال: احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند میں بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی خدمت میں گزارا اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت اپنے وطن کا ارادہ ہے، تو کیا دیوبند میں پوری نماز پڑھوں یا قصر؟

سوال کا منشاء یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

نوٹ: دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے۔

جواب: وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے، چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہٰذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت کا سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۷، جلد ۵ بحوالہ درمختار مع الشامی، صفحہ ۷۴۳، جلد اول و جوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۸، جلد اول﴾

ہاسٹل میں رہنے والوں کے لیے نماز قصر

سوال: میں یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں، میرا گاؤں یہاں سے ۴۹ میل دور ہے اور میں ہاسٹل میں رہتا ہوں اور ہر جمعرات کو گھر جاتا ہوں تو کیا قصر کرنا چاہیے؟

جواب: اگر آپ ایک بار ہاسٹل میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کر لیں تو ہاسٹل آپ کا "وطن

اقامت" بن جائے گا اور جب تک آپ وہاں طالب علم کی حیثیت سے مقیم ہیں وہاں پوری نماز پڑھیں گے اور اگر آپ نے ایک بار بھی وہاں پندرہ دن کا قیام نہیں کیا تو آپ وہاں مسافر ہیں اور قصر پڑھیں گے اور گھر پر تو ہر حال میں پوری نماز پڑھیں گے، خواہ گھر پر ایک گھنٹہ کے لیے آئے ہوں۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۴، جلد ۲﴾

ایک وطن کو باقی رکھتے ہوئے دوسرا وطن بنانا؟

سوال: میرا وطن اصلی راندیر ہے، اس کے بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادہ سے راندیر (شہر) سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدر آباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں، اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کے ارادہ سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟

جواب: راندیر کے وطن اصلی ہونے میں تو کوئی کلام نہیں، اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدر آباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنا لیا ہو، تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہو گی، بمبئی کا بھی یہی حکم ہے اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدر آباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنا لیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدر آباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدر آباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کیے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدر آباد اور بمبئی وطن اقامت اور جو حکم آپ کے لیے ہے وہی حکم آپ کی اہلیہ کے لیے بھی ہے۔

﴿فتاوی رحیمیہ، صفحہ ۹، جلد ۵ و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۱، جلد ۲﴾

ملازمت کی جگہ پر نماز قصر؟

سوال: میں منڈی بہاؤالدین میں خطیب ہوں اور مستقل طور پر ملازمت کرتا ہوں اور ایک رہائشی مکان بھی ملا ہوا ہے، میری بیوی بچے گھریلو سامان کے ساتھ میرے پاس رہتے ہیں، البتہ میرا وطن اصلی ضلع سرگودھا ہے، وہیں کا رہنے والا ہوں اور وطن اقامت یہ منڈی ہے۔

ایک عالم نے فرمایا ہے کہ میں سفر شرعی کے لیے منڈی بہاؤالدین سے باہر جب بھی جاؤں اور پھر واپس منڈی میں آؤں گا تو نماز قصر کروں تاوقتیکہ واپسی کے بعد منڈی میں پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ نہ ہو۔

مثلاً کسی سفر شرعی سے واپسی کے بعد ہفتہ عشرہ تک کہیں دوبارہ سفر پر جانا ہو تو قصر لازم ہوگی اور پوری نماز نہیں پڑھا سکتے۔

کیا ایسی صورت میں سفر شرعی سے واپسی کے بعد اقامت شرعی کے لیے پندرہ روز کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص کسی شہر میں باقاعدہ بیوی بچوں سمیت رہائش رکھتا ہو اور اس کا ذریعہ معاش بھی اسی شہر سے متعلق ہے تو اس کا یہ وطن تب باطل ہوگا جب کہ اس شہر سے رہائش ختم کر کے چلا جائے گا، محض عارضی اور وقتی اسفار سے اس کا یہ وطن اقامت باطل نہیں ہوگا، وطن اقامت سے جب سفر بصورت ارتحال (بیوی بچوں سمیت مستقل کے لیے جانا) ہوگا تو یہ اس کے لیے معطل ہوگا۔

پس صورت مسئولہ میں سائل سفر کے بعد جب بھی منڈی بہاءالدین پہنچے گا مقیم تصور کیا جائے گا اور نماز پوری پڑھے گا بلکہ بعض اوقات عبارات سے تو ایسے مقام کے وطن اصلی ہونے کا شبہ ہوتا ہے۔ ﴿تفصیل ملاحظہ ہو، احسن الفتاویٰ، صفحہ ۹۸ تا ۱۱۰، جلد ۴ و فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۷۵، جلد ۳ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد اول﴾

کیا جائے ملازمت وطن اصلی ہے؟

مسئلہ: از روئے فقہ آدمی کے وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور شرعاً وطن اصلی صرف اس جگہ کو نہیں کہتے جہاں پیدا ہوا ہو، بلکہ ہر اس جگہ کو وطن اصلی کا درجہ حاصل ہے، جہاں انسان اپنے اثاثہ (سامان تعیش) اور اہل و عیال کے ساتھ مستقل قیام پذیر ہو، مثلاً آدمی کی جائے ملازمت جہاں وہ اپنے اہل و عیال و سامان کے ساتھ رہتا ہو وہ بھی وطن اصلی کے درجہ میں ہوتا ہے لہٰذا جب شرعی مسافر ہو کر وہاں پہنچ جائے گا نماز قصر نہیں کرے گا بلکہ پوری نماز پڑھنی لازم ہے خواہ پندرہ دن کے قیام کا ارادہ نہ کیا ہو۔

﴿ایضاح المسائل، صفحہ ۶۶، و امداد الاحکام، صفحہ ۷۱۸، جلد اول و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۱۰۲، جلد ۴ و بحر الرائق، صفحہ ۱۳۶، جلد ۲ و مجمع الانہر، صفحہ ۱۶۴ جلد اول و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۳، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کوئی شخص مثلاً مرادآباد کا باشندہ ہے اور مرادآباد ہی وطن اصلی ہے اور اس کو باقی بھی رکھا ہے لیکن اس کے ساتھ دہلی میں اس کا مستقل کاروبار (تجارت) ہے اور وہاں اثاثہ اور اہل وعیال کے ساتھ رہتا ہے تو جب بھی وہاں مسافر (شرعی) ہو کر رہ جائے گا اور ایک دو روز میں پھر سفر کا ارادہ ہے تو اس درمیان میں وہاں پر نماز قصر درست نہ ہوگی بلکہ چار رکعت پوری پڑھنی ضروری ہوگی۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۶۰۴، جلد ۱﴾

لیکن اس کے لیے یہ شرط ہے کہ ایک دفعہ دہلی میں پندرہ دن سے زائد قیام (کی نیت) کر چکا ہو، اس کے بعد مستقل پوری نماز کا حکم باقی رہے گا۔ ﴿ایضاح المسائل، صفحہ ۶۷﴾

مسئلہ: کسی کی دو بیویاں ہیں مثلاً ایک کو دہلی میں رکھا اور دوسری کو بمبئی میں اور دونوں جگہ سامان کے ساتھ مستقل رکھا ہے تو یہ آدمی دونوں جگہ جاتے ہی مقیم ہو جائے گا اور پوری نماز پڑھنی پڑے گی، گو پندرہ دن اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۶۰۸، جلد اول و ایضاح المسائل، صفحہ ۶۷﴾

سیر و تفریح کے مقام پر نماز قصر؟

مسئلہ: جس مقام پر انسان مع اہل وعیال کے مقیم ہو خواہ عارضی ہو مثلاً گرمی کے زمانہ میں وہاں قیام کرتا ہو تو وہ اس کا وطن ہو جاتا ہے اور جب تک وہاں اس کے اہل وعیال مقیم رہیں گے وطن رہے گا، تنہا اس کے سفر سے وہ وطن باطل نہ ہوگا، جب تک کہ وہاں اہل وعیال کو منتقل نہ کرلے۔

مسئلہ: جائے ملازمت پر جب تک اہل وعیال مقیم ہوں وہاں نماز پوری ہی پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: اور اگر مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے اس مقام پر نماز قصر پڑھتا رہا تو ان نمازوں کا اعادہ واجب نہیں (یعنی لوٹانے کی ضرورت نہیں) کیونکہ یہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۸ا، جلد اول﴾

تاجر کے لیے نماز قصر کا حکم

سوال: زید نے اپنا تجارت کا سامان اپنے وطن سے سو میل کے فاصلہ پر لے جا کر وہاں ایک مکان کرایہ پر لے رکھا ہے اور اس مقام سے سامان دیہات میں لے جا کر فروخت کرتا ہے، دیہات سے کبھی ہفتہ، کبھی دس دن میں اپنے جائے قامت (جو کرایہ پر لے رکھا ہے) واپس

آتا ہے۔ دو چار روز وہاں قیام کر کے پھر اسباب لے کر چلا جاتا ہے اس کو فروخت کر کے آٹھ دس دن میں واپس آتا ہے۔ اسی طرح کچھ روز گزار کر وطن اصلی کو واپس آتا ہے، زید جس مقام پر تجارت کا سامان رکھتا ہے وہ وطن اقامت بن جائے گا یا نہیں اور زید کو نماز قصر ادا کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: ایک دفعہ اس جائے اقامت میں پندرہ دن کے قیام کی نیت کر لی ہے تو اس صورت میں وہاں اور قرب وجوار کے دیہات پر جہاں تک مسافت قصر نہ ہو نماز پوری پڑھتا رہے گا اور اگر جائے اقامت میں ایک دفعہ بھی پندرہ روز کے قیام کی نیت نہیں کی تو پھر برابر قصر کرے گا۔ ﴿فتاوی دارالعلوم، صفہ ۲۵۶، جلد ۴ بحوالہ عالمگیری، مصری، صفحہ ۱۳، جلد ۱﴾

اس سفر کا حکم جس کے درمیان وطن واقع ہو؟

مسئلہ: اگر کوئی شخص سفر میں ہو اور اس کا اصل شہر یا اس کی مستقل رہائش گاہ راستہ میں آ جائے اور وہ اس شہر میں داخل ہو جائے تو داخل ہوتے ہی سفر کی حیثیت ختم ہو جائے گی اور یہی حکم بیوی کے شہر (سسرال) کا ہے جو وہاں رہتی ہو (اور خود شوہر نے اپنی خوشی سے چھوڑ رکھا ہو) کہ وہاں پہنچتے ہی سفر ختم متصور ہوگا۔

مسئلہ: اگر دوران سفر کسی نے مقام مذکور کے اندر جانے کی نیت کی تو فاصلہ کو دیکھا جائے گا کہ جہاں نیت کی ہے وہاں سے اس شہر کا، یعنی اس کے اصل وطن یا مستقل رہائش گاہ یا بیوی کے شہر کا فاصلہ کس قدر ہے؟ اگر اتنا فاصلہ ہے جس میں قصر عائد ہوتا ہے تو دوران سفر قصر کرے، ورنہ نہ کرے۔ بعض اصحاب نے اس حال میں قصر ہی کرنے کو کہا ہے۔

ہاں اگر اس جگہ سے محض گزر جانا ہو تو قصر منع نہ ہوگا۔ جیسے اُس شہر میں سے گزرنے پر جو اس کی بیوی کا ہو جس سے تعلقات زوجیت قائم نہ ہوئے ہوں یا جس سے لڑائی ہو، تو قصر ممنوع نہیں ہوتا۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۷۷۷، جلد اول و تفصیل امداد الاحکام، صفحہ ۶۹۹، جلد ۱ تا صفحہ ۷۰۱، جلد اول﴾

مسئلہ: تین منزل اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل پر اپنا گھر پڑے گا تب مسافر نہ ہوگا۔ ﴿بہشتی زیور، صفحہ ۴۹، جلد ۲ و جوہرہ نیرہ، صفحہ ۸۷، جلد ۱﴾

قصر اور اتمام میں شبہ ہو جانے پر؟

سوال: ایک شخص کی زمین ومکان ضلع جالندھر میں ہے اور وہ مع اہل وعیال زمین ملنے کی وجہ سے ضلع فیصل آباد میں چلا گیا ہے اور وہاں سکونت اختیار کر لی ہے چونکہ ضلع جالندھر میں اس کے مکانات اور زمین ہیں۔ چھ ماہ بعد یا کم وبیش اس کے انتظام کے لیے وہاں آنا پڑتا ہے تو کیا وہ شخص یہاں آ کر نماز پوری پڑھے یا قصر کرے؟

جواب: اس میں اصح واحوط یہی ہے کہ وطن اول بھی وطن اصلی ہے، وہاں نماز پوری پڑھے، جیسا کہ بعض فقہاء کے اقوال سے اس کو ترجیح معلوم ہوتی ہے نیز اس قاعدہ سے بھی اتمام (پوری نماز) راجح ہے کہ جس کو علامی شامیؒ نے امام ابو یوسف کے قول کی ترجیح میں نقل کیا ہے کہ جس موقع پر قصر اور اتمام میں شبہ ہو تو وہاں اتمام کو ترجیح ہوتی ہے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۱۷۱، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۳۳، جلد اول﴾

تیمّم کے معنی

"تیمم" کے لغوی معنی ہیں قصد کرنا اور شرعی اصطلاح میں اس لفظ کا مطلب ہوتا ہے پاکی حاصل کرنے کی نیت سے پاک مٹی یا پاک مٹی کے قائم مقام کسی چیز (جنس زمین، پتھر، چونا وغیرہ کہ جس پر گرد وغبار ہو) کا قصد کرنا اور اس پاک مٹی کو منہ اور ہاتھوں پر لگانا، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی وغیرہ پر مارتے ہیں، پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر جھاڑتے ہیں اس کے بعد ان ہاتھوں کو پورے چہرے پر اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر ملتے ہیں۔

تیمم دراصل پانی دستیاب نہ ہونے یا پانی کے استعمال سے معذور ہونے کی صورت میں وضو اور غسل کا قائم مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان جلیل القدر نعمتوں میں سے ایک ہے جو اس نے اپنے فضل وکرم سے صرف اُمت محمدیہ کو عطا کی، گذشتہ اُمتوں میں یہ تیمم مشروع (یعنی جائز) نہ تھا۔

تیمم سنہ ۵ ہجری میں مشروع ہوا۔ ایک سفر جہاد کے دوران جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنھم مدینہ طیبہ واپس آ رہے تھے، ایک ایسے مقام پر

ٹھہرنا پڑ گیا جہاں پانی دستیاب نہ تھا، جب نماز کا وقت آیا تو لوگوں نے وضو کے بغیر نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، جب ہی یہ آیت تیمم نازل ہوئی (فلم تجدوا ماء الخ)۔ ﴿پارہ ۵، سورۃ النساء﴾ مظاہر حق، صفحہ ۲۷، جلد اول﴾

تیمّم کی شرائط

تیمم کے رکن اور سب سے زیادہ بڑی ضروری چیزیں دو ہیں۔ اول، دو ضربیں یعنی دو دفعہ دونوں ہاتھ مارنا، ایک دفعہ چہرے پر پھیرنے کے لیے اور دوسری دفعہ دونوں ہاتھوں پر پھیرنے کے واسطے یعنی کہنیوں تک۔

دوسرے مسح یعنی ہاتھ مارنے کے بعد تمام چہرہ پر اور کھنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لینا، لیکن تیمم خواہ مخواہ بلا ضرورت وبلا تکلف ہر کسی چیز پر ہر حالت میں جائز نہیں، بلکہ جیسے یہ دو رکن ضروری ہیں، ایسے ہی ان کے ساتھ چند شرطیں بھی قرآن وحدیث سے لازمی وضروری ہیں۔ مثلاً: (۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا (۲) قابلیت طہارت ہونا (۳) عذر ہونا، یعنی پانی کے استعمال پر قادر نہ ہونا، خواہ پانی میسر نہ ہو یا مرض کی وجہ سے استعمال نہ کر سکے (۴) جنس زمین (۵) استیعاب یعنی ضربیں لگا کر چہرے پر اور کہنیوں تک ہاتھوں پر ہر جگہ ہاتھ پھیرے کوئی جگہ خالی نہ رہ جائے (۶) نیت کرنا، یعنی دل سے ارادہ کرنا کہ تیمم کرتا ہوں۔ ان مذکورہ بالا شرطوں میں سے اگر کوئی بھی موجود نہ ہوگی تو تیمم ہرگز جائز نہ ہوگا مثلاً پانچ شرطیں موجود ہیں مگر ایک شرط نہیں پائی جاتی تو تیمم صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک موجود ہے پانچ نہیں۔ غرض جب تک سب شرطیں نہ ہوں تیمم نہیں ہوسکتا۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۸﴾

مسئلہ: ہر عاقل وبالغ مسلمان جو خواہ مسافر ہو یا مقیم اور خواہ شہر وآبادی میں ہو شہر وآبادی کے باہر، ان صورتوں (مذکورہ) میں تیمم کر سکتا ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۸۷، جلد ۱﴾

تیمّم کرنے کا طریقہ

مسئلہ: پاک ہونے کی نیت کر کے دونوں ہاتھ پاک مٹی پر پھیر کر ان کو جھاڑ لیجیے اور اچھی طرح منہ پر مل لیجیے کہ ایک بال کی جگہ بھی خالی نہ رہے پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مل لیجیے گا۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۳، جلد ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۵، جلد ۱ عالمگیری، صفحہ ۵۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: تیمم میں ڈاڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ ﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۵۸، جلد ۲﴾

تیمّم میں دو ضربیں کیوں ہیں؟

سوال: تیمم اعضائے وضو میں سے صرف دو اعضاء کے لیے کیوں مشروع ہے؟ یعنی محض چہرے اور ہاتھوں کا تیمم ہوتا ہے، باقی اعضاء کا نہیں ہوتا؟

جواب: تیمم کی اجازت سہولت کے پیش نظر ہے۔ لہٰذا اس میں وضو کا کچھ حصہ کافی خیال کیا گیا۔ علاوہ اس کے یہ دونوں اعضاء وہی ہیں جن کا وضو میں دھونا ہمیشہ واجب ہوتا ہے یعنی چہرہ اور دونوں ہاتھ اور سر کا تو بہر حال مسح ہوتا ہے اور دونوں پاؤں بھی دھوئے جاتے ہیں اور کبھی جب موزہ پہن رکھا ہو، مسح کرلیا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے صرف ان دو اعضاء کا جن کو دھونا ہمیشہ فرض ہوتا ہے، تیمم میں واجب فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس میں سہولت ہوگئی۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۸، جلد اول﴾

غسل کی نیت سے تیمّم کرنا؟

سوال: آدمی جتنے دن بیمار ہے ہر نماز سے پہلے وضو کرنے سے قبل اس کو غسل کے طور پر تیمم کرنا ضروری ہے یا ایک بار تیمم کرنا کافی ہے؟

جواب: غسل کے لیے تیمم صرف ایک بار کر لینا کافی ہے۔ جب تک دوبارہ غسل کی حاجت پیش نہ آجائے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۵، جلد ۲﴾

مسئلہ: وضو اور غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا طریقہ ایک ہی ہے (صرف نیت کا فرق ہے)۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۴، جلد ۲﴾

مسئلہ: جو شخص وضو اور غسل کرنے سے معذور ہو وہ جنابت (ناپاکی) کی حالت میں ایک ہی تیمم بہ نیت غسل کرلے، اس کے لیے کافی ہے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۶۳، جلد اول﴾

مسئلہ: جیسا کہ بے وضو آدمی پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اسی طرح جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ پانی نہ ملنے کی صورت میں غسل کے لیے تیمم کر سکتا ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۵۲، جلد اول﴾

سفر میں تیمم کے مسائل

مسئلہ: اگر کوئی ایسا شہر اور ایسی بستی (علاقہ) ہے جہاں ایک میل (اکلومیٹر۶۱۰ میٹر) تک کہیں پانی نہیں تو وہاں بھی تیمم جائز ہے۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ۹﴾

مسئلہ: ریل وغیرہ کے سفر میں بعض لوگ معمولی کپڑے اور رومال اور تکیہ وغیرہ پر ہاتھ مار کر بلا تکلف تیمم کر لیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ اس پر غبار بھی ہے یا نہیں۔ گویا وہ کپڑے اور تکیہ ہی پر تیمم جائز سمجھتے ہیں۔ واضح رہے کہ جنس زمین کے سوا کپڑے وغیرہ پر تیمم اسی وقت جائز ہے کہ اس پر غبار اڑ کر ہاتھ کو لگ جائے اور کپڑے پر تیمم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ تیمم کی نیت کر کے ہاتھ مار کر ہاتھوں پر جو غبار لگے اس سے تیمم کرے۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۱۷﴾

مسئلہ: ریل گاڑی میں پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ریل کے کسی ڈبے میں بھی پانی نہ ہو اور ایک میل شرعی کے اندر پانی کے موجود ہونے کا علم نہ ہو جہاں ریل رکتی ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۹۶، جلد۲ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد۱۲﴾

مسئلہ: ریل میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر یقین ہو کہ نماز کے وقت اندر پانی مل جائے گا تو نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر نہ ملے اور وقت ختم ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمم کر کے نماز ادا کرے۔

﴿ہدایہ باب التیمم، صفحہ ۵۵، جلد۱ وفتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۹، جلد۱۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۶۲، جلد اول﴾

پانی نہ ملنے کی صورت میں کم از کم ایک میل (اکلومیٹر۶۱۰ میٹر) کی مسافت پر ہونا تیمم کے لیے شرط ہے۔

مسئلہ: اگر پانی نہ ملنے کی صورت میں کسی آدمی نے تیمم کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی اور ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ ریل کا اسٹیشن قریب آ گیا، جہاں پانی ملنے کا یقینی امر ہے تو اب نماز وضو کر کے از سر نو شروع کرنی چاہیے اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد ریل کا اسٹیشن جہاں پانی ملنے کا یقین ہے قریب آیا ہے تو وہ نماز ہو گئی۔ اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿درمختار، صفحہ ۲۳۱، جلد اول﴾

مسئلہ: ریلوے اسٹیشن پر اگر پانی دینے والے غیر مسلم ہیں تو اس سے پانی لے کر وضو کر لینا چاہیے، ہاں اگر یقین ہے کہ اس کا پانی یا برتن ناپاک ہے تو تیمم کرنا جائز ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۵۰، جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۴۷، جلد اول﴾

(اسٹیشن پر جو پانی ملتا ہے عموماً وہ پاک ہوتا ہے اور اس کا برتن بھی، لہٰذا بلا وجہ ان کے اپنے کو مشقت میں نہ ڈالنا چاہیے اور اسی طرح سے ہر ایک ریل کے فلش کے اندر پانی کا انتظام ہوتا ہے اور وہ پانی بھی پاک ہی ہوتا ہے، اس سے وضو اور غسل جائز ہے، اس لیے تیمم کی نوبت ریل میں نہیں آتی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

تیمم کے لیے کتنا بڑا ڈھیلا ہو؟

مسئلہ: تیمم میں احوط یہ ہے کہ ڈھیلہ اتنا بڑا ہو کہ جس پر دونوں ہاتھوں سے ایک دفعہ ضرب کر سکیں، یا یہ کہ کم از کم اتنا بڑا ہو کہ ایک ہاتھ پورا یعنی ہتھیلی مع انگلیوں کے اس پر آ جائے اور یکے بعد دیگرے دونوں ہاتھوں کو اس پر مار سکیں، کیونکہ بعض علماء کے نزدیک ضرب (ہاتھ مارنا) تیمم کا رکن ہے۔

مسئلہ: اور جس ڈھیلے سے تیمم کیا ہو اس کو استنجے میں استعمال کرنا جائز تو ہے مگر اچھا نہیں، فقہاء نے ناپاک جگہ وضو کرنے کو خلاف ادب کہا ہے اور وجہ یہی لکھی ہے کہ وضو کا پانی قابل احترام ہے، پس ایسے ہی تیمم کا ڈھیلا بھی ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۳۸، جلد اول﴾

مسئلہ: مٹی کے ڈھیلا پر بار بار تیمم کرنا درست ہے اور اس پر نجاست حکمی کا اثر نہیں ہوتا، درمختار میں تصریح ہے کہ ایک جگہ پر بار بار تیمم کرنا صحیح ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۱، جلد اول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۰، جلد اول﴾

مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا؟

مسئلہ: مسجد کی دیوار پر تیمم کرنا مکروہ ہے کیونکہ مال وقف کو غیر مصرف میں صرف کرنا ہے، لیکن اگر تیمم کر لیا تو درست ہو جائے گا۔ بشرطیکہ جس چونا یا مٹی سے مسجد کی لپائی کی گئی ہے وہ چونا اور مٹی پاک ہو اس میں ناپاکی نہ ملی ہو۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۲۳۰، جلد اول و فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۲، جلد اول بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۵۳، جلد اول﴾

نواقض وضواور تیمم جنابت

سوال: اگر جنبی (ناپاک) شرعی عذر کی وجہ سے غسل کے لیے تیمم کرے تو وہ وضوکوتوڑنے والی چیزوں سے ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ یعنی نواقض وضو سے ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

جواب: جنبی (ناپاک آدمی) نے ار بعذر شرعی تیمم کیا تو اس عذر کے ختم ہونے پر وہ تیمم بھی زائل ہو جائے گا، مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا، اگر پانی مل گیا اور قدرت بھی ہو گئی تو تیمم جنابت کا ٹوٹ جائے گا یا اگر مرض کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو جس وقت وہ مرض زائل ہو جائے گا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ یا اگر کوئی کام موجب غسل پایا جائے گا تو تیمم ٹوٹ جائے گا اور نواقض وضو (وضوکوتوڑنے کی چیزوں) سے مطلقاً وہ تیمم نہ ٹوٹے گا۔ مثلاً کسی نے مرض کی وجہ سے تیمم جنابت (ناپاکی کا تیمم) کیا یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور پھر حدث موجب وضوا س کو پیش آ گیا (یعنی وضوکوتوڑنے والی ریح وغیرہ پیش آ گئی) تو اس سے تیمم جنابت نہ ٹوٹے گا۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۵۹، جلدا بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۴، جلداول﴾

(جو ناپاکی کی وجہ سے غسل تیمم کیا تھا وہ نہیں ٹوٹے گا لیکن وضوٹوٹ جائے گا، رفعت قاسمی غفرلہ)

موزہ پرمسح کا ثبوت

مسئلہ: موزہ پرمسح کا جائز ہونا احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت ہے، تقریباً اسی جلیل القدر صحابہؓ بیان کرنے والے ہیں کہ خود جناب سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا اور اجازت دی ہے اور اجماع واتفاق مسلمین اور تواتر سے یہی ثابت ہے کہ اور اس کا منکر خارج اہل سنت وجماعت ہے۔ ﴿طہورالمسلمین، صفحہ ۳۴، وفتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۲۷۴، جلداول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۵، جلداول باب المسح علی الخفین۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نصب الرایہ، صفحہ ۱۸۴، جلداول ومعارف السنن شرح ترمذی، صفحہ ۳۴۸، جلداول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۱۹، جلداول وفتاویٰ دارالعلوم، مع امدادالمفتیین، صفحہ ۳۱۱، جلد۲﴾

مسئلہ: موزوں پر مسح کرنا حدیث سے ثابت ہے۔ ثبوت اس کا سنت مشہورہ سے ہے اور راوی حدیث، موزوں پر مسح، کے اسی صحابہؓ سے زیادہ ہیں اور ان میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۲۷۴، جلد اول و در مختار، صفحہ ۲۲۵ جلد اول﴾

موزوں پر مسح کا مطلب

مسئلہ: جو شخص (چمڑے کے) موزے پہنے ہوئے ہو اور وضو کرنا چاہتا ہو تو وضو کے وقت پیروں سے ان موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا اس پر فرض نہیں، اس کو اجازت ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرلے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۶۲، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کوئی دوسرے آدمی سے موزوں پر مسح کرائے تو درست ہے مگر نیت وہ کرے جس کے موزہ پر مسح ہو۔ ﴿رکن دین، صفحہ ۲۷، بحوالہ عالمگیری﴾

موزے کیسے ہوں؟

مسئلہ: وضو میں جن موزوں کو اتار کر پیروں کا دھونا فرض نہیں ان میں چار باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

1. ایسے دبیز (موٹے) ہوں کہ بغیر کسی چیز کے باندھے ہوئے پیروں پر کھڑے رہیں۔
2. ایسے دبیز ہوں کہ ان کو پہن کر تین میل (۴ کلومیٹر ۸۳۰ میٹر) یا اس سے زیادہ چل سکیں۔
3. ایسے دبیز اور موٹے ہوں کہ نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔
4. پانی کو جذب کرنے والے نہ ہوں، یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔

جن موزوں میں یہ باتیں پائی جائیں گی تو وہ خواہ چمڑے کے ہوں یا کپڑے کے اور خواہ کسی اور چیز کے ان پر مسح کرنا درست ہوگا، بشرطیکہ مسح کے شرائط پائے جائیں۔

﴿مظاہر حق، صفحہ ۴۶۲، جلد اول و امداد الفتاوی صفحہ ۷۵، جلد اول﴾

مسئلہ: عام طور پر چمڑے کے موزے پر مسح کیا جاتا ہے لیکن چمڑا ہونا کچھ ضروری نہیں، اگر کسی موٹے کپڑے یا کرمچ وغیرہ کے ایسے موزے ہوں جو بغیر باندھنے کے ٹخنے پر کھڑے رہیں اور ان کو پہن کر (بغیر جوتوں کے) تین میل چل بھی سکیں تو ان پر بھی مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ: جن موزوں پر مسح جائز ہے اُن میں چلنے کے قابل اور موٹا [illegible] کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس میں ٹخنے تک پاؤں چھپا رہے اس [illegible] ہی ہو۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۳، جلد و احسن الفتاوی، ص ۶۱، ج ۲ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۱۸، و در مختار، صفحہ ۲۲، ج ۱﴾

مسئلہ: جس موزہ پر مسح کرنا درست ہے، اس سے مراد وہ موزہ ہے جو دونوں پیروں میں ٹخنوں تک پہنا جائے، ٹخنوں سے مراد وہ اُبھری ہوئی ہڈی ہے جو قدم کے اوپر حصے میں ہوتی ہے اور یہ اس لیے ہے کہ ٹخنوں تک پورے قدم کا دھونا واجب ہے۔ اگر تھوڑی سی جگہ بھی دھونے سے رہ گئی تو وضو باطل ہو جائے گا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۱، جلد ۱﴾

﴿موزہ ٹخنے سے کم نہ ہو زیادہ میں کوئی حرج نہیں۔ رفعت قاسمی غفرلہ﴾

مسح کے صحیح ہونے کی شرط

مسئلہ: موزوں پر مسح کرنے میں صحیح ہونے کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ پورا وضو پہلے کر لیا گیا ہو، بلکہ اگر صرف پیروں کو جن کا دھونا فرض ہے دھو لیا اور حدث (وضو ٹوٹ جانے) سے پہلے موزہ پہن لیا، اس کے بعد وضو پورا کیا تو صحیح ہو گا، بشرطیکہ وضو پانی کے ساتھ کیا گیا ہو اور وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو دھونے سے یا مسح کرنے سے نہ رہ گیا ہو، یعنی پانی وہاں تک نہ پہنچا ہو۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد اول﴾

موزے حلال یا حرام چمڑے کے؟

سوال: موزوں کا پتہ کیسے لگایا جائے کہ یہ حلال جانور کے ہیں یا حرام جانور کے؟ اور کیا حلال و حرام دونوں جانوروں کے چمڑے سے بنے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے ہو جاتا ہے؟

جواب: کھال دباغت (رنگ لینا) سے پاک ہو جاتی ہے اور موزے پاک چمڑے ہی کے بنائے جاتے ہیں اس لئے اس وسوسہ کی ضرورت نہیں۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۶۶، جلد ۲﴾

پلاسٹک کے موزے پر جراب ہو تو؟

سوال: اگر پلاسٹک کا موزہ بنوا لیا جائے اور اس کے اوپر سوتی موزہ پہن لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پلاسٹک کو جراب کے ساتھ سی لیا جائے تو اس پر مسح جائز ہے، اس کو مبطن کہا جاتا ہے۔ ﴿شرح منیۃ، صفحہ ۱۲۱﴾

بغیر سلائی کیے جراب پر مسح جائز نہیں، اس لیے کہ مسح چرمی (چمڑے کے) موزہ پر مشروع ہے اور جراب پر سلائی کرنے سے موزہ پر مسح محقق نہیں ہوا، بخلاف مبطن کے کہ اس میں کپڑا اور چمڑا سلائی کے ذریعہ ایک ہو جاتا ہے، اس لیے اس پر مسح جائز ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ٦٦، جلد ۲﴾

کانچ یا لوہے کے موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اس موزہ پر مسح جائز نہیں جو کانچ (شیشہ) یا لوہے یا لکڑی کا بنا ہوا ہو، کیونکہ ان چیزوں کے بنے ہوئے موزے کو پہن کر آدمی بلا تکلف نہیں چل سکتا ہے۔

﴿درمختار، صفحہ ۳۴، جلد ۳ و عالمگیری، صفحہ ٦۵، جلد اول﴾

ایک پاؤں والے کے مسح کا حکم

مسئلہ: اگر کسی کا پاؤں کاٹا گیا ہو تو اگر قدم کی پشت کی جانب سے بقدر فرض تین انگلیوں کے برابر باقی ہے تو موزوں پر مسح کرے اور اگر بقدر فرض پشت قدم باقی نہیں ہے تو دونوں پاؤں اس شخص کی طرح دھوئے جس کا پاؤں دونوں ٹخنوں سے کاٹ دیا گیا ہو، یعنی اس کے نیچے سے کہ اس کے لیے بھی مسح کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ مسح کرنے کی جگہ باقی نہیں رہی، ہاں دھونے کا محل البتہ باقی ہے، لہٰذا دھوئے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کا ایک ہی پاؤں ہے خواہ ایسا پیدائشی ہے یا ایک پاؤں ٹخنوں سے اوپر کٹ گیا ہے، اس حالت میں یہ شخص اسی ایک پیر کے موزے کا مسح کرے گا۔ ﴿درمختار، صفحہ ۴۳، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کسی کے پاؤں میں لنگ ہے اور پنجوں کے بل چلتا ہے اور ایڑی اپنی جگہ سے اٹھ جاتی ہے تو اس کے لیے بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے جب تک اس کا پاؤں پنڈلی کی جانب نکل نہ جائے۔ ﴿درمختار، صفحہ ٦۸، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کسی کا ایک پاؤں کٹ گیا ہے تو کم از کم تین انگل کی مقدار باقی رہ جائے گی اگر اتنا حصہ بھی باقی نہ رہا اور موزہ چڑھا لیا تو اس پر مسح درست نہ ہوگا، لیکن اگر ٹخنے کے اوپر کا حصہ کٹا ہے اور یا دوسرا پاؤں سالم ہے تو موزے پر مسح کرنا صحیح ہوگا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲٦، جلد ۱﴾

عام سوتی موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اگر اونی یا سوتی موزوں میں یہ چند شرائط ہوں تو ان پر مسح جائز ہے۔
اول گاڑھے، دبیز اور موٹے ایسے ہوں کہ صرف اس کو پہن کر اگر تین میل یعنی بارہ ہزار قدم چلیں تو وہ پھٹیں نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں تو گرے نہیں۔ تیسرے اس میں سے پانی نہ چھنے۔ چوتھے اس کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھے تو کچھ نہ دکھائی دے۔ ﴿امداد الفتاوی، صفحہ ۷، جلد اول﴾

چمڑے کے موزے کے نیچے عام موزہ کا حکم

مسئلہ: اگر کپڑے کی جرابیں خواہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک ہوں، ان کو پہن کر اوپر چمڑے کے موزے پہنے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔ ﴿امداد الفتاوی، صفحہ ۷، جلد اول﴾

مسئلہ: معمولی سوتی واونی (نائیلون وغیرہ کے) موزوں پر جو آج کل استعمال کیے جاتے ہیں ان پر ہرگز مسح جائز نہیں ہے، البتہ اگر نیچے پہن کر اور اس کے اوپر چمڑے وغیرہ کا باقاعدہ موزہ پہن لیں تو اس پر مسح جائز ہے۔
﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۲۶۷، جلد ا و امداد الاحکام ۳۹۳، جلد اول و احسن الفتاوی، صفحہ ۱۹۱، جلد ۲﴾

مسئلہ: چمڑے کے موزوں کے اندر عام سوتی واونی وغیرہ موزے پہننا درست ہے۔
﴿امداد الفتاوی، صفحہ ۸۱، جلد ۱ و فتاوی دار العلوم قدیم، صفحہ ۲۰۹ جلد ۲ و بحر، صفحہ ۱۹۰ جلد ۱﴾

موزہ کا دھونا کیسا ہے؟

اگر موزہ کو (پہنے ہوئے) دھولیا اور مسح کی نیت نہ تھی: مثلاً موزہ کی صفائی ستھرائی وغیرہ پیش نظر تھی یا کوئی بھی نیت نہ تھی، تب بھی مسح ہو جائے گا، اگرچہ موزہ کا (پہنے ہوئے) دھونا امر مکروہ ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۲، جلد اول﴾

مسئلہ: موزوں پر مسح کے درست ہونے کے لیے موزوں کا (نجاست سے) پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ اگر موزہ پر نجاست لگ جائے تب بھی اُس پر مسح کرنا صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ نجاست معاف (قابل درگزر) نہ ہو۔ (نجاست معاف ہونے کی تفصیل استنجا کے باب میں آئی ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد ۱﴾

مسافر و مقیم کے لیے مدت مسح

مسئلہ: جب شرطیں پائی جائیں تو حالت قیام میں ایک دن رات چوبیس گھنٹے تک موزے پر مسح جائز ہے اور حالت سفر (شرعی مسافر کے لیے سفر) میں تین دن تین رات تک یعنی بہتر گھنٹے تک، خواہ یہ سفر سفر طاعت ہو یا سفر معصیت، لیکن یہ مدت موزہ پہننے کے وقت سے محسوب نہ ہوگی بلکہ موزہ پہننے کے بعد جس وقت وضو جاتا رہا اس وقت سے چوبیس گھنٹے یا بہتر گھنٹے شمار ہوں گے۔ موزہ پہننے کے بعد جس وقت وضو جاتا رہا اس وقت سے چوبیس گھنٹے یا بہتر گھنٹے شمار ہوں گے۔ موزہ پہننے کے وقت کا کچھ اعتبار نہیں، مثلاً کسی شخص نے ظہر کے وقت وضو کر کے دو بجے موزے پہنے اور عصر کے وقت پانچ بجے اس کا وضو جاتا رہا تو (مقیم کے) اگلے روز کے پانچ بجے تک ان موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور سفر میں ہو تو تیسرے دن کے پانچ بجے تک کر سکتا ہے، ایسے ہی اگر مغرب کے بعد موزے پہنے اور اسی وضو سے رات کو دس بجے سو گیا، تو بس دس بجے سے حساب شروع ہوگا۔

لیکن یہ اختیار نہیں کہ جس وقت دل چاہے موزہ پہن کر پاؤں دھونے سے بچ جائے، بلکہ شرط یہ ہے کہ جس وقت پہلا وضو ٹوٹا ہو، اس وقت موزہ پہنے ہوئے ہو، مغرب کے وقت موزہ پر وہی شخص مسح کر سکتا ہے جس نے عصر کے وقت کا وضو ٹوٹنے سے پہلے موزہ پہن لیا ہو۔

مسئلہ: اچھی صورت یہ ہے کہ جس وقت پورے اعضاء ہاتھ پاؤں وغیرہ دھونے کے بعد کامل وضو موجود ہو تو موزہ پہن لے، اس کے بعد جب وضو جاتا رہے اور وضو کرنا چاہے تو صرف منہ ہاتھ دھو کر سر پر اور موزے پر مسح کر لے اور اسی طرح چوبیس گھنٹے کے اندر جب کبھی وضو ٹوٹے منہ ہاتھ دھو کر سر اور موزہ پر مسح کر لے لیکن جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے وضو ٹوٹنے کے وقت سے مدت کا شمار ہوگا، یہ نہیں کہ موزہ پہننے کے وقت سے حساب کریں اور یہ بھی نہیں کہ مسح کے وقت سے چوبیس گھنٹے لیں۔ مثلاً جو شخص باوضو موزہ پہن کر رات کو دس بجے سو گیا اور صبح کو پانچ بجے وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو رات کے دس بجے سے مقیم کے لیے چوبیس گھنٹے لیے جائیں گے، صبح کے پانچ بجے کا (جس وقت وضو کیا تھا اس وقت کا) اعتبار نہ ہوگا۔

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لے اور وضو توڑنے والی چیزوں کے پیش آنے سے پہلے باقی اعضاء کو دھو کر وضو کامل کرے، اس کے بعد جب وضو ٹوٹ جائے گا اور

دوبارہ وضو کرنا چاہے گا تو مسح جائز ہوگا، لیکن یہ خلاف ترتیب ہے، لہٰذا عمدہ صورت وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ پورا اور کامل وضو کر کے موزہ پہنے اور یہ ضروری نہیں کہ فوراً وضو کے بعد موزہ پہن لے بلکہ وضو ٹوٹنے سے پہلے پہلے جب چاہے پہن لے۔

مسئلہ: موزوں پر مسح اسی وقت جائز ہے جب کہ صرف وضو ٹوٹا ہو، اگر غسل واجب ہوا ہو تو موزوں کا مسح کافی نہیں، موزوں کو نکالنا پڑے گا، خواہ مدت پوری ہوئی ہو، یا نہ ہوئی ہو۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۵، ومظاہر حق، صفحہ ۳۶۶، جلد اول وکتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۱، جلد اول وفتاویٰ دارالعلوم مع امداد المفتیین، صفحہ ۲۱۱، جلد ۲ و در مختار، صفحہ ۳۳، جلد اول باب المسح علی الخفین﴾

مسح موزے کے کس حصہ پر اور کیسے؟

شارع علیہ السلام نے پورے موزے کا مسح، جس سے تمام پاؤں ڈھکا ہو، ضروری قرار نہیں دیا۔ حالانکہ موزہ پر مسح کرنا پاؤں دھونے کا قائم مقام ہے اور پیر پورے کا پورا دھونا فرض ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ موزے پر مسح کرنے کا حکم ایک خاص رعایت ہے، شارع علیہ السلام نے اس بارے میں سہولت رکھی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ نرمی برتی جا سکے، رہی یہ بات کہ موزے کے کس قدر حصہ کا مسح فرض ہے، اس کے متعلق مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

مسئلہ: موزے کے اوپر تین انگلیوں کے بقدر جگہ پر مسح فرض ہے۔ انگلی کی چوڑائی ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی کے برابر ہونی چاہیے اور یہ شرط ہے کہ موزہ کی اس جگہ پر مسح ہو جس میں پیر ہے۔ اس مسئلہ میں موزوں پر مسح کرنے کو سر کے مسح پر قیاس کیا گیا ہے۔ پس اس کے سوا کسی اور حصہ پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً پنڈلی سے لگتے ہوئے حصہ پر یا پچھلے حصہ پر یا کناروں پر یا نیچے کی جانب یا پہلو پر (اوپر کے علاوہ کسی جگہ بھی مسح درست نہیں ہے) البتہ وہ حصہ جو ٹخنوں کے سامنے ہے اس پر مسح [illegible]

مسئلہ: اگر چمڑے کے موزہ پر بال ہوں اور اوپر اس طرح پڑے ہوئے ہوں کہ مسح کرنے میں پانی کی [illegible] حد تک نہ پہنچے تو مسح درست نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر بالوں پر مسح کرنے کا ارادہ کیا [illegible] پانی کی [illegible] جلد تک پہنچ گئی تب بھی درست نہ ہوگا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۸، جلد ۱﴾

[illegible] دا یا پھٹا ہوا نہ ہو کہ اس پر مسح نہ کیا جا سکے اور پھٹنے کی مقدار زیادہ سے زیادہ پیر کی

تین انگلی

مسئلہ: مسح ہاتھ کی انگلیوں سے کیا جائے، اگر ایک انگلی سے مسح کیا تو درست نہ ہوگا کیونکہ اس طرح ایک انگلی سے مسح کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ مسح کی مقدار پوری کرنے سے پہلے ہی انگلی کا پانی خشک ہو جائے گا تاہم اگر ایک ہی انگلی سے مسح کیا لیکن موزہ پر تین جگہ کیا اور ہر بار نیا پانی لیا تو مسح درست ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر انگلی کی نوک سے مسح کیا اور مقدار مفروض پر کر لیا اور پانی انگلی سے ٹپک رہا تھا تو مسح صحیح ہو جائے گا ورنہ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ موزہ پر ہاتھ سے مسح کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر بارش کا پانی اس حصہ پر بہہ گیا جس پر مسح کرنا فرض تھا، یا اس پر پانی وغیرہ بہا دیا تو مسح کے لیے یہ کافی ہے۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد ا درمختار، صفہ ۳۸، جلد ۳﴾

مسئلہ: موزے کے مسح میں فرض صرف اس قدر ہے کہ ہاتھ کی انگلیوں میں سے (تین انگلیوں سے مسح کرے) تین انگشت کے برابر جگہ پر ہر ایک موزہ پر پاؤں کے اوپر کی جانب مسح ہو جائے اور عمدہ طریقہ مسح کرنے کا یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو (ہتھیلی کو علیحدہ رکھے) پانی سے تر کر کے ذرا کشادہ کر کے ہر دو موزوں پر پاؤں کی انگلیوں پر رکھ کر اوپر کی طرف کو کھینچتا چلا جائے اور ٹخنے کی طرف کھینچ لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے الٹا مسح کیا یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں تک پہنچا دیا تب بھی جائز ہو گیا، لیکن یہ خلاف سنت ہے۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۵﴾

مسئلہ: پہلے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل یعنی نئے پانی سے تر کیا جائے اور پھر داہنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے داہنے موزے کے سرے پر (جو انگلیوں کے اوپر ہوتا ہے) اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے بائیں موزے کے سرے پر رکھ کر انگلیوں کو کھینچتے ہوئے ٹخنوں کے اوپر تک لایا جائے، اس طرح کہ پانی کی لکیریں سی بن جائیں۔ مسح کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے اور اگر کسی نے نہ صرف ایک انگلی کے ساتھ تین بار اس طرح مسح کیا کہ ہر بار نیا پانی لیتا رہا اور ہر بار نئی جگہ اس انگلی کو پھیرا تو مسح جائز ہو جائے گا ورنہ نہیں یعنی اگر نیا پانی نہیں لیا تو مسح جائز نہ ہوگا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۶۷، جلد اول و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۰، جلد ا﴾

مسئلہ: موزے کا مسح اگر انگلیوں سے نہ کیا بلکہ ہتھیلی سے مسح کیا ہاتھ سے نہیں کیا بلکہ کسی لکڑی یا کپڑے کو بھگو کر مسح کر دیا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر بارش وغیرہ کا پانی یا قطرے باہر سے لگ کر تین تین انگلیوں کے برابر جگہ دونوں موزوں کے اوپر سے تر ہو گئی یا شبنم پڑی ہوئی گھاس میں چلنے سے اسی قدر تر ہو گیا تو کافی ہے مسح ہو گیا، یا ایسی گھاس پر چلے جو بارش کے پانی سے بھیگی ہوئی تھی تو کافی ہے۔

مسئلہ: اگر نیچے یعنی پاؤں کے تلوے کی طرف مسح کر دیا یا دائیں بائیں جانب یا ایڑی پر مسح کر دیا، یا تین انگلیوں سے کم مسح کیا تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: اگر انگلیوں کو لٹکا کر نہیں رکھا بلکہ کھڑا کر دیا اور کھینچ دیا تو اگر ہاتھ خوب تر بھیگے ہوئے تھے، اوپر سے پانی ٹپک رہا تھا اور دونوں پاؤں پر تین انگشت کی مقدار جگہ تر ہو گئی تو جائز ہے اور اگر پانی کم تھا صرف تین تین نشان انگلیوں کے سرے پر بن گئے تو مسح جائز نہیں ہوا۔

﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۶ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۶، جلد ۱ عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد اول در مختار، صفحہ ۴۲، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر ایک پاؤں پر دو انگلیوں کی مقدار کے برابر اور دوسرے پر پانچ انگلیوں کی مقدار کے برابر مسح کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک شخص کے پاؤں میں زخم ہے اور وہ اس کو نہ دھو سکتا ہے نہ مسح کر سکتا ہے تو اس کو دوسرے پر مسح کرنے کی اجازت ہے، اسی طرح اگر ٹخنوں کے اوپر سے پیر کٹ گیا تو اس کا بھی وہی حکم ہے اور اگر ٹخنے کے نیچے سے کٹا اور تین انگلیوں کے برابر اس پر مسح ہو سکتا ہے تو دونوں پر مسح کرے گا۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۵، جلد ۱﴾

مسئلہ: اگر انگوٹھے اور اس سے متصل انگلی سے مسح کیا اور دونوں کھلے ہوئے تھے تو مسح جائز ہوگا۔

مسئلہ: اگر اس طرح مسح کرے کہ تین انگلیاں رکھ دے اور ان کو نہ کھینچے تو جائز ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ: اگر انگلیوں کے سروں سے مسح کیا اور ان سے پانی ٹپک رہا ہے تو مسح جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ: اعضاء کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے، خواہ ٹپکتی ہو یا ٹپکتی نہ ہو اور مسح کے دھونے میں جو تری رہ جاتی ہے اس سے مسح جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں موزوں پر چوڑائی میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر ہتھیلی پر رکھ کر یا صرف انگلیاں رکھ کر کھینچے تو دونوں صورتیں جائز ہیں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ پورے ہاتھ سے مسح کرے، اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: مسح میں خطوط (پانی کے نشانات) کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے لیکن یہ صورت مستحب ہے۔

مسئلہ: مسح کئی بار کرنا سنت نہیں ہے صرف ایک بار کرے یعنی وضو میں تو ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے لیکن مسح میں صرف ایک بار۔

مسئلہ: موزوں پر مسح کے لیے نیت شرط نہیں ہے۔ ﴿فتح القدیر﴾

مسئلہ: اگر کسی نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اس میں سکھانے کی نیت کی، پاکی کی نیت نہیں کی تو صحیح یہ ہے کہ مسح ہو جائے گا۔ ﴿خلاصہ، فتاویٰ، عالمگیری، صفحہ ۶۶، جلد۱﴾

مسئلہ: موزہ کشادہ اور پھیلا ہوا ہے کہ اس کے اوپر سے پاؤں نظر آتا ہے، تو اس سے کوئی نقصان نہیں، ہاں پہلی صورت میں جو موزہ پاؤں سے بڑا ہے اور مسح زائد حصہ پر ہوتا ہو، تو اس صورت میں البتہ مسح کرنا درست نہ ہوگا، یعنی اس موزہ پر مسح کرنا معتبر نہیں ہے جو پاؤں سے خالی ہے (بہت ہی لمبا چوڑا ہو) لیکن اگر پاؤں کو اس خالی موزہ والے حصہ میں کر دیا اور اس پر مسح کیا تو جائز ہوگا اور جب اس سے پاؤں ہٹائے گا مسح کا اعادہ کرنا ہوگا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مسح کے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے طحطاوی۔
﴿درمختار، صفحہ ۳۴، جلد۳ و عالمگیری، صفحہ ۶۶، جلد اول﴾

موزہ پر مسح کب ناجائز ہے؟

مسئلہ: اگر موزہ ٹخنے سے نیچا ہے تو مسح جائز نہیں۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷، جلد۱﴾

مسئلہ: اگر موزہ زیادہ پھٹا ہوا ہے کہ چلتے ہوئے تین انگلیوں سے زیادہ پاؤں نظر آتا ہے تب بھی مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر تھوڑا تھوڑا دونوں موزوں میں سے پھٹا ہوا ہے کہ اگر دونوں کی پھٹن کو اکٹھا (جمع) کریں تو تین انگشت سے زیادہ ہو جائے گا تو اس کا کچھ مضائقہ (حرج) نہیں ہے مسح جائز ہے، ناجائز تو جب ہے کہ ایک پاؤں میں تین انگلیوں سے زیادہ ہو۔

مسئلہ: اگر تین انگشت سے زیادہ پھٹا ہوا ہے لیکن چلتے ہوئے چمڑا مل جاتا ہے اور تین انگشت سے کم پاؤں نظر آتا ہے تو مسح جائز ہے۔ ﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۵ و درمختار، صفحہ ۴۴ جلد۲﴾

ڈبل موزہ پر مسح کا حکم

مسئلہ: اگر کوئی شخص چمڑے کے دو موزے ایک ساتھ ایک کے اوپر ایک پہن لے تو اوپر والے موزے کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر اوپر والے موزہ پر مسح کرلیا ہے اور اس کے بعد اس کو اتار دیا تو مسح ختم ہو جائے گا، نیچے والے پر دوبارہ مسح کرنا لازم ہوگا۔ ﴿شامی کراچی، صفحہ ۲۷۳، جلد ۱﴾

مسئلہ: اندر کپڑے کا موزہ اور اوپر چمڑے کا موزہ ہو تو اوپر چمڑے کے موزہ پر مسح کرنا درست ہے۔ ﴿شامی، صفحہ ۲۷۳، جلد اول و عالمگیری، صفحہ ۳۴، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر اوپر والا موزہ تین انگل کے بقدر پھٹ جائے تو مسح کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ﴿بدائع، صفحہ ۱۱، جلد اول و در مختار، صفحہ ۳۰، جلد ۳﴾

موزوں پر مسح کب باطل ہوتا ہے؟

مسئلہ: اگر مدت کے اندر ہی موزہ میں سے پورے پاؤں کا اکثر حصہ نکال لیا تو مدت (مسح کی) ختم ہوگئی اور مسح باطل ہوگیا۔

مسئلہ: اسی طرح سے اگر دفعتہً (اچانک) موزہ بہت سا پھٹ کر پاؤں کھل گیا اگر دونوں پاؤں یا ایک میں سے یا اکثر حصہ پانی سے تر ہوگیا تو باطل ہوگیا اب ان سب صورتوں میں دونوں پاؤں کو دھونا ضروری ہے خواہ دونوں پاؤں موزے سے نکلے ہوں یا ایک، دونوں تر ہوتے ہیں یا صرف ایک، پس اگر باوضو ہونے کی صورت میں مذکورہ بالا صورتیں پیش آ کر مسح باطل ہوا تو صرف پاؤں کو دھو لینا کافی ہے، تمام وضو کو لوٹانا ضروری نہیں ہے، اگرچہ بہتر یہی ہے کہ از سر نو وضو کرلے، مگر پورا وضو کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: غسل واجب ہونے سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے اور غسل کرنا اور پاؤں کا دھونا ضروری ہوتا ہے۔ (یعنی جنابت، حیض ونفاس سے بھی مسح باطل ہو جاتا ہے)

مسئلہ: اگر کسی شخص نے بے وضو ہونے کی حالت میں موزہ پہن کر بجائے پاؤں دھونے کے اس پر مسح کرلیا تو بالکل باطل اور بے اعتبار ہے جب تک پاؤں نہ دھوئے بے وضو سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: جو شخص باقاعدہ موزہ پہن رہا ہے اس کو مسح جائز ہے وہ اگر وضو کے وقت مسح نہ کرے

بلکہ موزے نکال کر پاؤں دھوئے تو بلاشبہ جائز ہے، (بلکہ افضل ہے) لیکن اگر نماز کا وقت نہایت تنگ ہوگیا ہو کہ موزہ نکال کراوپر پاؤں دھونے میں دیر ہوکر نماز قضا ہو جائے گی تو اس کو جائز نہیں کہ موزے نکال دے بلکہ باقی اعضاء کا دھونا اور پاؤں پر مسح کر کے نماز ادا کرنا لازم اور ضروری ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر پانی بہت کم ہو کہ اگر موزے نکال دے گا تو سب اعضاء کے لیے پانی کافی نہ ہوگا، مجبوراً تیمم کرنا پڑے گا، اس کو بھی لازم ہے کہ موزہ نہ نکالے، ہاتھ منہ دھو کر سر اور پاؤں کا مسح کر کے باوضو نماز پڑھے۔
﴿طہور المسلمین، صفحہ ۳۷ و کتاب الفقہ، صفحہ ۲۳۲، جلد اول﴾

مسئلہ: مسح کو وہ چیزیں توڑتی ہیں جو وضو کو توڑنے والی ہیں، اس لیے کہ مسح وضو ہی کا ایک حصہ ہے، لہٰذا جو کُل کا ناقض (توڑنے والا) ہوگا وہ جز کا بھی توڑنے والا ہوگا اور اس کے ساتھ مسح کا توڑنے والا موزے کا اتار دینا ہے، اگرچہ ایک ہی پیر کا موزہ اتارا گیا ہو اور موزے کی تعین مدت کا گزر جانا بھی مسح کو توڑنے والا ہے۔ ﴿درمختار، صفحہ ۲۶، جلد ۲﴾

مسئلہ: شرعی موزے سے پاؤں کا اکثر حصہ نکلنا یا قصداً نکالنا تمام موزے کے نکال دینے کے حکم میں ہے، کیونکہ قاعدہ للاکثر حکم الکل اور ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں یعنی بلاارادہ موزہ کی کشادگی کی وجہ سے ایڑی کے نکلنے اور داخل ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ ﴿درمختار، صفحہ ۴۷، جلد ۲﴾

مسئلہ: دونوں موزوں کو یا ایک موزہ کو اتارنے سے یا مدت مسح ختم ہونے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے۔ ﴿ہدایہ﴾

لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پانی ملتا ہو۔ لیکن اگر پانی نہ ملے تو مدت کے گزرنے سے مسح نہیں ٹوٹے گا بلکہ اس مسح سے نماز ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر مدت گزر گئی اور نماز پڑھ رہا ہے پانی نہیں ملتا تو نماز پڑھتا رہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۸، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر موزہ (اتنا ڈھیلا ہو کہ اس کے اندر انگلیاں ڈالکر مسح کر لیا تو درست نہ ہوگا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر موزے کے کنارہ پر یا پیچھے (ایڑی کی جانب) یا پنڈلیوں پر (یعنی ٹخنوں سے اوپر کی جانب موزہ پر مسح کیا) تو درست نہ ہوگا۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۶، جلد اول﴾

بلا وضو موزہ پر مسح کرنا؟

سوال: ہم نے بلا وضو کیے ہوئے موزہ پہنا اور اس کے بعد نماز کا وقت آ گیا، تو وضو کیا اور موزہ پر مسح کیا تو نماز ہو گئی یا نہیں؟

اس مسئلہ میں فقہ کی کتابوں میں طہارت کا لفظ آیا ہے کیا وہ وضو پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ طہارت سے بدن کا طاہر (پاک) ہونا مراد ہے اور یا پاؤں کا نجاست سے؟

جواب: بلا وضو کے یعنی بغیر پیر دھوئے موزہ پہننے سے مسح اس پر درست نہیں ہے۔ طہارت سے مراد وضو ہے، یہ مسئلہ باتفاق مسلم ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور آپ نے جو مطلب سمجھا ہے وہ غلط ہے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۷۲، جلد ۱، بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۹۷، جلد اول باب مسح علی الخفین﴾

مسئلہ: مسح کے جواز کے لیے یہ ضروری ہے کہ وضو پر پہنے جائیں۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۶۸، جلد اول بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۷۵، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر موزوں پر نجاست لگ جائے تب بھی اس پر مسح کرنا صحیح ہے، البتہ اس کے ساتھ نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۲۲۳، جلد اول و در مختار، صفحہ ۳۰۶، جلد اول﴾

مقیم مدت سے پہلے مسافر ہو گیا؟

مسئلہ: اگر کسی مقیم کو موزے پہننے کے بعد ایک دن اور ایک رات سے پہلے سفر پیش آ گیا (یعنی وہ شرعی مسافر ہو گیا) تو اس صورت میں اس کو اجازت ہو گی کہ مسافر کی مدت پوری کرے یعنی انہیں موزوں پر تین دن اور تین رات تک مسح کر لیا کرے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی مسافر تین دن اور تین رات سے پہلے مقیم ہو جائے تو اس کو مقیم ہی کی مدت تک مسح کی اجازت ہو گی، مثلاً ایک مسافر نے فجر کے وقت وضو میں اپنے پیروں کو دھو کر موزے پہنے اور پھر اسی دن غروب آفتاب کے وقت اپنے گھر پہنچ گیا تو اب اس کو صرف ایک رات اور مسح کی اجازت ہو گی۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۶۹، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر مقیم نے اپنی مدت (ایک دن رات) پوری کرنے کے بعد سفر کیا ہے تو وہ موزہ اتار دے گا اور پاؤں دھو کر وضو کرے گا اور اگر کوئی مسافر مقیم والی مدت (ایک دن رات) پوری

کرنے کے بعد مقیم ہو گیا تو وہ موزہ اتار دے گا اور پاؤں دھوئے گا اور اگر ایک دن رات پوری نہیں ہوئی تو وہ ایکدن رات مقیم والی مدت پوری کرے گا۔ اس لیے کہ اب وہ مقیم کے حکم میں ہو چکا ہے۔ ﴿درمختار، صفحہ ۲۸، جلد ۳﴾

مسئلہ: معذور کو اگر وضو کے وقت عذر موجود نہ تھا اور اس نے موزے پہن لیے تو تندرست لوگوں کی طرح مدت معلومہ تک مسح جائز ہے اور اگر وضو کرتے ہوئے یا ایک موزہ پہنتے ہوئے عذر پیدا ہو گیا تو مسح وقت نماز میں جائز ہے اور وقت نکلنے کے بعد جائز نہیں۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۷، جلد ۲ بحوالہ بحر الرائق﴾

مسئلہ: اگر ایک موزہ کے اندر پانی چلا جائے جس سے تمام پاؤں بھیگ جائے تو اس صورت میں مسح ٹوٹ جائے گا۔ پاؤں کو موزہ سے نکال کر پھر دھوئے۔

﴿رکن دین، صفحہ ۲۶، وفتاویٰ دار العلوم مع امداد المفتین، صفحہ ۲۱۱، جلد ۳ و عالمگیری، صفحہ ۶۸، جلد ۱﴾

نوٹ: تفصیل کے ساتھ دیکھیے احقر کی مرتب کردہ کتاب "مکمل و مدلل مسائل خفین"۔

سفر میں روزہ کے مسائل

مسئلہ: سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، یا بے مشقت ہو جیسے ریل وغیرہ کا، یا با مشقت جیسے پیدل، گھوڑے وغیرہ کی سواری پر، ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے، ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر اگر مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۵، جلد ۳﴾

مسئلہ: سفر میں روزہ رکھنا درست ہے اور ثواب ہے، البتہ نہ رکھے تو رخصت (اجازت) ہے اور سفر کی مقدار اڑتالیس میل ہونا ضروری ہے۔ ﴿تدریم فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۰۷، جلد ۳، و مظاہر حق، صفحہ ۶۵، جلد ۲﴾

مسئلہ: سفر کی حالت میں روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق علماء سلف میں مختلف رائیں رہی ہیں جن میں سب سے زیادہ معتدل اور احادیث کی روشنی میں سب سے زیادہ واضح رائے یہ ہے کہ جو سفر ایسا ہو جس میں روزہ رکھنے میں کوئی پریشانی نہ ہو، یا کچھ پریشانی تو ہو مگر آدمی تندرست ہے بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھ سکتا ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے اور جہاں روزہ رکھنے

میں دشواری ہو یا وقتی تقاضوں کے تحت اس وقت روزہ نہ رکھنا بہتر ہو تو ایسے حالات میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

﴿الترغیب والترہیب، صفحہ ۳۰۶، جلد ۲ وکتاب الفقہ، صفحہ ۹۳۳، جلد اول ومظاہر حق، صفحہ ۶۵۰، جلد ۲﴾

کیا روزہ میں بھی قصر ہے؟

مسئلہ: روزہ کے لیے سفر میں یہ حکم کہ بعد میں قضا ان روزوں کی کرے جو سفر میں نہ رکھے ہوں (فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط) (بقرہ، پارہ ۲) نماز کے لیے حدیث شریف میں یہ حکم آیا ہے کہ اس تخفیف (کمی) کو قبول کرو، لہٰذا امام اعظمؒ اس امر کو وجوب کے لیے لیتے ہیں کہ نماز میں قصر کرنا ضروری فرماتے ہیں اور روزہ کے لیے نص (قرآن کریم) سے اختیار ثابت ہوتا ہے کہ چاہے رکھو، چاہو تو پھر قضا کرلو، اگر سفر سہولت کا ہے اور روزہ میں کچھ دشواری نہیں ہے تو روزہ رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے: (وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ) (سورۂ بقرہ، پارہ ۲) پس معلوم ہوا کہ سفر میں بحالت عدم مشقت روزہ رکھنے کی فضیلت اور بہتری خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے اور نماز میں قصر نہ کرنے میں کفران نعمت ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی حکم خدا تعالیٰ کا ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۲۵، جلد ۶ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲ فصل فی العوارض﴾

بارہ ماہ سفر میں رہنے والے کے لیے روزہ

سوال: ایک شخص اکثر سفر میں رہتا ہے اور رمضان المبارک بھی سفر میں گزرتا ہے، رمضان کے بعد بھی اس کو اقامت (قیام) کا موقع نہیں ملتا ہے، اگر ساری عمر اس کو اقامت کا موقع نہ ملے تو قضا رمضان اس پر لازم ہوگی یا نہیں اور وصیت فدیہ بھی اس پر لازم ہے یا نہیں؟

جواب: نص قرآن میں قضائے مسافر ومریض کا سبب وجوب قیام عدت من ایام اُخر کا ادراک بتایا ہے، سو اگر ادراک ایام ہو تو قضائے روزہ بقدر ادراک واجب ہے، ورنہ وجوب نہیں ہوتا، خواہ مرض وسفر تمام عمر رہے۔

فلا تجب عليهم الوصية بالفدية لعدم ادراكهم عدة من ايام أخر ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام أخر. كذا في الدر المختار. (امداد الفتاویٰ، صفحہ ۱۴۳، جلد ۲)

کیا سفر میں آنحضرتؐ نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا؟

سوال: حضور اکرم ﷺ نے سفر کی حالت میں روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا اور اپنے رفقاء (صحابہؓ) سے افطار کرایا تھا، کیا واقعہ مستند ہے؟

جواب: ہاں سفر کی حالت میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے روزہ کے افطار کا واقعہ صحیح اور مستند ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان شریف میں مدینہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقام عسقان پر پانی منگوایا اور صحابہ کرامؓ کو بتا کر افطار فرمایا، پھر مکہ مکرمہ تک پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔

یہ اپنی مرضی پر ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ روزہ کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کی حالت دِگرگوں تھی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب نے افطار نہیں کیا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (باندازِ خفگی) فرمایا کہ یہ نافرمان ہیں، کیونکہ آپ نے رخصت پر عمل کیا اور آپ کی خواہش تھی کہ سب رخصت پر عمل کریں۔ خصوصاً اس لیے کہ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے لیے تشریف لے جارہے تھے، یہ سفر جہاد کے لیے تھا، بہرحال کچھ صاحبان نے عمل نہیں کیا تو آپ کو ناگواری ہوئی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سفر میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی حالت بہت خراب ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو کر اس کی خدمت کرنے لگے، اس پر سایہ کا انتظام کیا گیا، دیکھ کر آپ نے فرمایا "سفر میں (جان پر ظلم کر کے) روزہ کوئی نیکی نہیں ہے۔"

احادیث کی روشنی میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا ضروری اور واجب نہیں ہے، اگر رکھا تو عزیمت پر عمل کیا اور نہ رکھا تو رخصت پر عمل ہوا اگر روزہ رکھنے سے طبیعت خراب نہ ہوتی کا یا تکلیف پہنچنے کا ڈر نہ ہو تو رکھ لینا ہی بہتر ہے، اگر اس کو یا اس کے ساتھیوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا بہتر ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۶، جلد۲ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۰، جلد۲ و مسلم شریف، صفحہ ۳۶۵، جلد۲﴾

روزے سے بچ کر سفر کرنا

سوال: اگر روزہ سے بچ کر حیلہ سفر یا مرض وغیرہ کا عذر کر کے روزہ قضا کرے؟
جواب: مسافر شرعی اور مریض کو افطار کرنا درست ہے اور حیلہ کرنا مذموم اور قبیح ہے۔
﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۲۹۶، جلد ۶ بحوالہ در مختار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

حالت تردد میں روزہ رکھنا

سوال: جو لوگ حالت تردد میں قصر نماز پڑھتے ہیں، ان کو رمضان المبارک میں روزہ قضا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
جواب: مسافر کو جب تک وہ کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے اور تردد میں ہو، نماز میں قصر کرنا چاہیے اور روزہ کو بھی افطار کرنا درست ہے۔
﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۷، جلد ۶ بحوالہ در مختار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

اڑتالیس میل سے کم سفر کا حکم

مسئلہ: اگر تین منزل اڑتالیس میل (سوا ستتر کلومیٹر) کا سفر ہو جب ہی روزہ افطار کرنا درست ہے، اس سے کم سفر میں روزہ افطار کرنا درست نہیں ہے۔
﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۱۴۳، جلد ۶ بحوالہ در مختار، صفحہ ۱۵۰، جلد ۲﴾

سفر میں پندرہ دن کی نیت کا حکم

مسئلہ: اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئے تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے، کیونکہ شرع میں اب وہ مسافر نہیں ہے، البتہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔　﴿بہشتی زیور، صفحہ ۱۹، جلد ۳، بحوالہ شامی، صفحہ ۱۲۸، جلد ۲﴾

صبح صادق کے بعد سفر کرنا

سوال: زید کا دن میں سفر میں جانے کا ارادہ ہے تو اگر وہ سحری کھالے، مگر روزہ کی نیت نہ کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص صبح کے وقت سفر میں نہ ہو، اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اگرچہ دن میں سفر کا پختہ ارادہ ہو۔ ﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۴۲۷، جلد۴﴾

مسئلہ: اگر کوئی مقیم رمضان المبارک میں روزہ کی نیت کے بعد سفر کرے، تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضرور ہے، لیکن اگر وہ اس روزہ کو فاسد کر دے تو کفارہ نہ ہوگا، صرف قضا ہوگی۔
﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۵، جلد۳﴾

دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا

مسئلہ: سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی (زوال سے) سے اپنے گھر پہنچ جائے یا ایسے وقت میں پندرہ دن کی نیت سے کہیں رہنا پڑے اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کر لے۔ ﴿بہشتی زیور صفحہ سوم، صفحہ ۱۹ بحوالہ ہدایہ، صفحہ ۲۰۲، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر کوئی مسافر نصف نہار (دوپہر) سے پہلے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل روزہ کے خلاف نہیں ہوا مثلاً کھانا پینا وغیرہ اس سے صادر نہ ہوا ہو تو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر فاسد کر دے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا، صرف قضا ہوگی۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۵، جلد۳﴾

مسافر کو روزہ توڑنے کی اجازت

سوال: زید نے فرض روزے کی نیت کی اور دن کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ وہ اتفاقیہ سفر پر روانہ ہو گیا، سفر کافی طویل ہے، کیا زید اس روزے کو توڑ سکتا ہے؟

جواب: اگر مشقت ہے، روزہ کا پورا کرنا دشوار ہے تو اس کو توڑ سکتا ہے (بعد میں صرف قضا کرنا پڑے گی)۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۴۱، جلد۳﴾

مسئلہ: سفر میں بروزِ سفر (اگر روزہ ہے) توڑنا نہ چاہیے، لیکن اگر توڑ دیا تو قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۴۱، جلد ۶ و مظاہر حق، صفحہ ۶۵۲، جلد۲﴾

روزہ دار مسافر کا روزہ فاسد کر دینا

مسئلہ: اگر کوئی مقیم روزہ کی نیت کرنے کے بعد مسافر بن جائے، تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کو لینے کے لیے اپنے گھر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزہ کو فاسد کر دے (توڑ

دے) تو اس کا کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا، گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا ہو اور نہ وہاں ٹھہرا ہو۔ ﴿علم الفقہ، صفحہ ۳۶، جلد ۳﴾

مسئلہ: مسافر نے سفر میں روزہ کی نیت کی، مگر بعد میں نیت بدل دی اور کھا پی لیا تو اس پر کفارہ نہیں، البتہ روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کرنا وجوب کفارہ میں اختلاف ہے اور راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۴۳۸، جلد ۴، بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۳۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: پیاس ایسی شدید ہے کہ اس پر مر جانے کا اندیشہ ہے یا عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو روزہ توڑ سکتا ہے صرف قضا لازم ہوگی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۴۰، جلد ۲ و رد المحتار، صفحہ ۱۵۸، جلد ۲﴾

مسافر رمضان میں روزہ بنیت نفل رکھے

سوال: مسافر یا مریض اگر رمضان المبارک میں بہ نیت نفل روزہ رکھے تو نفل ہوگا یا فرض؟

جواب: شامی میں ہے کہ مریض اور مسافر اگر نفل کی نیت کریں تو رمضان المبارک کا روزہ ہوگا اور اگر واجب آخر کی نیت کریں تو واجب آخر ہوگا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۴۵، جلد ۶ بحوالہ شامی، صفحہ ۱۱۷، جلد ۲ و کتاب الصوم﴾

ضیافت کی وجہ سے روزہ توڑنا

مسئلہ: اگر کھانے میں شرکت نہ کرنے سے مہمان کی دل شکنی ہوتی ہو تو ضیافت عذر ہے، لہٰذا نفل روزہ توڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر بعد میں اس روزہ کی قضا ضروری ہوگی اور اگر یہ معلوم ہو کہ دل شکنی نہیں ہوگی تو روزہ نہ توڑنا چاہیے۔

مسئلہ: روزہ دار مہمان کے لیے مستحب ہے کہ وہ میزبان اور اس کے اہل و عیال کے حق میں دعائے خیر کرے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۷۶، جلد ۲﴾

سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہونا

سوال: ایک شخص جدہ میں کام کرتا ہے وہاں اس نے رمضان کے روزہ رکھنے شروع کیے اور وہاں پر چاند انتیس کا ہوا تھا اور ہمارے ہاں تیس کا اور پھر وہ شخص یہاں [illegible] کے تیس روزے پورے ہوگئے، اب وہ یہاں والوں کے ساتھ اپنا اکتیسواں روزہ [illegible]

جواب: یہ شخص یہاں والوں کے ساتھ روزہ رکھے، چاہے اس کے اکتیس روزہ ہو جائیں جس طرح کسی نے تنہا چاند دیکھا اور اس کی گواہی قبول نہ کی گئی تو اس کو اپنی رؤیت کے اعتبار سے رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے اور اگر اتفاق سے تیس روزے پورے کرنے کے بعد چاند نظر نہ آئے تو اس کو (جس نے ایک دن پہلے روزہ رکھا تھا) تنہا افطار کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور سب کے ساتھ عید کرے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۵، بحوالہ شامی، صفحہ ۱۲۳، جلد ۲﴾

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی ملک میں ایک دو دن روزے آ گے ہیں تو یہ شخص (وہاں پہنچنے والا) وہاں والوں کے ساتھ عید کرے اور بعد میں باقی ماندہ روزوں کی قضا کر لے۔ یعنی اگر ستائیس روزے اس کے ہوئے تو دو روزے رکھے اور اگر اٹھائیس ہوئے تو ایک روزہ رکھے کیونکہ مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۸۱، جلد ۵﴾

سفر کے فوت شدہ روزوں کا حکم

سوال: سفر کی حالت میں فوت شدہ روزوں کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں قضا کا وقت ملے تو قضا رکھنا ضروری ہے اور نہ رکھے تو فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، بشرطیکہ مال چھوڑ گیا ہو اور سفر کی حالت میں اگر مرا ہو یا مقیم ہو کر مرا لیکن قضا کا وقت نہیں ملا تو فدیہ دینے کی وصیت لازم نہیں۔ اگر چند روز قضا رکھنے کا وقت ملا تو اتنے روزوں کی قضا لازم ہے، اگر قضا نہ کر سکا تو ان دنوں کے فدیہ دینے کی وصیت ضروری ہے، مثلاً سفر کی حالت میں دس دن کے روزے فوت ہو گئے اور پانچ روزے رکھنے کا وقت ملا لیکن قضا نہیں کی تو ان پانچ روزوں کے فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، اس سے زائد کی نہیں۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۴، جلد ۲، بحوالہ شامی، صفحہ ۱۶۰، جلد ۲﴾

مسئلہ: اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض صحت یاب ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کر لے تو اس کے ذمہ قضا لازم نہیں، سفر سے لوٹنے یا بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد جتنے دن بھی ملیں اتنے ہی قضا لازم ہوگی۔

﴿جواہر الفقہ، صفحہ ۳۸۱، جلد اوّل﴾

مسئلہ: اگر قضا کرنے یعنی رکھنے کا وقت ملا تو یہ روزے معاف ہیں حالت اقامت میں قضا رکھنے کا موقع مل گیا ہو تو ترکہ سے فدیہ ادا کرنا اور وصیت کرنا واجب ہے۔

﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۴۲۸، جلد۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۲۷، جلد۲﴾

کیا مسافر روزہ کے بدلے فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال: مسافر نے سفر میں چند روزے نہیں رکھے اور فدیہ دے دیا تو اس پر کچھ گناہ تو نہیں؟

جواب: ان روزوں کی بعد میں قضا کرنا ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں ہے، جیسا کہ آیت شریف: فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ (پارہ ۲، سورہ بقرہ) سے ثابت ہے۔ ﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۳۶۳، جلد ۶ وفتاوی محمودیہ، صفحہ ۲۸۹، جلد ۷﴾

(یعنی جو شخص تم میں (ایسا) بیمار ہو (جس میں روزہ رکھنا مشکل ہو یا مضر ہو) یا (شرعی) سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا شمار کر کے ان میں روزہ رکھنا اس پر واجب ہے۔ ﴿ترجمہ مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ)۔ رفعت قاسمی﴾

مسافر کا رمضان المبارک میں انتقال ہو جانا

سوال: ایک شخص رمضان شریف میں مسافر ہوا اور وہ روزہ سے نہیں تھا اور وہ انتقال کر گیا اس کے روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب: اس کے ذمہ قضا روزہ کی نہیں لازم ہوئی اور فدیہ کی وصیت بھی لازم نہیں ہوا۔

﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۴۳۲، جلد ۶ بحوالہ درمختار، صفحہ ۱۶۰، جلد۲﴾

(رمضان المبارک میں روزے اگر کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے چھوٹے تھے اور ابھی وہ مجبوری ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ شخص دنیا سے کوچ (انتقال) کر گیا تو اس پر کوئی شرعی مطالبہ نہیں ہے، کیونکہ اس کو ادا کرنے کا موقع ہی نہ ملا، ہاں اگر موقع مل گیا تھا مگر اس نے سستی کی اور روزوں کی قضا نہیں کی تو یہ فریضہ اس کے ذمہ واجب رہا، خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہو گی مثلاً اگر سفر یا مرض کی وجہ سے دس دن کے روزے رہ گئے تھے اور وہ سفر یا صحت کے بعد پانچ دن زندہ رہا اور

قضا شروع نہیں کی تھی تو پانچ ہی دن کی قضا اس کے ذمہ واجب رہی، وصیت کرنا لازم ہے، کیونکہ اس کو اتنا ہی وقت ملا۔ اس کے رشتہ داروں اور متعلقین کو چاہیے کہ روزوں کا فدیہ دے دیں، اس کے ذمہ سے ادا ہو جائے گا اور اگر وہ شخص مال چھوڑ کر مرا ہے اور فدیہ دینے کی وصیت بھی کر گیا ہے تو وارثوں پر فدیہ دینا واجب اور ضروری ہے اور اگر وصیت کی اور مال نہیں چھوڑا یا اتنا کم ہے کہ ایک تہائی حصے میں اس کے روزوں کا بدلہ پورا نہیں ہوتا، یا مال تو کافی چھوڑا ہے مگر وصیت نہیں کی تھی تو ان سب صورتوں میں وارثوں پر اس کے روزوں کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے مگر مرنے والے کے ساتھ ہمدردی اور تعلق اس میں ہی ہے کہ اس کی آخرت کے ساتھ بھلائی کی نیت سے دے دینا اچھا ہی ہے مرنے والے کی طرف سے اس کے رشتہ دار یا ملنے والے فدیہ دے دیں تو دے سکتے ہیں، لیکن اس کی طرف سے نماز یا روزہ کی قضا نہیں کر سکتے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ مرتب)

مسافر عید کب کرے؟

سوال: ایک شخص سعودی عرب چلا گیا، اس کے دو روزے کم ہو گئے (تاریخ کے فرق سے) تو اب وہ کیا سعودی چاند کی تاریخ کے حساب کے مطابق عید کرے یا اپنے روزے پورے کر کے عید کرے؟

جواب: عید سعودیہ کے مطابق (ان کی تاریخ میں) کرے اور جو روزے رہ گئے ہیں ان کی قضا کرے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۶۱، جلد ۲﴾

جہاز وریل وغیرہ میں نماز عید

سوال: سفر کی حالت میں بحری جہاز میں عید کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: نماز عید کی وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں یعنی جس بستی میں جمعہ درست ہے، اسی بستی میں نماز عید درست ہے اور جہاں جمعہ درست نہیں وہاں عید بھی درست نہیں ہے اور جمعہ کے لیے مصر (شہر) یا قصبہ یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے اور یہی عید کے لیے بھی شرط ہے۔

جہاز بحری ہو یا ہوائی، نہ مصر ہے نہ قصبہ ہے اور نہ قریہ کبیرہ ہے، نہ وہاں جمعہ درست ہے اور نہ ہی عید درست ہے۔ اگر جہاز میں پندرہ روزہ قیام رہے تو اس سے آدمی مقیم نہیں بن جائے گا۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۷، جلد ۱۴ بحوالہ طحطاوی، صفحہ ۳۴۶، مصری﴾

(اور یہی مسئلہ ریل وغیرہ کی سواری میں ہے کہ وہاں پر بھی عید کی نماز نہیں کر سکتے۔ محمد رفعت قاسمی، مدرس دارالعلوم دیوبند)

نوٹ: روزہ کے تفصیلی احکام دیکھیے احقر کی کتاب ''مکمل و مدلل مسائل روزہ'' میں۔ مرتب کتاب ہذا۔

سفر حج کے وقت کی دُعا

حج کو جانے سے پہلے احباب واقربا سے ملاقات کرے اور ان سے اپنا قصور معاف کرائے اور اُن سے دعائے خیر کی درخواست کرے، جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرے تو دو رکعت نماز نفل پڑھے اور جب دروازہ کے قریب آئے تو سورۂ انا انزلنا الخ پڑھے اور جب گھر سے باہر آئے اپنی استطاعت کے موافق کچھ صدقہ کرے اور آیت الکرسی (پارہ ۳ میں ہے) پڑھے، اس کے بعد مندرجہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُذَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ.

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کر دیا جائے، یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم ہو، یا جہالت کروں یا مجھ پر جہالت ہو۔''

نوٹ: اگر عربی دعا کے الفاظ یاد نہ ہوں تو دعاؤں کا مضمون جو ترجمہ میں لکھا ہوا ہے اپنی اپنی زبان میں اس کی دعا مانگے۔ ﴿احکام حج، مصنفہ مفتی محمد شفیع، صفحہ ۲۶﴾

اور سوار ہوتے وقت مندرجہ بالا دعا پڑھے۔

(اور تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ''احکام حج'' از مولانا مفتی محمد شفیع (رفعت)

حالت حیض ونابالغی میں سفر حج

سوال:

① ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کے لیے چلی، گھر سے روانہ ہوتے وقت وہ حائضہ تھی، مسافت قصر کرنے کے بعد مکۃ المکرمہ پہنچ گئی، یہاں آکر پاک ہوگئی، اب سوال یہ ہے کہ وہ عورت نماز قصر کرے گی یا پوری پڑھے گی؟ واضح رہے کہ وہ عورت شوہر کے تابع ہے اور مسافت سفر بھی طے کرچکی ہے، اسی طرح ایک بچہ سفر کے شروع کرتے وقت نابالغ تھا، مکۃ المکرمہ پہنچنے کے بعد بالغ ہوگیا۔

② مسافت سفر سواستتر کلومیٹر ہے، جب وہ اپنے وطن ہندوستان سے چلی تو پاک تھی مگر مسافت قصر سے پہلے ہی مثلاً پچاس کلومیٹر سفر طے کیا تھا کہ حائضہ ہوگئی تو حیض آنے سے پہلے قصر کرے یا اتمام کرنا ضروری ہے، اسی طرح بچہ پچاس کلومیٹر سفر طے کرنے کے بعد ہی بالغ ہوگیا۔

③ ایک حائضہ عورت گھر سے چلی اور ایسی حالت میں پاک ہوئی کہ مکۃ المکرمۃ مسافت قصر سے کم مثلاً تیس کلومیٹر رہ گیا تو کیا حکم ہے؟ اسی طرح بچہ مکۃ المکرمہ سے تیس کلومیٹر پہلے بالغ ہوا؟

④ ایک عورت پانی کے جہاز سے حج کو گئی ایسی حالت میں پاک ہوئی کہ مکہ مکرمہ مسافت قصر یا اس سے بھی بعید ہے؟ اسی طرح بچہ مکہ مکرمہ سے سواستتر کلومیٹر سے پہلے بالغ ہوا؟ تو یہ قصر کریں گے یا اتمام؟

⑤ مکہ مکرمہ بحالت حیض داخل ہوئی اور وطن ہی سے حائضہ ہے اور ایام حج میں صرف دس دن باقی ہیں تو وہاں پاک ہونے کے بعد قصر کرے گی یا اتمام۔ اسی طرح بچہ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد حج سے دس دن پہلے بالغ ہوا؟

⑥ ایام حج میں تو بیس دن باقی ہیں، مگر یہ عورت پاک ہوئی تیرہ دن قبل تو کیا حکم ہے؟

⑦ بحالت پاکی داخل ہوئی اور ایام حج میں دس دن ہیں تو کیا حکم ہے؟

⑧ اگر ایام حج شروع ہونے میں پندرہ دن یا زیادہ دن ہوں تو کیا حکم ہے؟

احقر محمد ابراہیم قاسمی (افریقی) مقیم چھتہ مسجد دارالعلوم دیو بند۔

الجواب: باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

الجواب بعون الملک الوہاب۔ حامدو مصلیاً ومسلماً

① حالت حیض ونابالغی میں شروع کیے ہوئے سفر کا قصد قصر کے حق میں شرعاً اعتبار نہیں ہے لہٰذا اس صورت میں مذکورہ عورت اور بالغ ہونے والے بچہ پر مکۃ المکرمہ (زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً) میں رہتے ہوئے اتمام واجب ہے۔

طهرت الحائض وبقي لمقصدها يومان تتم في الصحيح كصبي بلغ بخلاف كافر اسلم. اه ﴿فتاویٰ الدر المختار علی رد المحتار، صفحہ ۵۳۵، جلد ا﴾

② اس صورت میں اپنی آبادی سے باہر آنے پر ہی اس عورت پر قصر واجب ہو گیا چونکہ پاکی کی حالت میں مسافت شرعیہ طے کرنے کے قصد سے نکلنا پایا گیا پس حیض آنے سے پہلے قصر کرے گی اور بچہ جب پچاس کلومیٹر کے بعد بالغ ہوا تو اب وہ شرعی مسافر بن گیا، لہٰذا اس پر قصر واجب ہو گیا۔

③ گھر سے نکلتے وقت جب وہ عورت حائضہ تھی اور مکۃ المکرمہ زادہا اللہ شرفاً سے تیس کلومیٹر پہلے حیض سے پاک ہوئی تو چونکہ پاک ہونے کے بعد مسافت شرعیہ نہیں پائی گئی اس لیے اس عورت پر پوری نماز پڑھنا واجب ہے اور بچہ بھی اس صورت میں بالغ ہونے کے بعد شرعی مسافر نہ ہوگا لہٰذا وہ بھی اتمام کرے گا۔

④ اس صورت میں دونوں پر قصر واجب ہے۔

⑤ چونکہ شرعاً اس سفر کا اعتبار نہیں کیا گیا پس صورت مسئولہ میں عورت پاک ہونے کے بعد اور بچہ بالغ ہونے کے بعد اتمام کریں گے۔

⑥ اس صورت میں بھی مذکورہ بالا عورت اور بچہ پر اتمام واجب ہے۔

⑦ پاک ہونے کے بعد اگر مسافت شرعیہ پائی گئی تھی تو مسافر ہو جائے گی اور اس پر قصر واجب ہوگا اور اگر نہ پائی گئی تو اتمام واجب ہے۔

⑧ اگر مسافت شرعیہ پائی گئی تھی تو اس صورت میں چونکہ پندرہ یا اس سے زائد دن مکۃ المکرمہ میں ٹھہرنے کی نیت ہے اس لیے وہ عورت مقیم ہو جائے گی اور اس پر اتمام واجب ہوگا اور اس صورت میں اپنی نیت کے سلسلہ میں شوہر کے تابع ہے۔

والمعتبرنية المتبوع لانه الاصل لاالتابع كامراة وعبدجندى واجير مع زوج ومولیٰ وامير ومستأجراه فتاوىٰ الدر المختار على الرد، صفه ۵۳۳، جلد ۱)

نوٹ: نمبر ۱ تا نمبر ۷ کے لیے عبارت مندرجہ ذیل نمبر ۱ کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم احقر محمود غفرلہٗ۔ ﴿علماء کرام کی تصدیق کا عکس ص: ۱۷۸ پر ملاحظہ کریں۔ (ادارہ)﴾

مسئلہ: ماہواری کی حالت میں احرام باندھنا، وقوف عرفات، وقوف مزدلفہ، میدان منیٰ میں، رمی جمار، صفا و مروہ کی سعی وغیرہ تمام امور جائز ہیں، لیکن طواف کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر طواف سے پہلے ماہوار شروع ہو جائے تو حاجیوں کے ساتھ سب کام کرلے اور طواف نہ کرے بلکہ ماہواری ختم ہونے کا انتظار کرتی رہے اور جب ماہواری ختم ہو جائے تو طواف کرلے اور عورتوں کے لیے ماہواری کے عذر کی وجہ سے ایام نحر میں طواف لازم نہیں بلکہ جب بھی پاک ہوگی اس وقت لازم ہوتا ہے اور طواف زیارت کے بغیر حج نہیں ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۲، جلد ۲﴾

سفر حج میں اپنا پیشہ اختیار کرنا

سوال: ایک حجام حج کو جاتا ہے، اگر وہ آنے جانے کے راستہ میں یا مکہ میں رہ کر اپنے پیشہ کو اختیار کرکے کمائے تو اس کے حج میں کسی قسم کی کراہت وغیرہ تو نہیں؟

جواب: جائز ہے، رہا یہ کہ ثواب تو کم نہ ہوگا، تو اگر اصل مقصود کمائی ہے تو بے شک ثواب کم ہو جائے گا اور اگر اصل مقصود حج ہے اور کمائی تابع ہے تو ثواب کم نہ ہوگا مگر شبہ عدم اخلاص کا ہے اور اگر کمائی سے مقصود سفر حج کی سہولت ہے تاکہ وہاں تنگی نہ پیش آئے تو کچھ شبہ نہیں بے غبار جائز بلکہ افضل ہے۔ ﴿امداد الاحکام، صفحہ ۱۶۰، جلد ۲ و فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۰، جلد ۲﴾

سفر حج کی راہ میں قصر

مسئلہ: جو اڑتالیس میل کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے، اس کو راہ میں قصر کرنا لازم ہے، جب تک پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھہر نہ جائے، قصر کرتا رہے، لہٰذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳۶، جلد اول﴾

حج سے پہلے پہنچنے والا مقیم ہے یا مسافر؟

سوال: جو شخص یکم ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے اور بیس روز قیام کی نیت کرے اور حج سے فارغ ہو کر اکیس ذی الحجہ کو مدینہ طیبہ جانے کا قصد کرے تو وہ شخص قیام مکہ معظمہ میں نماز پوری پڑھے گا یا قصر؟ ایسا شخص مقیم ہے یا مسافر؟

جواب: وہ شخص مقیم نہیں ہے بلکہ مسافر ہے، اس کو چاہیے کہ مکہ مکرمہ میں بھی قصر کرے اور منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں بھی قصر کرے، البتہ اگر مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو قصر نہیں کرے گا، پوری نماز پڑھے گا جیسا کہ ہر مسافر کا حال ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۸۴، جلد ۳ بحوالہ بحر، صفحہ ۱۴۳، جلد ۲ ورکن دین، صفحہ ۱۴۴، بحوالہ عالمگیری﴾

مدینہ طیبہ میں کیا قصر کرے؟

سوال: مدینہ طیبہ کے قیام میں مسافر رہے گا یا مقیم، کیونکہ سنا ہے وہاں آٹھ یوم سے زیادہ قیام کی اجازت نہیں؟

جواب: پندرہ یوم کی نیت سے مقیم ہو جائے گا، دس روز تو ضابطہ میں قیام ہوتا ہے۔

﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۵۸۵، جلد ۳﴾

مسئلہ: حاجی اگر ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ میں داخل ہو جائے اور پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو صحیح نہیں، اس لیے کہ اس کو عرفات میں ضرور جانا پڑے گا اور شرط متحقق نہ ہوگی۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۵۹، جلد ۳﴾

منیٰ میں نماز قصر کیوں؟

مسئلہ: کوئی شخص پاکستان یا دوسرے ممالک سے حج یا عمرہ کو جاتا ہے تو مکہ میں پندرہ دن سے زیادہ ٹھہرنے کے بعد احرام حج باندھ کر منیٰ اور عرفات کو جاتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ منیٰ وعرفات ومزدلفہ میں نمازیں قصر پڑھے؟

بعض کہتے ہیں کہ قصر پڑھے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مقیم ہونے کے باوجود قصر پڑھی، اگر حنفی مسلک کے ماننے والے نے قصر پڑھی ہو تو اس کی نمازیں ہو گئیں یا دوبارہ قضا کرے؟

جواب: قصر کا حکم صرف مسافر کو ہے اور جو شخص منیٰ جانے سے پہلے خواہ اس وجہ سے کہ وہ مکہ مکرمہ کا رہنے والا ہے، خواہ اس وجہ سے کہ وہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ عرصہ سے مکہ مکرمہ میں ٹھہرا ہوا تھا، اس کو منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں قصر کی اجازت نہیں وہ پوری نماز پڑھے اور اگر قصر کر چکا ہے تو وہ نمازیں نہیں ہوئیں، ان کو دوبارہ پڑھے۔ خلاصہ یہ کہ جو حاجی صاحبان ایسے وقت مکہ مکرمہ جاتے ہیں کہ آٹھ تاریخ (جو منیٰ جانے کا دن ہے) تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن نہیں ہوتے وہ مکہ مکرمہ میں بھی مسافر شمار ہوں گے اور منیٰ عرفات میں بھی، لہٰذا قصر کریں گے اور اگر آٹھ تاریخ تک مکہ مکرمہ میں ان کے پندرہ دن پورے ہو جاتے ہیں تو وہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو جائیں گے اور منیٰ عرفات میں بھی مقیم رہیں گے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۵، جلد ۴﴾

مسئلہ: منیٰ وعرفات اور مزدلفہ میں نماز امام کے ساتھ نہ پڑھیں کیونکہ وہ مسافر شرعی نہ ہونے کے باوجود قصر کرتے ہیں، لہٰذا الگ خیمہ میں جماعت کریں۔

﴿احسن المسائل، صفحہ ۵۶۷، جلد ۳ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۲۳ جلد اول﴾

جہاز پر سوار ہو کر طواف کرنا

ہوائی جہاز میں سوار ہو کر طواف کرنے سے طواف تو صحیح ہو جائے گا، بشرطیکہ ہوائی جہاز مسجد کی حد میں داخل رہے لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے دم (قربانی) واجب ہو گا، جیسا کہ مرکب غیر ہوائی میں بھی بلا عذر سوار ہو کر طواف کرنے کا یہی حکم ہے۔

ہوائی جہاز میں سوار ہو کر عرفات کے مرور (یعنی میدان عرفات پر سے گزر جانے) سے وقوف عرفہ ادا نہ ہو گا۔ چونکہ طواف کی حقیقت بیت اللہ کے چاروں طرف گھومنا ہے اور بیت اللہ کے متعلق یہ تصریح موجود ہے کہ زمین سے لے کر آسمان تک کعبہ ہے، اس لیے طواف، خانہ کعبہ سے اوپر ہو کر بھی جائز ہے، اس لیے ہوائی جہاز میں بشرائط مذکورہ طواف صحیح ہو جائے گا۔

لیکن وقوف عرفہ کے متعلق یہ کہیں تصریح نہیں ملی کہ زمین سے آسمان تک بحکم عرفہ ہے بلکہ اکثر کتب میں وقوف (ٹھہرنے) کو زمین کے ساتھ مقید کیا ہے۔

﴿امداد الاحکام، صفحہ ۲۰۰، جلد ۲ وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۶۰ جلد ۲﴾

مسافر حاجی پر قربانی

حاجی پر سفر کی وجہ سے عید کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر کوئی آٹھ ذی الحجہ سے کم از کم پندرہ روز قبل مکہ مکرمہ میں آ کر رہا تو وہ مقیم ہو گیا، اس لیے قربانی کے دنوں میں اگر وہ صاحب نصاب ہو تو اس پر دم شکر کے علاوہ عید کی قربانی بھی واجب ہے، خواہ منیٰ میں ذبح کرے یا اپنے وطن میں کرائے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۵۶۸، جلد ۴﴾

مسئلہ: اگر مقیم نہ ہوا تو صدقہ فطرہ واجب ہے اور نہ قربانی۔

﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۳۲۰، جلد ۳ وہدایہ، صفحہ ۴۲۹، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافر اگر نفلی طور پر قربانی کرے تو ثواب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی بھیڑ بکرا وغیرہ قربانی کے ارادہ سے خریدا ہوا اور اس کا وقت آنے سے پہلے سفر درپیش ہو جائے تو اس کو بیچا جا سکتا ہے، کیونکہ مسافر پر قربانی واجب نہیں ہے۔

﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۱۱۸۲، جلد اول﴾

مسئلہ: تکبیرات تشریق (ذی الحجہ کے ایام میں بعد نماز تکبیرات) اقتدا کی وجہ سے مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہیں۔ ﴿درمختار ص ۶۷ جلد اول﴾

حالت مسافت کی موت کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے وطن کے علاوہ کسی دوسری جگہ مرتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر اس کے مرنے کے مقام تک اس کے لیے جنت کی پیمائش کی جاتی ہے۔ ﴿نسائی، ابن ماجہ﴾

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حالت سفر کی موت شہادت ہے۔''

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو شخص وطن سے دُور حالت سفر میں مرتا ہے تو اس کے وطن اور اس کے مرنے کی جگہ تک درمیان میں جتنی مسافت ہوتی ہے اس کے بقدر جگہ اس کو جنت میں ملتی ہے لیکن اس بارہ میں صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ سفر سے مراد سفر اطاعت یعنی جہاد وغیرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اجر وانعام اس شخص کو ملتا ہے جو جہاد کے لیے یا دینی تعلیم حاصل کرنے کے لیے یا اسی قسم کے دوسرے با مقصد ومطلوب کام کے لیے وطن سے دُور مرا ہو۔

﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۳۷۳، جلد ۲﴾

پانی کے سفر میں موت ہو جانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دریا و سمندر کے سفر میں جس شخص کا سر گھومنے لگے اور اس کی وجہ سے اس کو قے ہو تو اس کو ایک شہید کا ثواب ملے گا اور جو شخص سفر کے دوران دریا میں ڈوب جائے تو اس کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔" ﴿ابوداؤد﴾

ان دونوں کو شہید کا ثواب اس صورت میں ملے گا جب کہ وہ جہاد کے لیے یا طلب علم اور حج جیسے مقاصد کے لیے دریا و سمندر میں سفر کر رہا ہو، نیز اگر اس کے سفر کا مقصد تجارت ہو اور اس تجارت کی غرض اپنے جسم کو زندہ رکھنے اور طاقتور رکھنے اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات زندگی کو پورا کرنا ہو اور وہ تجارت اس دریائی سفر کے بغیر ممکن الحصول نہ ہو تو اس صورت میں بھی یہ حکم ہے۔ ﴿ڈوب کر مرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مطلقاً ہی ہو گا۔ رفعت قاسمی غفرلہ﴾

مرنے والے مسافر کے چندہ کی بقیہ رقم کا حکم

سوال: گاؤں میں مسافر آ کر وفات پا گیا اس کی تجہیز و تکفین کے لیے چندہ کیا گیا، اس میں سے کچھ رقم بچ گئی تو کیا کرے؟

جواب: اگر یہ معلوم ہو کہ بقیہ رقم فلاں شخص نے دی ہے تو وہ رقم اس کو دے دی جائے اور اگر معلوم نہیں کہ یہ بقیہ رقم کس نے دی ہے تو کسی غریب کی تجہیز و تکفین میں استعمال کی جائے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو وہ رقم محتاج غریب کو صدقہ میں دے دی جائے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۷۲، جلد اول و عالمگیری، صفحہ ۱۶۱، جلد ۱﴾

سفر حج میں موت ہو جانا

مسئلہ: جو شخص سفر حج میں ہو اور اگر راستہ میں انتقال ہو جائے یا کوئی حادثہ پیش آ جائے تو ثواب موافق حج کے پورا ملے گا اور عنداللہ ان کا اجر عظیم ہے اور بڑا درجہ ہے اور اس میں ثواب حاصل ہوتا ہے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۵۸۴، جلد ۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۳۴۸، جلد ۲﴾

سفر حج میں مرنے والے کا حج؟

سوال: اگر کسی شخص کا سفر حج میں حج کرنے سے قبل انتقال ہو جائے تو کیا اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا؟

جواب: اگر اس پر اس سال حج فرض ہوا تھا تو راستہ میں موت واقع ہونے سے فرض ساقط ہو گیا اور اگر حج پہلے سے فرض ہو چکا تھا تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ وقوف عرفہ کے بعد انتقال ہوا تو فرض ادا ہو گیا اور اگر اس سے قبل فوت (مرا) ہوا تو فرض ساقط نہیں ہوا، اس لیے کہ اس کے شہر سے حج بدل کی وصیت کرنا فرض ہے، اگر ثلث مال اس کے شہر سے کافی نہ ہو تو جہاں سے بھی ثلث میں حج ہو سکے وہیں سے کرایا جائے۔

﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۲۳، جلد ۲ و در مختار، صفحہ ۲۶۳، جلد ۲﴾

سفر میں انتقال ہونے پر غسل کون دے؟

سوال: ہم تین افراد ہم سفر تھے اور سفر ہمارا ریگستان کا تھا، میرے ہم سفر کی بیوی کا انتقال ہو گیا، اس کو غسل کون دے گا؟

جواب: عورت کو مرد اور مردوں کو عورتیں غسل نہیں دے سکتیں۔ خدانخواستہ ایسی صورت پیش آجائے کہ عورت کو غسل دینے والی کوئی عورت نہ ہو، یا مرد کو غسل دینے والا کوئی مرد نہ ہو تو تیمم کرا دیا جائے اگر عورت کا کوئی محرم مرد یا مرد کی کوئی محرم عورت ہو تو وہ تیمم کرائے اور اگر محرم نہ ہو تو اجنبی اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور صورت مسئولہ میں شوہر کپڑا ہاتھ پر لپیٹ کر تیمم کرا دے۔
اس مسئلہ کی پوری تفصیل کسی عالم سے سمجھ لیں۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۱۰۰، جلد ۳ و علم الفقہ، صفحہ ۱۸۷، جلد ۲﴾

کیا مسافر زکوٰۃ لے سکتا ہے؟

مسئلہ: مسافر نے بطور قرض کرایہ مانگا مگر دینے والے نے مسافر کو زکوٰۃ کی نیت سے دے دیا، تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اگر وہ مسافر گھر جا کر روپیہ واپس کر دے تو بہتر یہ ہے کہ وہ روپیہ

واپس نہ لیا جائے، (یہ کہہ دے کہ میں نے معاف کیا) اور اگر لے لیا تو افضل یہ ہے کہ اس رقم کو صدقہ کر دے۔ ﴿الاحکام، صفحہ ۲، جلد ۲﴾

مسئلہ: مسافر کو زکوٰۃ لینا درست ہے جبکہ اس کے پاس مال بقدر نصاب نہ ہو اگرچہ اس کے مکان پر ہو۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۸۳، جلد ۶ و کتاب الفقہ، صفحہ ۱۰۱۹، جلد اول﴾

مسئلہ: مسافر پر بھی (جبکہ وہ صاحب نصاب ہو) اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے لے واجب ہے کہ اسے اپنے نائب کے ذریعہ سے اپنے مال میں تصرف کی قدرت حاصل ہے۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۷، جلد ۳ و مسائل زکوٰۃ، صفحہ ۲۵۹﴾

مسئلہ: مسافر کو اس کی مرضی سے ٹکٹ خرید کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اگر وہ مسافر کسی عذر کی وجہ سے سفر میں نہ جائے اور ٹکٹ کینسل ہو جائے تو تب بھی وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

﴿مکمل و مدلل مسائل زکوٰۃ، صفحہ ۲۵۹، جلد ۲) تفصیلی احکام دیکھیے احقر کی کتاب مکمل و مدلل مسائل زکوٰۃ﴾

بیوی کو چھوڑ کر علم کے لیے سفر کرنا

سوال: ایک شخص کی جوان بیوی ہے اور وہ بیوی کو چھوڑ کر طلب علم کے لیے سفر اختیار کرتا ہے اور سال بھر گھر نہیں آتا تو کیا اس کے لیے یہ امر جائز یا بیوی کے پاس رہنا واجب ہے؟

جواب: عورت کا نفقہ (ضروری خرچہ) اور ہر چار ماہ میں ایک دفعہ جماع کرنا شوہر پر واجب ہے۔ پس اگر شوہر ان حقوق کی تکمیل میں کوتاہی نہ کرے تو طلب علم کے لیے سفر پر جانا جائز ہے۔ البتہ اس کے باوجود عورت کے لیے فتنہ کا مظنہ ہو تو سفر میں رہنا جائز نہیں۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۳۹۹، جلد اول بحوالہ درمختار، صفحہ ۲۲۳، جلد ۲ باب القسم﴾

سفر میں عمداً قصر نہ کرنے پر حکم کیا ہے؟

سوال: اگر کوئی شخص سفر میں جان بوجھ کر قصر نہ کرے بلکہ پوری نماز پڑھے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسافر پر قصر واجب ہے، یہ شخص عمداً ترک واجب کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اس لیے اس پر توبہ اور اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد ۴﴾

مسئلہ: مسافر بہ سفر شرعی کو قصر کرنا واجب ہے، جو شخص قصر کا اعتقاد نہ رکھے یا قصر نہ کرے وہ مبتدع اور عاصی ہے اور تارک واجب، یعنی واجب کو چھوڑنے والا ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۵، جلد ۴، بحوالہ عالمگیری، صفحہ ۱۳۰، جلد اول و آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۱، جلد ۳﴾

حنفی مسافر اگر شافعی مسلک پر عمل کرے؟

سوال: ایک مسافر حنفی نے نماز میں قصر نہ کیا، دریافت کرنے پر جواب دیا کہ جب قصر کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ نماز ہی نہیں پڑھی اور دل اُچاٹ ہو جاتا ہے، اس وجہ سے قصر نہیں کرتا، مجبوراً امام شافعیؒ کے مسلک کو لیتا ہوں، اس صورت میں اس مسافر کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: یہ اس مسافر نے برا کیا، امام شافعیؒ کے مذہب پر اس بارہ میں حنفی کو عمل کرنا درست نہیں ہے، اپنے مذہب کے موافق ضرور قصر کرے، قصر کرنا واجب ہے، باقی اگر اس نے تنہا نماز پڑھی ہوگی اور اگر امام ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۳۶، جلد۴ بحوالہ غنیۃ المستملی، صفحہ ۵۰۰، درمختار، صفحہ ۷۳۹، جلد اول، باب صلاۃ المسافر﴾

مسافر کی امامت

مقیم کی نماز مسافر کی امامت میں اور مسافر کی مقیم کی امامت میں جائز ہے، لیکن جب مسافر امام ہو تو نماز سے پہلے مقتدیوں کو اطلاع دے کہ میں مسافر ہوں، دو رکعت پڑھوں گا، تم اپنی نماز پوری کر لینا اور سلام پھیرنے کے بعد بھی اعلان کر دے اور خود اپنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر لے اور جو مقتدی مقیم ہیں وہ اپنی دو رکعتیں باقی اس طرح پڑھیں کہ قیام میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھیں بلکہ اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔

﴿شامی واحکام سفر، صفحہ ۳۸، وامداد الاحکام، صفحہ ۱۶۸، جلد اوّل﴾

(آج کل عموماً مسائل سے ناواقفیت ہے، اس لیے مسافر امام جب مقیم کی امامت کرے تو نماز شروع کرنے سے پہلے ہی اپنے کو مسافر ہونے اور دو رکعت پڑھنے اور باقی دو رکعت مقیم کی طرح پڑھیں بتا دے ورنہ مسائل نہ معلوم ہونے کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافر امام کے پیچھے جماعت کا ثواب ہوگا

سوال: دریافت کرنا یہ ہے کہ مسجد میں نماز با جماعت پڑھنے جاتے ہیں جس کی بڑی تاکید آئی ہے، اُن کی جماعتوں کی نماز ایک مسافر پیر سے امامت کرا کے ضائع کرا دینا اور (دیر سے

پہنچنے پر) جماعت کی نماز سے محروم کر دینا کیا جائز ہے؟ نیز جماعت سے نماز ادا نہ کرنے کا وبال کس پر ہوگا؟

جواب: اگر مسافر امام ہو تو دو رکعت کے بعد سلام پھیر دے گا اور اس کے پیچھے جو مقتدی مقیم ہیں اُٹھ کر اپنی دو رکعتیں پوری کر لیں گے (بغیر قرات کے) مقتدیوں کو چار فرض انفرادی (الگ سے اپنے) طور پر ادا کرنے کی ضرورت نہیں اور مسافر کی امامت سے اس کی اقتدا کرنے والے مقیم مقتدیوں کو بھی جماعت کا ثواب ملتا ہے۔ اس لیے آپ کا یہ سوال ہی بے محل ہے کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے کا وبال کس پر ہوگا؟

کیونکہ نماز جماعت سے پڑھی گئی، اس لیے ترک جماعت کے وبال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا البتہ جو مقتدی اپنی سستی کی وجہ سے آپ کی طرح دیر سے آئیں اور جماعت سے محروم رہیں اس کا وبال خود انہی کی سستی پر ہے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد۲﴾

مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا

مسئلہ: حنفیہ کے نزدیک مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا صرف نماز کے اندر اندر جائز ہے اور مقیم کے پیچھے مسافر کو پوری نماز (چار رکعت) پڑھنا چاہئیں کیونکہ اقتداء کی حالت میں مسافر پر دو کی بجائے چار رکعت فرض ہو جاتی ہے (امام کے تابع ہونے کی وجہ سے) نماز کا وقت نکل جانے کے بعد کسی مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد کسی مسافر کا مقیم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد مسافر کا فرض دو کی بجائے چار رکعت نہ ہوگا، بلکہ اس کے ذمہ مستقل طور پر دو رکعت فرض عائد ہو چکا ہے، اگر وقت گزرنے کے بعد مسافر نے مقیم کی اقتدا میں نماز پڑھی تو باطل ہو جائے گی، کیونکہ اس وقت مسافر مقتدی پر تو قعدہ اولیٰ فرض ہوگا اور امام کے لیے وہ فرض نہ ہو گا اور قاعدہ یہ ہے کہ امام کی حیثیت مقتدی کے مقابلہ میں ہر نماز میں وقت کے اندر کی ہو یا وقت کے بعد کی، زیادہ مضبوط ہونی چاہیے۔ ﴿کتاب الفقہ، صفحہ ۶۹۸، جلداول وعلم الفقہ، صفحہ ۱۳۲، جلد۲ وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۷۹، جلد۴ ودر المختار، صفحہ ۴۷۱، جلداول﴾

مقیم کا مسافر امام کی اقتدا کرنا

مسئلہ: مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضا اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز اٹھ کر تمام کرلے اور اس میں قرات نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے، اس لیے کہ وہ لاحق (شروع سے شریک نماز) ہے اور قعدۂ اولی اس مقتدی پر بھی فرض ہوگا۔

﴿علم الفقہ، صفحہ ۱۳۲، جلد ۳ و کتاب الفقہ، صفحہ ۷۶۸، جلد اول و عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۳﴾

مسافر مقیم امام کے پیچھے نیت کیسے کرے؟

سوال: مسافر کو مقیم امام کے پیچھے نماز ظہر وغیرہ میں چار رکعت کی نیت کرنا چاہیے یا دو رکعت کی؟ کیونکہ مقیم کا دو رکعت کے بعد قعدہ کرنا واجب ہے اور مسافر کا فرض۔

جواب: چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے، کیونکہ مسافر پر بھی مقیم امام کی (اتباع) اقتدا کرنے کی وجہ سے چار رکعت فرض ہو جاتی ہیں اور قعدۂ اولی (اس پر) فرض نہیں رہتا۔

﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۶۳۰، جلد ۴، بحوالہ باب صلاۃ المسافر، صفحہ ۷۳۹، جلد اول واحسن الفتاوی، صفحہ ۸۳، جلد ۴ و فتاوی محمودیہ، صفحہ ۱۶۴، جلد ۷ عالمگیری مصری، صفحہ ۱۳۳، جلد اول﴾

مسئلہ: امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر بھی اس کی اقتدا، میں پوری نماز پڑھے گا اور پوری ہی نماز کی نیت کرے گا۔

مسافر کو قصر کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ اکیلا ہو یعنی تن تنہا نماز پڑھ رہا ہو، یا مسافر کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۸۶، جلد ۲﴾

مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت کر لی

مسئلہ: مسافر نے سہواً چار رکعت کی نیت باندھ لی تو وہ دو ہی رکعت پڑھے اور سجدۂ سہو نہ کرے۔

﴿فتاوی دار العلوم، صفحہ ۲۶۱، جلد ۴، بحوالہ رد المحتار، صفحہ ۷۳۵، جلد اول باب صلاۃ المسافر﴾

مسئلہ: رہا نیت میں دو کی بجائے چار کی غلطی، اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

﴿رد المحتار، باب شرائط الصلوۃ مطلب فی النیۃ، صفحہ ۳۹۰﴾

مسئلہ: نماز ہی میں نیت کی تصحیح کرے مگر زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہ کرے بلکہ دل ہی دل میں نیت کرے۔ ﴿احسن الفتاویٰ صفحہ ۷ جلد ۴﴾

مسافر امام و مقتدی مقیم کی نیت کا حکم

سوال: امام مسافر ہے اور دو رکعت کی نیت کرتا ہے اور مقتدی مقیم ہیں تو کیا امام کی متابعت کی وجہ سے دو رکعت کی نیت کریں یا چار کی نیت کریں؟

جواب: امام دو رکعت پڑھتا ہے۔ اس لیے دو رکعت کی نیت کرے گا اور مقتدی چار کی نیت کریں اس لیے کہ اُس کے ذمہ چار رکعت واجب ہیں۔ ﴿فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۳۴۷ جلد﴾

مسئلہ: مقیم کو مسافر امام کے پیچھے مثلاً ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت کی نیت کرنی چاہیے دو رکعت اپنی امام کے ساتھ اور دو بعد میں پڑھے گا۔

﴿فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۳۸۲ جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار صفحہ ۴ نے جلد اول﴾

مسافر مقتدی کو امام کا مسافر ہونا معلوم نہ ہو

سوال: امام مسافر ہے لیکن مقتدی مسافر کو امام کا مسافر ہونا معلوم نہیں تھا، اس لیے اس نے چار کی نیت کی تو کیا وہ پوری چار رکعت پڑھے یا امام کے ساتھ دو رکعت ہی پر سلام پھیر دے؟

جواب: جس وقت امام نے دو رکعت پر سلام پھیرا، اگر مسافر کو معاً (فوراً) یہ خیال آ گیا کہ امام مسافر ہے اور اس کے مقیم ہونے کا اور سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ نہیں ہوا، تب تو مقتدی کو دو رکعت پر سلام پھیر کر مطمئن رہنا چاہیے اور اگر امام کے متعلق سہواً دو رکعت پر سلام پھیرنے کا شبہ ہو تو مقتدی (مسافر) کو امام کے ساتھ نماز ختم کر کے اگر تحقیق سے مسافر یا مقیم ہونا معلوم ہو گیا ہو تو مسافر ہونے کی صورت میں نماز صحیح ہو گئی اور مقیم ہونے کی صورت میں اعادہ کرے (نماز لوٹائے) اور اگر تحقیق نہیں کی اور اسی شبہ کی حالت میں مقتدی نے دو رکعت پر اکتفا کیا تو اس نماز کا اعادہ کرے (لوٹا لے)۔

﴿امداد الاحکام صفحہ ۳۳۷، جلد اول و بہشتی گوہر صفحہ ۵۷، بحوالہ ردالمحتار صفحہ ۸۲۷، صفحہ ۸۷۵، جلد اول)۔

مسافر نے امام کو مقیم سمجھا؟

مسئلہ: مسافر نے امام کو مقیم سمجھ کر اقتدا کی، سلام پھیرنے پر معلوم ہوا کہ امام مسافر تھا تو اب وہ مقتدی مسافر امام کے ساتھ سلام پھیر دے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۶۱، جلد ۴﴾

مسافر نے مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کی، پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی

سوال: ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی، اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟

جواب: اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو)، تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، بحوالہ و فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۹۱، جلد اوّل﴾

اور عمدۃ الفقہ میں ہے کہ مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتداء کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے، امام کی متابعت کی وجہ سے اور اگر اس کو فاسد کر دیا، یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب تنہا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتدا کی تو چار پڑھے۔ ﴿عمدۃ الفقہ، صفحہ ۳۲۲، جلد ۲﴾

اور اگر ایسا فساد ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہو سکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہٰذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے، یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لیے ہے۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۲، جلد ۵﴾

مسئلہ: اگر کسی مسافر نے دوسرے مسافر کی اقتدا کی، امام کو حدث لاحق ہوا (وضو جاتا رہا) اور اس نے کسی مقیم کو خلیفہ بنا دیا تو مقتدی پر پوری نماز پڑھنا لازم نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا کی تو چار رکعت پوری پڑھے اور اگر نماز فاسد کر دی گئی تو دو رکعتیں پڑھے اور بہ نیت نفل اقتدا کی پھر نماز فاسد کر دی تو چار رکعتیں لازمی ہوں گی۔
﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۳، جلد ۲﴾

مسافر نے بے وضو نماز پڑھ لی

سوال: اگر کسی نے ظہر کی نماز پڑھ کر اور اسی وقت کے اندر سفر کیا، پھر عصر کی اپنے وقت کے نماز پڑھی، پھر سفر کو سورج غروب ہونے سے پہلے ختم کر دیا، پھر یاد آیا کہ اس نے ظہر و عصر کی نماز بے وضو پڑھی تھی، تو اب وہ کون سی نماز قصر پڑھے اور کون سی پوری؟

جواب: ظہر کی نماز قصر کرے کیونکہ اس وقت مسافر تھا، عصر کی نماز پوری پڑھے کیونکہ ان وقت سفر ختم کر چکا تھا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ سفر شرعی ہو (۴۸ میل)۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۴، جلد ۱۴﴾

مسئلہ: اگر ظہر و عصر کی نماز ایسی حالت میں پڑھی کہ وہ مقیم تھا، پھر آفتاب غروب ہونے سے پہلے سفر شروع کر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ ظہر اور عصر کی نمازیں بے وضو پڑھی ہیں، تو ظہر کی چار رکعت اور عصر کی دو رکعت قضا کرے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، صفحہ ۶۲، جلد ۲﴾

مسافر نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا

سوال: مقتدی مسافر ہے اور امام مقیم ہے، مقتدی نے دو رکعت کے بعد ہی سلام پھیر دیا، بعد میں امام صاحب کے کہنے پر اس نے چہار رکعت پڑھ دی تو کیا اس مقتدی مسافر کو فقط دو رکعت دوبارہ پڑھنی تھی یا کہ امام کے پیچھے اقتدا کر کے تمام نہ کرنے سے چہار رکعت پڑھنا ٹھیک ہے۔

جواب: درمختار، صفحہ ۸۲۸، جلد اوّل سے دو امر معلوم ہوتے ہیں ایک یہ کہ مسافر کو امام مقیم کے ساتھ نماز پوری چار رکعت کرنا چاہیے تھا، دوسرے یہ کہ جب وہ نماز فاسد ہو گئی تو تنہا پڑھنے کے وقت قصر کرنا چاہیے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۷۹، جلد اوّل و فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۳۵، جلد اوّل﴾

مسافر امام نے چار رکعتیں پڑھائیں تو؟

سوال: اگر مسافر امام نے ظہر کی نماز کو قصر کے بجائے پوری چار رکعت پڑھائیں تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

جواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر کے لیے دو رکعتیں ایسی ہیں کہ جیسے فجر کی دو رکعتیں، جس طرح فجر کی دو رکعتوں پر اضافہ جائز نہیں، اسی طرح مسافر کا ظہر و عصر اور عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا بھی جائز نہیں ہے اور جو مقیم ایسے امام کی اقتدا کریں گے تو ان کی نماز تو ظاہر ہے کہ نہیں ہوگی بلکہ مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ وہ دو رکعتوں میں نفل پڑھنے والے امام کی اقتدا کر رہے ہیں اور خود امام اور اس کے مقتدی مسافروں کا حکم یہ ہے کہ اگر امام نے بھول کر چار رکعتیں پڑھی تھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ بھی کیا تھا (یعنی بیٹھا تھا) اور آخر میں سجدۂ سہو بھی کر لیا تھا تو ان کی نماز ہو گئی اور اگر مسافر امام نے قصداً چار رکعتیں پڑھائیں اور دو رکعت پر قعدہ بھی کیا تو فرض ادا ہو گیا لیکن یہ شخص (امام) گنہگار رہا۔ اس پر توبہ لازم ہے اور نماز کا اعادہ (لوٹانا) بھی واجب ہے۔

﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۹۱، جلد۲ و فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۱، جلد۴، صفحہ ۴۸۹، جلد۴ بحوالہ رد المحتار صفحہ ۷۱۴، جلد اول﴾

مسئلہ: امام اگر دو رکعت پر بیٹھ گیا ہے تو اس کی نماز ہو گئی اور مقتدیوں نے اگر اس کے ساتھ ساتھ نماز پوری کی تو ان کی نماز نہیں ہوئی۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۸۱، جلد۴ بحوالہ رد المحتار صفحہ ۷۴۱، جلد اول و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۱۶۴، جلد۷﴾

مسئلہ: اس صورت میں مسافر امام اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی مقیم کی نہیں ہوگی۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۰، جلد۵ بحوالہ شامی، صفحہ ۷۴۱، جلد اول﴾

مسافر نے سہواً پوری نماز پڑھ لی

سوال: مسافر نے بھول کر دو رکعت کی بجائے چار رکعتیں پڑھ لیں خواہ درمیان میں قعدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، دونوں صورتوں میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور اگر قعدہ کر لیا ہو تو سجدۂ سہو سے کیا تلافی ہو جائے گی؟

جواب: قعدہ اولیٰ کر لیا ہو تو سجدۂ سہو سے نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں ہوگی۔ ﴿رد المحتار، صفحہ ۷۰۴، جلد اول﴾
اگر تیسری رکعت کے سجدہ سے قبل یاد آ گیا تو لوٹ آئے ورنہ نماز واجب الاعادہ ہوگی۔

﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۷۷، جلد۴، و فتاویٰ دار العلوم، جلد۴، و بہشتی زیور، صفحہ ۲۸، جلد۳ و مراقی الفلاح ص ۲۳۱، و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۲۷، جلد۲﴾

مسئلہ: چار رکعتوں کی نماز میں مسافر پر دو رکعتیں فرض ہیں، ہمارے نزدیک قصر واجب ہے، اگر مسافر شرعی نے چار رکعت پڑھیں اور دوسری رکعت کے بعد بقدر تشہد قعدہ کیا تو نماز ہو جائے گی اور آخری دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن یہ فعل بُرا ہے، اس لیے کہ سلام پھیرنے میں تاخیر ہوگئی اور دوسری رکعت کے بعد التحیات کے بقدر قعدہ نہ کیا تو نماز فرض باطل ہو جائے گی۔ نماز کا لوٹانا ضروری ہے، سجدۂ سہو سے تلافی نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر پہلی دو رکعتوں میں ایک رکعت میں قرأت چھوڑ دی تو ہمارے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ ﴿عالمگیری، صفحہ ۵۸، جلد ۳ بحوالہ ہدایہ فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۹۴، جلد ۴، بحوالہ شامی، صفحہ ۷۳۸، جلد اول﴾

مسئلہ: اگر سہواً چار پڑھے گا تو گنہگار نہ ہوگا اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو، اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا اور یہ چار رکعت نفل ہو گی اور اس صورت میں بھی سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔ ﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۲، جلد ۳﴾

مسافر کی نماز فاسد ہونے کا حکم

سوال: ایک مسافر نے مقیم امام کے ساتھ نماز شروع کی، تیسری رکعت میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ ہی (ایک رکعت پڑھ کر) سلام پھیر دیا، اس کے بعد علم ہوا کہ امام کے تابع ہونے کی وجہ سے اس پر چار رکعت فرض تھیں اب اعادہ کے وقت دو رکعتیں پڑھے یا چار کا اعادہ کرے؟

جواب: دو رکعتیں پڑھے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۸۰، جلد ۴ بحوالہ ردالمحتار، صفحہ ۷۴۱، جلد ۱﴾

مقیم بقیہ نماز کیسے پوری کرے؟

سوال: امام مسافر اور مقتدی مقیم جب امام دو رکعت پوری کر چکے تو اب مقتدی الحمد پڑھیں یا ساکت کھڑے ہو کر رکوع کریں؟

جواب: جب امام مسافر ہے تو مقتدی بقیہ نماز بغیر قرأت وفاتحہ کے پوری کریں۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۸، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۷۴۰، جلد اول﴾

مسئلہ: مقیم بقیہ دو رکعت میں الحمد شریف نہ پڑھے بلکہ اتنی ہی دیر کھڑے ہو کر (بغیر قرات) رکوع کر دے۔ ﴿فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۷۱، جلد ۷، وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۳۳۵، جلد ۱﴾

مسئلہ: مقیم نے مسافر امام کی اقتدا کی اُسے بعد میں اپنی بقیہ رکعتوں میں تسمیع اور تحمید کا کہنا افضل ہے۔ ﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۱۶۵، جلد ۲﴾

مسافر بقیہ نماز کیسے پڑھے؟

سوال: مقیم امام کا مقتدی مسافر مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز بحساب قصر پڑھے یا امام کی اقتدا کی وجہ سے پوری چار رکعت پڑھے؟

جواب: ابتدا نماز میں امام کے تابع ہونے کی وجہ سے پوری چار رکعتیں پڑھے۔

﴿احسن الفتاوی، صفحہ ۸۳، جلد ۴﴾

مسئلہ: مقیم امام کے پیچھے مسافر تیسری رکعت میں شامل ہوا تو مسافر دو رکعت امام کے ہمراہ آخر کی پڑھ کر سلام نہ پھیرے بلکہ دو رکعت اور پڑھے یعنی چار پڑھے متابعت کی وجہ سے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۴۵۵، جلد ۴ و عالمگیری، صفحہ ۱۳۳، جلد ۱﴾

مسافر کی نماز میں وضو ٹوٹ گیا

سوال نمبر ۴۰۶ و ۵۲۱: مسافر نے مقیم کی اقتدا کی نماز کے درمیان مسافر مقتدی کو حدث لاحق ہوا یعنی وضو ٹوٹ گیا۔ وضو کرنے کے لیے مسافر گیا اور امام نماز پوری کر کے سلام پھیر چکا تو اب یہ مقتدی مسافر رکعت پڑھے گا یا دو رکعت؟ سائل محمد روشن علی قاسمی اکولوی۔

جواب: باسمہ تعالیٰ و باللہ التوفیق حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ مسافر نے جب مقیم کی اقتدا کر لی تو اس کے ذمہ چار رکعت ہو گئیں، اب حدث پیش آنے سے اقتدا کا حکم ختم نہ ہوگا خواہ امام نماز پوری کر چکا ہو، بلکہ اس کو چار رکعت ہی پڑھنا فرض ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم، احقر محمود غفرلہ بلند شہری دار العلوم دیوبند۔ الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، الجواب صحیح کفیل الرحمٰن نشاط۔ الجواب صحیح: حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ دار الافتاء دار العلوم دیوبند۔ ۱۴۱۴-۲-۳ ھ

مقیم نے امام مسافر کے ساتھ ایک رکعت یا قعدہ پایا تو؟

سوال: اگر مقتدی مقیم نے مسافر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تو اب اس کو تین رکعت جو ادا کرنی ہوں گی تو یہ کون سی رکعت کو بھری (قر[illegible]ت کے ساتھ پڑھے) اور کون سی رکعت خالی؟ اور اگر مسافر امام کے ساتھ قعدہ میں شریک ہوا تو اب یہ اپنی چار رکعت کس طرح ادا کرے گا؟

جواب: اگر مقتدی مقیم کی ایک رکعت امام کے ساتھ ہوئی تو مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ مقتدی اٹھ کر اول ایک رکعت خالی پڑھ کر بیٹھ جائے، تشہد کے بعد اٹھ کر پھر ایک رکعت خالی (بغیر قرات یعنی بقدر قرات خاموش کھڑا رہے) پڑھے، پھر چوتھی رکعت بھری پڑھے پھر بیٹھ کر تشہد (التحیات) وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔

اور اگر قعدہ میں شریک ہوا تو اوّل دو رکعت خالی پڑھے، آخر میں (دو رکعت) بھری پڑھے، کیونکہ یہ شخص مسبوق لاحق ہے۔ ﴿عزیز الفتاویٰ، دار العلوم، قدیم، صفحہ ۳۹، جلد ۲﴾

یعنی جس کو ایک رکعت مسافر امام کے ساتھ ملی ہے وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت خالی پڑھ کر قعدہ کرے پھر اٹھ کر ایک رکعت خالی پڑھے اور آخر کی رکعت قرات کے ساتھ پوری کرے کیونکہ وہ بحکم لاحق مسبوق ہے۔

﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۴۹، جلد ۳، بحوالہ شامی و درمختار، صفحہ ۵۵۶، جلد ۲ و فتاویٰ قدیم، صفحہ ۳۹، جلد ۳ باب الامامت و فتاویٰ محمودیہ، صفحہ ۲۶۷، جلد ۷ و شامی، صفحہ ۶۲۳، جلد اوّل و رکن دین، صفحہ ۱۴۶﴾

مسافر کی اقتدا کرنے والا مسبوق

سوال: امام مسافر ہے، دوسری رکعت کی التحیات میں ایک شخص مقیم شریک نماز ہوا، امام نے اپنی دو رکعت پوری کر کے سلام پھیر دیا تو مقتدی مقیم کو ہر چار رکعت میں خاموش بقدر الحمد کھڑا رہ کر نماز پوری کرنی چاہیے یا ہر دو رکعت اخیرہ میں صرف الحمد پڑھنا چاہیے؟

جواب: شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقتدی مقیم مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی ہے، پس پہلی دو رکعت بلا قرات پڑھے اور بعد میں دو رکعت قرات سے پڑھے، یعنی ان میں الحمد اور سورت دونوں کو پڑھے۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۸۸، جلد ۳، بحوالہ درمختار، صفحہ ۵۵۷، جلد اول﴾

مسبوق پر سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو؟

مسئلہ: جس مقیم نے مسافر امام کی اقتدا قعدۂ اخیرہ میں کی تو اب یہ مقیم مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر اول دو رکعت بلا فاتحہ پڑھے اور ان دو رکعت میں اگر سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی واجب ہے۔ قعدہ (دو رکعت) کے بعد پھر دو رکعت فاتحہ (الحمد شریف) اور سورۃ کے ساتھ پڑھے اور اگر ان دو رکعت میں سجدۂ سہو واجب ہو جائے تو سجدۂ سہو کرے۔ ﴿امداد الفتاویٰ، صفحہ ۵۹۷، جلد اول و رکن دین، صفحہ ۱۴۶﴾

مسافر کا قضا نماز میں مقیم کی اقتدا کرنا

مسئلہ: مسافر کو مقیم امام کی اقتدا چار رکعت والی نماز میں وقت گزر جانے یعنی قضا ہو جانے کے بعد نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسافر کے فرض وقت کے اندر امام کے اتباع کی وجہ سے پورے چار ہو جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے (قضا کے) بعد یہ حکم نہیں ہے، اب اگر وقت کے بعد امام کے پیچھے نماز پڑھے گا تو قعدہ وقرأت کے حق میں فرض پڑھنے والے کی اقتدا غیر فرض پڑھنے والے کے پیچھے ہوگی اور یہ ناجائز ہوگا یعنی مقیم امام پر بیچ کا قعدہ واجب ہے اور مقتدی مسافر پر فرض، اسی طرح پچھلے دوگانہ میں مقیم امام پر قرأت سنت ہے اور مقتدی مسافر پر فرض۔ غرض ظہر اور عصر اور عشاء میں مسافر کو قضا نمازوں میں مقیم کی اقتدا صحیح نہیں، ہاں مغرب اور فجر میں درست ہے۔ ﴿رکن دین، صفحہ ۱۴۵، ودرمختار وشامی﴾

(یعنی اگر مسافر اول نماز کی دو رکعتوں میں اقتدا کرتا ہے تو امام پر قعدہ واجب ہے اور مسافر پر فرض اور پچھلی دو رکعتوں میں اقتدا کرتا ہے تو ان دو رکعتوں میں امام کی قرأت مسنون ہے اور مسافر پر فرض۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافر امام کی اقتدا قضا نماز میں

سوال: جیسے وقتی نماز میں اقتدا مقیم نے مسافر کا کیا تو کیا اسی طرح قضا نماز میں بھی کرے یا نہیں؟

جواب: ہاں کرلے، مقیم کو بعد وقت کے بھی مسافر کی اقتدا درست ہے برخلاف مسافر کے کہ اس کو مقیم امام کا اقتدا چار رکعت والی نماز میں وقت گزر جانے کے بعد جائز نہیں۔

﴿رکن دین، صفحہ ۱۴۵، وعالمگیری﴾

(لیکن دو رکعت کے بعد مقیم اقتدا کرنے والے بقیہ نماز اپنی حسب قواعد شرعیہ پوری کرے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسافر، مقیم امام کے پیچھے قضا نماز میں اقتدا کیوں نہیں کر سکتا؟

سوال: مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے، مثلاً اقامت کی نیت کر لے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتدا کر لے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا لیکن وقت ختم ہو جانے پر دو رکعت متعین ہو جاتی ہیں، اس لیے مقیم ہونے کے بعد دو رکعت ہی قضا کرے گا۔ لہٰذا وہ مقیم کی اقتدا نہیں کر سکتا، کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جبکہ مسافر مقتدی کے قعدہ میں قعدۂ اولیٰ فرض ہے۔

﴿فتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۱۳، جلد ۵، وہدایہ صفحہ ۱۴۶، جلد اول﴾

کم مسافت سمجھ کر پوری نماز پڑھتا رہا؟

سوال: ایک شخص ایک مقام کو گیا جس کی مسافت بعد تحقیق اپنے خیال میں حد سفر سے کم مسافت کرتا ہے، اس وجہ سے پوری نماز پڑھتا رہا، چند دن بعد معلوم ہوا کہ یہ مسافت شرعی ہے، کیا نماز کا اعادہ کرے؟

جواب: جو نمازیں سفر میں پوری پڑھی گئیں ان میں اگر قعدہ اولیٰ کر چکا ہے تو وہ ہو گئیں۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۴۵۳، جلد ۴ بحوالہ درمختار، صفحہ ۴۲۹، جلد اوّل وامداد الاحکام، صفحہ ۷۱۸، جلد اول﴾

قصر پڑھتا رہا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مسافر نہ تھا

سوال: کسی شخص نے اس خیال سے کہ وہ مسافر ہے، نماز قصر پڑھی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دراصل مسافر (شرعی) نہ تھا تو کیا ان نمازوں کی قضا کرنی ضروری ہے؟

جواب: ان نمازوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور طریقہ قضا کا یہ ہے کہ جتنے دنوں کی نماز پڑھی ان کو شمار کر کے وہ سب نمازیں مع وتر کے قضا کریں اور سنتوں کی قضا نہیں ہے۔

﴿فتاویٰ دارالعلوم، صفحہ ۳۲۳، جلد ۴﴾

(اور جب نماز نہیں ہوئی تو سب قضا میں شمار ہوئیں اور یہ طے ہے کہ قضا الفرض، فرض ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

سفر اور حضر کی قضا نمازوں کا حکم

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہو گئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر و عصر اور عشاء کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے (حضر میں) مثلاً ظہر وغیرہ کی نماز قضا ہو گئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

﴿ بہشتی زیور، صفحہ ۵۰، جلد۲ بحوالہ مجمع، صفحہ ۱۶۳، وفتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۳۵۲، جلد۴ وکتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۴، جلد اول و در مختار، صفحہ ۷۳۵، جلد اول باب صلاۃ المسافر و احسن الفتاویٰ، صفحہ ۲۱، جلد ۴ ﴾

قضا نماز پڑھنے کا وقت

مسئلہ: قضا نماز کا پڑھنا تین اوقات میں ناجائز ہے۔ (۱) سورج طلوع ہونے کے وقت (۲) زوال کے وقت (۳) اور غروب کے وقت۔ اس کے علاوہ ہر وقت قضا نماز کا پڑھنا جائز ہے خواہ وہ عصر کے بعد کا وقت ہو۔ ﴿ کتاب الفقہ، صفحہ ۸۰۱، جلد اول ﴾

مسئلہ: البتہ قضا نماز ان اوقات میں جائز ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان اوقات میں قضا نماز لوگوں کے سامنے نہ پڑھی جائے بلکہ تنہائی میں پڑھے۔ ﴿ آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۴، جلد۲ ﴾

(نماز کا قضا کرنا خود گناہ ہے اور اس کا اظہار یعنی سب کے سامنے پڑھنا یہ بھی گناہ ہے، اس لیے کہ اور لوگوں کو کیا معلوم کہ قضا پڑھ رہا ہے یا بے وقت نماز ادا کر رہا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا قضا نمازوں میں ترتیب ضروری ہے؟

مسئلہ: فوت شدہ نمازوں کی (قضا) میں بھی ان کی باہمی ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یعنی قضا و حاضر (موجودہ) نمازوں میں جو ترتیب ہے ان کا قائم رکھنا لازم ہے۔

لہٰذا نماز حاضر کو فوت شدہ نماز کی قضا سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مثلاً ظہر اور فجر کی نماز فوت ہوئی تو فجر کی قضا سے پہلے ظہر کی قضا نہیں پڑھی جا سکتی۔ یہی ترتیب فرض اور وتر

کے درمیان ملحوظ رہنی چاہیے، لہٰذا فجر کی نماز کو وتر کی قضا سے پہلے نہ پڑھنا چاہیے اور نہ عشا ادا کرنے سے پہلے وتر پڑھنا چاہیے۔ ﴿کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، صفحہ ۷۹۵، جلد اول﴾

صاحب ترتیب کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: نمازوں میں ترتیب قائم رکھنا، اُسی حالت میں ہے جبکہ فوت شدہ (قضا) نمازوں کی تعداد وتر کو نکال کر چھ نہ ہو گئی پس اگر چھ نمازوں سے کم فوت شدہ نمازوں کی قضا کسی کے ذمہ ہے تو لازم ہے کہ ان کی قضا ترتیب وار پڑھی جائے، مثلاً فجر کی قضا ظہر کی قضا سے پہلے اور ظہر کی عصر سے پہلے وعلیٰ ہذا القیاس (اسی طرح ترتیب قائم رکھے)۔

مسئلہ: اگر کسی نے ظہر کی نماز فجر کی قضا سے پہلے پڑھی تو ظہر کی نماز فاسد ہو جائے گی اور فجر کی قضا پڑھنے کے بعد اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ یہی حکم اس صورت میں ہے، جبکہ عصر کی نماز ظہر کی قضا سے پہلے پڑھی جائے۔ اسی طرح دوسری نمازوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جبکہ فوت شدہ نمازیں چھ سے کم ہوں)

مسئلہ: لیکن اگر فوت شدہ نمازوں کی تعداد وتر کے علاوہ چھ ہو جائے تو اب ترتیب باقی نہ رہے گی، جیسا کہ آگے بتایا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ چھ نمازوں سے کم کی قضا ہے اور ان کو نماز حاضر (موجودہ) کے ساتھ پڑھنا ہے تو لازم ہے کہ نماز سے پہلے ان کی قضا ترتیب وار پڑھی جائے، لیکن اگر وقت تنگ ہے، اس کے مسائل بھی آگے بتائے جائیں گے۔

مسئلہ: اگر کسی کی ایک نماز فوت ہوئی ہے اور اس کو اگلی نماز ادا کرنے کے وقت یاد آئی اور اس نے دوسری نماز پڑھ لی اور پہلی نہیں پڑھی تو دوسری نماز کی فرضیت سردست فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر تیسری نماز پڑھی تو تیسری بھی فاسد ہو جائے گی، یہی حال چوتھی اور پانچویں کا ہے۔ اگر پانچویں نماز کا وقت بھی نکل جائے اور پہلی فوت شدہ نماز نہیں پڑھی گئی تو وہ تمام نمازیں جو پڑھی گئیں صحیح متصور ہوں گی اور صرف فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہو گی، کیونکہ یہ نمازیں اب ایسی نمازیں ہیں جن کی ترتیب ساقط ہو چکی ہے، کیونکہ جس طرح فوت شدہ (قضا) اور نماز حاضر کے درمیان قضا نمازوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں ترتیب قائم نہیں رہتی، اسی طرح اداشدہ نمازوں کی تعداد زیادہ ہونے سے بھی (فوائت کی

ترتیب) ساقط ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر فجر کی نماز فوت ہوئی اور فجر کی نماز فوت شدہ یاد ہوتے ہوئے بھی ظہر کی نماز پڑھ لی تو ظہر کی نماز سردست فاسد ہوگی، پھر اگر عصر کی نماز بھی قضائے فجر پڑھے بغیر پڑھ لی تو یہ عصر کی نماز عارضی طور پر فاسد ہوگی اور یہی حال اگلے روز کی نماز فجر تک رہے گا۔

اور اگر پچھلے دن کی فوت شدہ نماز فجر کی قضا اس دن کی نماز فجر سے پہلے پڑھ لی تو جتنی نمازیں پڑھی گئیں، ان سب کی فرضیت جاتی رہی اور وہ تمام نمازیں نفل نمازیں متصور ہوں گی اور ان سب کا اعادہ لازم ہوگا ورنہ (یعنی اگر فوت شدہ نماز فجر کی قضا دوسرے دن کی نماز فجر سے پہلے نہیں پڑھی تو) تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی اور صرف ایک فوت شدہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو اپنی ایک یا زیادہ فوت شدہ نمازیں، نماز پڑھتے ہوئے یاد آ جائیں تو وہ نماز نفل ہو جائے گی، ایسی صورت میں چاہیے کہ اس نماز کو دو رکعتیں پڑھ کر ختم کر دے، پھر اس ترتیب کے مطابق جس طرح وہ فوت شدہ نمازیں جو اس وقت تک فوت ہوئی ہیں پڑھی جائیں۔

مسئلہ: اگر جمعہ کی نماز پڑھتے وقت فجر کی قضا یاد آ جائے اور جمعہ کا وقت نکل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو جمعہ کو چھوڑ کر پہلے فوت شدہ نماز کی قضا پڑھے، پھر اس وقت کی نماز جمعہ یا ظہر پڑھے، لیکن اگر جمعہ کا وقت نکل جانے کا اندیشہ ہے تو جمعہ کو پورا کرے اور فوت شدہ کی قضا بعد میں پڑھے۔ ﴿ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۶، جلد اول ﴾

قضا نماز میں ترتیب کب ساقط ہوتی ہے؟

مسئلہ: تین امور ایسے ہیں جن سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے:

① اول یہ کہ فوت شدہ نمازوں کی تعداد چھ ہو جائے، جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اور اس تعداد میں وتر شامل نہیں ہے۔

② دوسرے یہ کہ وقت اتنا تنگ ہو کہ فوت شدہ اور نماز حاضر (موجودہ) ادا نہ کی جا سکے۔

③ تیسرے یہ کہ فوت شدہ نماز ادائے نماز کے دوران یاد آ جائے (یعنی اس صورت میں بھی ترتیب نہیں رہتی) کیونکہ ظہر کا وقت تو اس وقت کی نماز سے پہلے ہی آ جاتا ہے اور فوت شدہ نماز کا وقت بوجہ اس کے کہ وہ فراموش (بھولا ہوا) ہے اُس وقت آتا ہے جب وہ یاد آئے، لہٰذا دونوں کے اوقات میں تصادم نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "میری اُمت سے بھول چوک کو درگزر فرمایا گیا ہے اور اس میں کوئی جبر نہیں ہے۔" ﴿ کتاب الفقہ، صفحہ ۷۹۷، جلد اول، تفصیل دیکھیے فتاویٰ دار العلوم از صفحہ ۳۶۷، تا ۳۷۰، جلد ۴ ﴾

مسافر مہمان کے حقوق

مہمان کے حقوق مندرجہ ذیل ہیں:

① آمد کے وقت بشاشت کا ظاہر کرنا، جانے کے وقت کم از کم دروازہ تک ساتھ چلنا۔

② اس کے معمولات وضروریات کا انتظام کرنا کہ جس سے اس کو راحت پہنچے۔

③ تواضع وتکریم ومدارات کے ساتھ پیش آنا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے اس کی خدمت کرنا۔

④ کم از کم ایک روز اس کے لیے کھانے میں کسی قدر متوسط درجہ کا تکلف کرنا، مگر اتنا ہی کہ جس میں نہ اپنے کو تردد ہو نہ اس کو حجاب ہو اور کم از کم تین روز تک اس کی مہمان داری کرنا، اتنا تو اس کا حق ہے، اس کے بعد جس قدر وہ ٹھہرے میزبان کی طرف سے احسان ہے۔ مگر خود مہمان کو مناسب ہے کہ اس کو تنگ نہ کرے، نہ زیادہ ٹھہر کر، نہ بے جا فرمائشیں کر کے، نہ اس کے تجویز کردہ کھانے اور اٹھنے بیٹھنے وخدمت وغیرہ میں دخل دے۔ ﴿آداب زندگی حقوق الاسلام، صفحہ ۱۱۸ از مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ﴾

مہمان کا اکرام کرنا

مہمان کی عزت اور مناسب خاطرداری بھی ایمان کے شعبوں میں سے ایک اہم شعبہ ہے جس کی اسلام میں بہت تاکید کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ)

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔" ﴿بخاری ومسلم﴾

مہمان کے اکرام کا مطلب یہ ہے کہ اس کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا جائے، اگر کھانے کا وقت ہو تو بقدر استطاعت کھانے سے اس کی تواضع کی جائے، بلکہ ایک حدیث کی رو سے یہ بھی مہمان کا حق ہے کہ اگر استطاعت وگنجائش ہو تو پہلے دن اس کے لیے کوئی خصوصی کھانا تیار کیا جائے، جس کو حدیث میں "جائزہ" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

﴿صحیح البخاری عن ابی شریح رضی اللہ عنہ﴾

البتہ ان تمام باتوں میں محض رسمیات، نام ونمود اور تکلفات سے پرہیز کرنا چاہیے۔
مہمان کے اکرام کا سب سے اول مطلب یہ ہے کہ اس کو آرام پہنچانے کی فکر کی جائے، لہٰذا اگر مہمان کو کھانے سے تکلیف ہو تو محض رسم کی خاطر کھانے پر اصرار کرنا اکرام کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں مہمان کا اکرام یہی ہے کہ اس کے آرام اور منشاء کو مدنظر رکھا جائے۔ دوسری طرف مہمان کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ میزبان پر ناواجبی بوجھ نہ ڈالے اور اتنی دیر میزبان کے پاس نہ ٹھہرے کہ جس سے اس پر بار ہونے لگے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے۔ ﴿آسان نیکیاں، صفحہ ۹۳﴾

مسئلہ: مہمان کی سواری کی رکاب اور لگام کو از راہ تواضع اور خاطر داری پکڑنا مسنون ہے۔

مسئلہ: مہمان کو رخصت کرتے وقت مکان کے دروازے یا باہر کچھ دور تک اس کے ساتھ جانا سنت ہے، میزبان کے لیے تو یہ مسنون ہے کہ وہ مہمان سے طلب دعا کرے اور مہمان کے لیے بھی یہ مسنون ہے کہ میزبان کے لیے دعا کرے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۲۲۱، جلد ۴﴾

مہمان کے احترام میں نماز قضا کرنا

مسئلہ: نماز کو عین میدان جنگ میں بھی جب دونوں فوجیں بالمقابل کھڑی ہوں، قضا کرنا صحیح نہیں ورنہ "نماز خوف" کا حکم نازل نہ ہوتا۔ مہمانوں کے احترام میں نماز قضا کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ ﴿آپ کے مسائل، صفحہ ۳۵۲، جلد ۲﴾

مہمان کے لیے شرعی ہدایات

مسئلہ: اگر کسی کے ہاں مہمان جاؤ اور تم کو کھانا کھانا منظور نہ ہو، خواہ تو اس وجہ سے کہ تم کھا چکے ہو یا روزہ سے ہو، یا کسی وجہ سے کھانے کا ارادہ نہ ہو تو فوراً جاتے ہی ان (میزبان) کو اطلاع کر دو کہ میں اس وقت کھانا نہ کھاؤں گا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ انتظام کرے اور انتظام میں اس کو تعب بھی ہو اور پھر کھانے کے وقت اس سے اطلاع کرو تو اس پر یہ سب اہتمام وکھانا ضائع ہو گیا۔

مسئلہ: اسی طرح مہمان کو چاہیے کہ کسی کی دعوت بغیر میزبان سے اجازت حاصل کیے ہوئے قبول نہ کرے۔

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ جہاں جائے میزبان سے اطلاع کر دے تاکہ اس کو کھانے کے وقت

مسئلہ: اگر کوئی حاجت لے کر کہیں جائے تو موقع پا کر فوراً اپنی بات کہہ دے، انتظار نہ کرائے، بعض آدمی پوچھنے پر تو کہہ دیتے ہیں کہ صرف ملنے آئے ہیں اور جب وہ میزبان بے فکر ہو گیا اور موقع بھی نہ رہا۔ اب کہتے ہیں کہ ہم کو کچھ کہنا ہے، تو اس سے بہت ہی اذیت ہوتی ہے۔

﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۴، از مولانا تھانویؒ﴾

مسئلہ: کہیں مہمان جاؤ تو وہاں کے انتظامات میں مہمان ہونے کی حیثیت سے ہرگز دخل نہ دے، البتہ اگر میزبان کوئی خاص انتظام اس کے سپرد کر دے تو اس کے اہتمام کا مضائقہ نہیں۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۸﴾

مسئلہ: کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

مسئلہ: جس کے گھر جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو، بعض دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت، مگر وقت کی بات ہے کہ میزبان اس کو پوری نہیں کر سکتا ناحق اس کو شرمندگی ہوگی۔

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی (ڈش ڈونگہ وغیرہ میں) دسترخوان پر چھوڑ دے تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہو گیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۹۶﴾

مسئلہ: مہمان کو چاہیے کہ اگر نمک مرچ کم کھانے کا عادی ہو یا پرہیزی کھانا کھاتا ہے تو پہنچتے ہی میزبان سے اطلاع کر دے۔ ﴿آداب زندگی، صفحہ ۸۷﴾

مسئلہ: جو شخص کھانا کھانے کے لیے جا رہا ہو یا مدعو (بلایا گیا) ہو، اس کے ساتھ اس مقام تک مت جاؤ، کیونکہ صاحب خانہ شرما کر کھانے کی تواضع کرتا ہے اور دل اندر سے نہیں چاہتا۔

﴿آداب زندگی، صفحہ ۶۵﴾

مسئلہ: جب کسی کے یہاں جاؤ تو سلام کرو، مصافحہ کے یا معانقہ کے لیے آگے بڑھنا صاحب مکان کا کام ہے، اگر وہ آگے نہیں بڑھتا یا کسی کام میں مصروف ہے تو اس کی مصروفیات میں خلل نہ ہوں۔

مسئلہ: اندر داخل ہو کر سب سے بڑھیا جگہ نہ بیٹھیے اور صاحب مکان کی نشست پر بھی نہ بیٹھیے، معمولی عام جگہ پر بیٹھ جائیے، یہ کام مالک مکان کا ہے کہ وہ آپ کو خود اپنی جگہ بٹھائے یا آپ

[illegible] ﴿[illegible] آداب ملاقات، صفحہ ۶۸﴾

مہمان کا اکرام کتنے دن ہے؟

مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ جب کوئی مہمان آئے تو اس کے ساتھ کشادہ پیشانی، خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے، اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرمی کے ساتھ بات چیت کرے اور اس کو تین دن تک اس طرح کھلائے پلائے کہ پہلے دن تو اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کچھ پُر تکلف میزبانی کرے، بشرطیکہ اس کی وجہ سے اپنے متعلقین دلواحقین کی حق تلفی نہ ہو اور بعد کے دو دنوں میں بلا تکلف جو حاضر ہو، اس کے سامنے پیش کرے تا کہ دونوں (مہمان ومیزبان) کو گرانی نہ ہو اور پھر تین دن کے بعد (بھی اگر مہمان ٹھہرا رہے تو) اس کو کھلانا پلانا صدقہ کے حکم میں ہوگا کہ میزبان چاہے تو کھلائے پلائے اور اگر نہ چاہے تو انکار کر دے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۱۱۳، جلد ۵﴾

مسئلہ: مہمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے، اس کے لیے یہ مطلقاً مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زائد ٹھہرے، ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پیئے، صاحب خانہ کو تنگی اور کلفت میں نہ ڈالے۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۱۱۴، جلد ۵﴾

مہمان کے استقبال وو داع کا طریقہ

یہ بھی مہمان کی خاطر داری اور اس کا اکرام ہے کہ جب وہ آئے تو گھر کے دروازہ پر (اگر آنے کی اطلاع ہو تو) اس کا استقبال کیا جائے اور جب وہ جانے لگے تو دروازہ تک نکل کر اس کو رخصت کیا جائے، اس میں ایک بڑی حکمت یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے دوسرے لوگ گھر میں ایک اجنبی کے آنے سے کسی وہم ووسوسہ کا شکار نہیں ہوں گے۔

"یہ سنت ہے" کا مطلب یا تو یہ ہے کہ یہ عمل یعنی مہمان کے استقبال و وداع کے لیے گھر کے دروازہ تک جانا قدیم عادت ہے جس کو ہمیشہ تہذیب وشائستگی کا مظہر بھی سمجھا گیا ہے اور انسان کی فطرت سلیم کا غماز بھی ہے، یا یہ مطلب ہے کہ یہ میری سنت اور میرے طریقے کے مطابق ہے۔ ﴿مظاہر حق جدید، صفحہ ۱۲۵ جلد ۵﴾

رخصت کرتے وقت خدا حافظ کہنا

سوال: اس دور ترقی میں رخصت کے وقت السلام علیکم کی بجائے "خدا حافظ" کہنے کا عام دستور ہو گیا ہے، شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: یہ رسم ناجائز ہے۔ اگر السلام علیکم کی بجائے خدا حافظ کہا تو یہ شریعت کی تحریف ہے اور اگر السلام علیکم کے ساتھ ہو تو شریعت پر زیادتی ہے۔ البتہ اگر سلام وداع سے الگ خدا حافظ اور کچھ اور دعائیہ کلمات کہہ دیئے جائیں تو کوئی حرج نہیں، مگر ان ہی الفاظ کے التزام سے واضح ہے کہ موقع وداع کے لیے اپنی طرف سے مخصوص الفاظ متعین کیے جا رہے ہیں جس کا زیادۃ فی الدین ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ اصطلاح کسی غیر قوم سے لی گئی ہے تو اور بھی زیادہ قبیح ہے۔ ﴿احسن الفتاویٰ، صفحہ ۳۸۵، جلد اول﴾

سفر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کا وقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے پاس (سفر سے) رات کے وقت واپس نہیں آیا کرتے تھے بلکہ دن کے ابتدائی حصہ یعنی صبح کے وقت یا آخری حصہ شام کے وقت (گھر میں) داخل ہوا کرتے تھے۔

﴿بخاری ومسلم ومظاہر حق، صفحہ ۵۳۸، جلد ۳﴾

رات کے وقت سفر سے واپس نہ آنے کی ہدایت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کی غیر حاضری کا عرصہ طویل ہو جائے (یعنی اس کو سفر میں زیادہ دن لگ جائیں) تو وہ (سفر سے واپسی کے وقت) اپنے گھر میں رات کے وقت داخل نہ ہو۔" ﴿بخاری ومسلم﴾

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ سفر سے واپسی کے لے رات کا وقت اختیار کرنا مناسب نہیں ہے، بہتر یہ ہے کہ سفر سے واپسی کی ابتدا ایسے وقت کی جائے کہ اپنے گھر والوں کے پاس رات ہونے سے پہلے پہنچ جائے تا کہ رات کے وقت گھر پہنچنے کی وجہ سے گھر والے بے آرام نہ ہوں اور ان کی نیندوں میں خلل نہ پڑے اور اگر اپنے شہر اور اپنی آبادی میں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے تو ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے کے لیے اس وقت تک انتظار کرے کہ اس کی بیوی کو اس کا آنا معلوم نہ ہو جائے اور وہ بناؤ سنگار کے ذریعہ اپنے آپ کو آراستہ اور جنسی اختلاط کے لیے تیار نہ کر لے تا کہ شوہر جب اس کے پاس جائے تو سفر کی تکان اور جدائی کی پژمردگی، جسمانی انبساط ونشاط میں تبدیل ہو جائے۔
امام نوویؒ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں (رات کے وقت سفر سے واپسی اور کچھ دیر انتظار وصبر کے بغیر گھر میں داخل ہو جانا) اس شخص کے حق میں مکروہ ہیں جو لمبے سفر سے واپس آ رہا ہو، ہاں جو شخص کسی چھوٹے سفر سے واپس آ رہا ہو، یا اس کے گھر والوں کو رات کے وقت اس کے پہنچنے کی اطلاع پہلے سے ہو تو اس کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۳۹، جلد ۲﴾

سفر سے واپسی میں پڑھنے کی دعا

(اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ) ﴿حصن حصین، ص ۱۷۲﴾

نوٹ: گھر سے نکلتے اور سوار ہوتے وقت تو وہی دعائیں جو پہلے گزر چکی ہیں پڑھے اور یہ دعا سفر سے واپسی کے وقت راستہ میں پڑھتا رہے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ: دوران سفر بے ہودہ اور ناجائز باتوں سے پرہیز رکھے، جہاں تک ہو سکے ذکر اللہ میں یا ایسی دینی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول رہے جس سے عمل کی اصلاح اور آخرت کی فکر پیدا ہو۔ ﴿احکام حج، صفحہ ۲۷﴾

سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد جانے کا حکم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ایک) سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، چنانچہ جب ہم مدینہ واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو۔'' ﴿بخاری﴾
مسافر کا سفر سے واپس آنے پر پہلے مسجد میں جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فعلاً بھی ثابت ہوا اور قولاً بھی، نیز مذکورہ بالا حکم میں نہ صرف شعار اللہ کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے بلکہ

والا گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ملاقات کرنے والا ہے، لہٰذا جو کوئی سفر سے واپس آئے اس کے حق میں اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ وہ سب سے پہلے اللہ کے گھر میں جائے اور اللہ سے ملاقات کرے جس نے اس کو سفر کی آفات سے محفوظ رکھ کر بعافیت اس کے اہل وعیال کے درمیان واپس پہنچایا۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۴۰، جلد۴﴾

سفر سے آنے پر معانقہ کرنا

سفر سے واپس آنے والے کے ساتھ معانقہ وتقبیل بلا کراہت جائز ہے۔ حدیث شریف اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ سفر سے آنے والے کے ساتھ معانقہ اور تقبیل یعنی گلے لگانا اور ہاتھ و پیشانی چومنا بلا کراہت جائز ہے۔

مسئلہ: حدیث میں سفر سے آنے والے کو خوش آمدید کہنے کا ذکر ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۷۲، جلد۵﴾

مسئلہ: ملاقات کے وقت بھی سلام کرو اور رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے۔
﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۸۴، جلد۵﴾

مسئلہ: عرصہ کے بعد ملاقات ہونے یا سفر سے واپس آنے کے مواقع پر معانقہ کرنا، یعنی بغل گیر ہو کر ملنا مسنون ومستحب ہے۔ ﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۲﴾

مسئلہ: جس معانقہ وتقبیل سے کسی بُرائی میں مبتلا ہو جانے یا شک وشبہ کے پیدا ہو جانے کا خوف یا بے جا خوشامد اور تعظیم کے طور پر ہو وہ مکروہ ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۷۱، جلد۵﴾

مسافر کا استقبال کرنا؟

مسئلہ: کسی کا استقبال کرنا یعنی شہر سے باہر یا مکان کے آگے جا کر مہمان سے ملاقات کرنا جائز ومسنون ہے (اگر آنے کی اطلاع پہلے سے ہو)۔

حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے تشریف لائے تو ہم لوگ مع بچوں کے ثنیۃ الوداع تک آپ کی ملاقات کے لیے گئے تھے۔ ﴿بخاری، ترمذی، ابوداؤد۔ الجواب المتین، صفحہ ۴۲﴾

ایک حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کو آپ کے استقبال کے لیے لے جاتے تھے جو بچہ سب سے پہلے پہنچتا، اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے سوار کر لیتے۔
﴿الجواب المتین، صفحہ ۴۴ ومظاہر، صفحہ ۵۳۸، جلد۴﴾

سفر سے واپسی پر ہدیہ دینا

سفر سے واپس ہو کر اپنے اقارب اور دوستوں کے لیے ہدیہ اور تحفہ لانا نہایت پسندیدہ اور نیک کام اور موجب ثواب ہے کیونکہ باہم ہدیہ دینے، لینے کا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے۔ ایسے ہدیہ میں تو کئی امرِ خیر جمع ہو گئے۔

حدیث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے اہل وعیال میں سفر سے واپس آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ لیتا آئے اگرچہ ایک پتھر ہی ہو۔ یہ بطور تاکید و مبالغہ کے لیے فرمایا، یعنی کچھ نہ مل سکے تو پتھر ہی لائے۔ ﴿بیہقی والجواب المتین، صفحہ ۳۶﴾

یہ تحفہ وہدیہ کے لے جانے میں ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہے، کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کی نگاہیں لگی رہتی ہیں اور تحفہ سے دلوں کو سرور ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ اس نے (یعنی مسافر نے) ہم کو سفر میں یاد رکھا اور زیادہ خوش ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے تحفہ کا لے جانا مستحب ہوا ہے۔ ﴿احیاء العلوم، صفحہ ۴۲۱، جلد ۲﴾

سفر سے واپس آنے پر دعوت کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لاتے تو آپؐ نے اونٹ یا گائیں ذبح کیں۔ ﴿بخاری ومسلم﴾

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ سفر سے واپس آنے کے بعد ضیافت کرنا اور لوگوں کو اپنے کھانے وغیرہ پر مدعو کرنا مسنون ہے۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۵۲۹، جلد ۳﴾

(لیکن دعوت پر جانے کے لیے ہدیہ وتحائف پیش کرنے کو ضروری اور لازم قرار دینا غلط ہے اور غیر مسنون طریقہ ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جو مسافر وطن پہنچ کر بھی قصر کرتا رہا

سوال: زید سفر کی حالت میں قصر نماز ادا کرتا ہوا وطن اصلی پہنچا چونکہ مسئلہ معلوم نہ تھا، اس لیے زمانہ قیام وطن میں بھی قصر پڑھتا اور پڑھاتا رہا تو امام ومقتدیوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اس صورت میں جس قدر نمازیں اس نے اپنے وطن اصلی میں قصر کی ہیں ان کا اعادہ کرنا اس کے ذمہ اور ان لوگوں کے ذمہ جنہوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ہے لازم ہیں۔ ﴿فتاویٰ دار العلوم، صفحہ ۵۴۷، جلد ۴، بحوالہ در مختار، صفحہ ۷۴۲، جلد اول وفتاویٰ رحیمیہ، صفحہ ۵۴، جلد ۳﴾

اپنے کو مسافر اور دنیا کو سرائے سمجھو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو۔" ﴿بخاری﴾

مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو، اس لیے کہ تم دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو، دنیادار لوگوں اور ان کے اختلاط سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں بقا کا وہم وگمان بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعاً اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں میں مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا تم کلیتہً اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال سے دُور غیر وطن میں رہتا ہے۔

پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا: "بلکہ راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو، کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے، بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی طرح بھی قیام نہیں کرتا۔ لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفرگاہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خیال کرنا چاہیے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔ ﴿مظاہر حق، صفحہ ۳۸۰، جلد ۲﴾

یعنی جس طرح کوئی مسافر پردیس کو اور رہ گزر کو اپنا اصلی وطن نہیں سمجھتا اور وہاں اپنے لیے لمبے چوڑے انتظامات نہیں کرتا، اسی طرح مومن کو چاہیے کہ اس دنیا کو اپنا اصلی وطن نہ سمجھے اور یہاں کی ایسی فکر نہ کرے جیسے کہ یہاں ہی اس کو ہمیشہ رہنا ہے بلکہ اس کو ایک پردیس اور رہ گزر سمجھے۔ ﴿معارف الحدیث، صفحہ ۷۰، جلد ۲﴾

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے، ان میں سے ایک مسجد یا مسافر خانہ جس کو وہ مسافروں کے لیے بنوا گیا ہو۔

﴿الجواب المتین از میاں صاحب صفحہ ۵۹﴾

احقر! محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۲۷ رمضان المبارک، بروز جمعہ ۱۴۱۴ھ بمطابق ۱۹۹۴ء

مآخذ و مراجع کتاب

نام کتاب	مصنف مولف	مطبع
معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ربانی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم	الفرقان بکڈپو ۳۱ نیا گاؤں لکھنؤ
فتاویٰ دار العلوم	مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی اعظم دیوبند	مکتبہ دار العلوم دیوبند
فتاویٰ رحیمیہ	مولانا سید عبد الرحیم صاحب مدظلہم	مکتبہ خشی اشریت راندیر سورت
فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود صاحب مفتی اعظم دار العلوم دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد شہر میرٹھ
فتاویٰ عالمگیری	علماء وقت عہد اورنگ زیبؒ	شمس پبلشرز دیوبند
کفایت المفتی	مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
علم الفقہ	مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی	ایضاً
عزیز الفتاویٰ	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب	ایضاً
امداد المفتین	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	ایضاً
امداد الفتاویٰ	مولانا اشرف علی تھانوی صاحب	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ رشیدیہ کامل	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	علامہ عبد الرحمن الجزیریؒ	اوقاف پنجاب لاہور پاکستان عارف کمپنی دیوبند
جواہر الفقہ	مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان	پاکستانی
در مختار	علامہ ابن عابدینؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
بہشتی زیور	مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	مدرسہ امداد الاسلام صدر بازار میرٹھ
معارف مدینہ	افادات مولانا حسین احمد صاحب مدنی	ندوۃ المصنفین

الترغیب والترہیب	مولانا نازکی الدین عبدالعظیم المنذری	ندوۃ المصنفین
احسن الفتاوی	فقیہ العصر مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہ	سعید کمپنی کراچی پاکستان
مظاہر حق جدید	نواب قطب الدین خاں صاحب	ادارۂ اسلامیات دیوبند
آپ کے مسائل اور ان کا حل	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
امداد الاحکام	مرتبہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی و مولانا عبدالکریم صاحب	مکتب دار العلوم کراچی
طہور المسلمین	حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
الجواب المتین	ایضاً	ایضاً
احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادارہ رشیدیہ دیوبند
ایضاح المسائل	حضرت مولانا مفتی محمد شبیر صاحب مدظلہ (مفتی شاہی)	جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد
کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ	ادبی دنیا دہلی
غنیۃ الطالبین	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	مسلم اکیڈمی سہارنپور
حجۃ اللہ البالغہ	شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ	دار الکتاب دیوبند
اسرار شریعت	مولانا محمد فضل خاں صاحبؒ	پنجاب پاکستان
بہشتی زیور	حضرت مولانا تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
جواہر الفقہ	مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	عارف کمپنی دیوبند
آداب سفر	ایضاً	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
رفیق سفر	مولانا سید اصغر حسین میاں صاحبؒ	ایضاً
احکام سفر	مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ	ایضاً
آسان نیکیاں	مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی	مکتبہ دار العلوم کراچی